غلبۂ حق

فہرست مضامین

تعارف	
پیش لفظ	
امر اوّل	۳
امر دوم	۴
امر سوم	۷
امر چہارم	۱۰
امر پنجم	۱۲
امر ششم	۱۳
امر ہفتم	۱۵
ایک اہم واقعہ	۱۸
امر ہشتم	۲۱
لاہوری فریق کی مایوسی	۲۲

باب اوّل

نبوّت مسیح موعود اور مولوی محمد علی صاحب کے عقیدہ میں تبدیلی	۲۵
فاروقی صاحب کی دو غلط بیانیاں	۲۷
پہلی بات کے خلاف واقعہ ہونے کا ثبوت	۲۸
مولوی محمد علی صاحب کا عدالتی بیان	۳۱
مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک خاتم النبین کے سچے معنی	۳۵
مولف کی دوسری غلط بیانی	۴۱
مولوی محمد علی صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بعض اور اختلافات۔	۴۳
۱۔ ولادت مسیح	۴۳
۲۔ آیت و آخرین منہم کی تفسیر	۴۷
۳۔ آیت و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً کی تفسیر	۵۰
لاہوری فریق کی خودسری	۵۵

باب دوم

"فتح حق" کے متن پر تبصرہ	۵۵
آیت خاتم النبین کی تفسیر فاروقی صاحب کے نزدیک	۵۶
" " " حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک	۵۷

انقطاع نبوت کے متعلق احادیث کا اجمالی حل ۵۹
پہلی حدیث:۔ سیکون فی اُمّتی ثلاثون کذّاباً ۶۵
دوسری حدیث:۔ لانبیّ بعدی ۶۷
تیسری حدیث:۔ مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً ۷۰
مسیح موعود کی نبوت کے متعلق پہلی حدیث ۷۲
دوسری حدیث ۷۹
علامہ السیوطی علیہ الرحمۃ کا قول، من قال بسلب نبوتہ فقد کفر ۸۰
امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا مذہب ۸۱
شیخ محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ کا مسیح موعود کے متعلق بلاشبہ نبی ہونے کا اقرار ۸۲

باب سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف ۸۹
تعریفِ نبوّت میں ترمیم و تبدیلی ۹۲
محض محدّث ہونے سے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار ۹۹
ظلّی نبوّت نبوّت ہی ہے ۱۰۴
تعریفِ نبوت میں ترمیم کا مزید ثبوت ۱۰۶
غیر مبائعین کے عذر کی تردید ۱۱۶

نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف قابلِ اعتراض نہیں ۱۱۹
حقیقی اور مجازی کی تعریف ۱۲۶
وحیٔ نبوت کی اقسام ۱۳۳
مسئلۂ کفر و ایمان ۱۴۰

باب چہارم

پیش گوئی اسمہٗ احمد ۱۴۶
فاروقی صاحب کا بہتان اور اس کا جواب ۱۴۶
فاروقی صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ احمد سے انکار ۱۵۷

باب پنجم

پیش گوئی مصلح موعود ۱۶۰
پسرِ موعود کے نو سال میں پیدا ہونے کا وعدۂ الٰہی ۱۶۶
پیش گوئی میں اختصار کا طریق ۱۶۸
فاروقی صاحب کی خطرناک تحریف ۱۷۰
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے فوٹوؤں کا عکس ۱۸۷
مجدّدِ احمدیت! ۱۸۹
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری پر فاروقی صاحب کا سنگدلانہ رویّہ ۱۹۲
فاروقی صاحب کے بہتانات ۱۹۸

مباہلہ کا ڈھونگ	۲۰۱
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعوت مباہلہ	۲۰۳
فاروقی صاحب کی غلط بیانی اور ایک غلط فیصلہ کی اشاعت	۲۰۴
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی الزامات سے الہامی بریّت	۲۰۸
فاروقی صاحب کے پیش کردہ الہامات و رویاء کی غلط تشریح کی تردید	۲۱۲
۱. الفتنۃ ھھنا	۲۱۳
۲. ولا تکلّمنی فی الذین ظلموا	۲۱۸
۳. اُخرج منہ الیزیدیون	۲۲۲
۴. زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے	۲۲۳
۵. ایک خواب	۲۲۶
فاروقی صاحب کا شرارت آمیز نوٹ	۲۲۸
ایک الہام کی غلط تشریح	۲۳۰
محمود بہشت میں	۲۳۱
حضرت محمودؓ کے متعلق ایک اور رویاء	۲۳۲
ایک اور خواب	"

باب ششم

خلافت و انجمن	۲۳۴
فاروقی صاحب کی خلافت کے متعلق غلط بیانی	۲۳۵

الوصیت میں خلافت کا ذکر	۲۳۸
فاروقی صاحب پر حجت ملزمہ	۲۴۱
فاروقی صاحب کی ایک اور غلط بیانی	۲۴۲
بیعت خلافت اولیٰ کے الفاظ	۲۴۴
درخواست بخدمت مولوی نورالدین صاحب	۲۴۵
فاروقی صاحب کی ایک اور غلطی	۲۴۷
خلافتِ اُولیٰ کے خلاف بعض لوگوں کی ریشہ دوانیاں	۲۴۸
ایک اہم واقعہ کا ذکر	۲۵۴
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا ایک پرشوکت اعلان	۲۵۸
ایک اور اہم واقعہ	۲۶۰
سرّ الخلافۃ کی عبارتوں کا مفہوم	۲۶۳
حضرت ابوبکرؓ کے پہلے خطبہ کا مفہوم	۲۶۷
شیخ مصری کا جماعت سے اخراج ہوا تھا	۲۶۸
نام نہاد حقیقت پسند پارٹی	۲۶۸
طریقِ انتخابِ خلافت	۲۶۹

باب ہفتم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر تبدیلیٔ عقیدہ کے الزامات کی حقیقت	۲۷۶
انکوائری کمیشن میں حضرت المسیح الثانیؓ کا بیان	۲۸۵

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

غلبۂ حق

مُصَنِّفَہٗ

قاضی محمد نذیر لائلپوری

سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

مہتمم نشر و اشاعت نظارت اِصلاحُ و اِرشاد

صدر انجمن احمدیہ ربوہ

تعارف

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پچھلے دنوں ایک کتاب بنام "فتح حق" شائع کی ہے۔ اس کتاب کے مؤلف حاجی ممتاز احمد فاروقی ہیں۔ اس میں جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں کے درمیان متنازعہ امور بھی زیر بحث لائے گئے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ذات پر اسلامی اخلاق کو نظر انداز کر کے انتہائی ناپاک حملے کئے گئے ہیں۔ کتاب "غلبۂ حق" میں سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مذکورہ کتاب کا جواب دیا گیا ہے

ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے احمدیہ جماعت کے دونوں فریقوں کے باہمی اختلافات کی حقیقت اور پسِ منظر سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

مہتمم نشر و اشاعت

استقلال پریس لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک کتاب بنام "فتح حق" مؤلفہ الحاج ممتاز احمد صاحب فاروقی ستارۂ خدمت ہماری جماعت کے خلاف شائع کی ہے۔

مؤلف نے اپنی کتاب کا نام "فتح حق" رکھا ہے۔ حق کو بیشک فتح ہوتی ہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لاہوری فریق کو جو فتوحات حاصل ہوتی رہی ہیں اُن کی حقیقت امورِ ذیل پر غور سے واضح ہو جاتی ہے۔

امر اوّل: مولوی محمد علی صاحب چاہتے تھے کہ چھ سال تک حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ماننے کے بعد اب جماعت میں کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہونا چاہیئے چنانچہ انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ایک اشتہار مخفی طور پر تیار کر رکھا تھا۔ اور ڈاک میں روانہ کرنے کے لیے اس کے پیکٹ بھی بنوا رکھے تھے۔ اس کا عنوان تھا "ایک نہایت ضروری اعلان"۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ جماعت میں خلافت کے نظام کی ضرورت نہیں، بلکہ انجمن کا انتظام ہی کافی ہے۔ البتہ غیر احمدیوں سے بیعت لینے کی غرض سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وصیّت کے احترام میں کوئی شخص بطور امیر مقرر کیا جا سکتا ہے مگر یہ شخص جماعت یا صدر انجمن کا مطاع نہیں ہوگا، بلکہ اس کی امارت محدود اور مشروط ہوگی وغیرہ۔ اس میں افرادِ جماعت کو ابھارا گیا تھا کہ وہ کسی واجب الاطاعت خلافت پر رضامند نہ ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ اشتہار فوراً تقسیم کردیا گیا حالانکہ خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے آئندہ ہونے والے خلیفہ کے متعلق جو وصیّت لکھی تھی وہ آپؓ نے اپنی وفات سے پہلے مولوی محمد علی صاحب سے تین مرتبہ مجلس میں بلند آواز پڑھوائی تھی اور مولوی صاحب سے پوچھا تھا کہ اس میں کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ جس پر مولوی صاحب نے تسلیم کیا تھا کہ یہ بالکل درست ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے آنکھیں بند کرنے سے پہلے ہی آپ کی اس وصیّت کی مخالفت کا فیصلہ کرلیا۔

جماعت نے مولوی محمد علی صاحب کے اس اشتہار کو ٹھکرا دیا، اور سوائے چند آدمیوں کے جو مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیال تھے، قادیان میں موجود تمام جماعت نے فوراً حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور آپ کو خلیفۃ المسیح الثانی تسلیم کرلیا۔ یہ **حق کی پہلی فتح** تھی۔ مولوی محمد علی صاحب احمدیت میں خلافت کو مٹانے میں سخت ناکام رہے۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام پورا ہوا "اِنّی معک و مع اھلک" کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے جس اہل بیت کو یہ لوگ ناتواں اور بچہ سمجھتے تھے خدا تعالےٰ نے اُسے اُن کے مقابلہ میں بڑا بنا دیا۔

امرِ دوم: لاہوری فریق نے شروع شروع میں اخبار پیغام صلح میں لکھا کہ :-

"ابھی بمشکل قوم کے بیسویں حصّہ نے خلیفہ تسلیم کیا ہے"۔

(پیغام صلح ۵ مئی ۱۹۱۴ء صہ کالم ۳)

اور یہاں تک لکھ دیا کہ "افسوس مؤیدین خلافت کی تعداد گننے کو دو ہزار بتائی جاتی ہے لیکن دراصل ایسے مؤیدین کی تعداد جو موجودہ خلافت کے حالات سے باخبر ہوں،

اس قدر کم ہے جن کی تعداد ۴۰ مومن تو ایک طرف رہے ۱۰ کے ہندسہ تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ اور وہ بھی اپنے ہی گھر کے آدمی بجز دو چار اصحاب کے۔"

(پیغام صلح ۱۹/اپریل ۱۹۱۴ء)

مگر چند دنوں میں ہی جب باہر کی تمام جماعت ہائے احمدیہ نے بھی بیعت کرلی، تو اخبار "عصرِ جدید" نے لکھا:-

"وہ گروہ جو خواجہ کمال الدین صاحب کے ہم خیال ہوکر دوسرے مسلمانوں سے بظاہر مل کر کام کرنا چاہتا ہے اور جس میں بہت سے احمدی لاہور وغیرہ کے شامل ہیں اُن کو صاحبزادہ بشیر محمود کے فریق نے تقریباً ہر جگہ شکست دے دی ہے۔"

(بحوالہ الحق دہلی ۲۲/مئی ۱۹۱۴ء ص۲ کالم ۱)

اس انقلاب کے بعد خلافت احمدیہ کا انکار کرنے والے یہ کہنے لگ پڑے، کہ کثرت کوئی چیز نہیں۔ (پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء) حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی موجود ہے کہ مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا ...... اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ (اشتہار ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء)

غرض لاہوری فریق نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ احمدیت میں خلافتِ ثانیہ نہایت مضبوطی سے قائم ہوگئی ہے اور اب اس کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس لیے انھوں نے لاہور میں اپنی ایک مجلس شوریٰ منعقد کی جس میں یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد قادیان بھیجا جائے جو میاں محمود احمد صاحب سے یہ کہے کہ ہم لوگ آپ کو جماعت کا امیر ماننے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ آپ دو شرطیں مان لیں۔

"ایک شرط یہ کہ پُرانے احمدیوں سے بیعت نہ لی جائے۔ اور دوسری

شرط یہ کہ انجمن کے اختیارات و فیصلہ جات میں آپ کسی قسم کا دخل نہ دیں۔"

ان لوگوں کا یہ فیصلہ قابلِ قبول نہ تھا، کیونکہ خلیفہ اوّل رضؓ سے ان لوگوں نے کوئی ایسی شرطیں نہیں منوائی تھیں۔ بلکہ ان کو ایسی کسی شرط کے بغیر واجب الاطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیا تھا۔ یہ فیصلہ اس بات کی روشن دلیل تھا کہ شروع شروع میں مسئلہ نبوت مسیح موعود اور منکرین مسیح موعودؑ کے کفر و اسلام کا مسئلہ ان لوگوں کے نزدیک ایسی اہمیّت نہیں رکھتا تھا کہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب کو امیر جماعت تسلیم کرنے میں ان کے لیے روک ہو۔ ان کی مجلس شوریٰ میں یہ ریزولیوشن پاس ہوئے:۔

(۱) "چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیّت کی رُو سے ۴۰ مومنوں کے اتفاق رائے سے بیعت لینے والے بزرگوں کا انتخاب ہو سکتا ہے اور ہماری رائے میں یہ ضروری ہے کہ بڑی بڑی جماعتوں میں ایسے بزرگ بیعت لینے کے لیے منتخب کیے جائیں تاکہ سلسلہ ترقی کرے اور آسانی سے لوگ اس میں داخل ہو سکیں۔ ایسے بزرگ احمدؐ کے نام پر یعنی غیر احمدیوں کو احمدی سلسلہ میں داخل کرنے کے لیے لوگوں سے بیعت لیں گے۔"

(۲) "صاحبزادہ صاحب کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمدؐ کے نام پر بیعت لیں، یعنی سلسلہ احمدیہ میں ان کو داخل کریں لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حیثیت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اس کے لیے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر

اس بات کا مجاز ہوگا کہ جو حقوق و اختیارات صدر
انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیئے ہیں
اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اس میں کسی قسم کی
دست اندازی کرے۔
ایک وفد مفصلۂ ذیل احباب کا صاحبزادہ صاحب کی
خدمت میں حاضر ہو کر مذکورہ بالا ریزولیوشنوں کو پیش
کرے اور ان ریزولیوشنوں سے اتفاق کرنے کی درخواست
کرے تاکہ مل کر سلسلہ کی خدمت جاری رہ سکے۔"

اس کے بعد تجویز کردہ ممبران کے نام درج ہیں۔ ملاحظہ ہو پیغام صلح ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء زیر عنوان روئیداد جلسہ شوریٰ صفحہ ۲ کالم اوّل۔

چونکہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھی بلا کسی شرط کے، ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے تھے اور انہیں واجب الاطاعت امام مان چکے تھے، اس لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ خلیفۂ ثانی اُن کی اِن شرطوں کو قبول فرما لیتے۔ اس طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے مسئلہ نبوت مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کے خلاف ایک خاص محاذ قائم کر لیا اور ان دونوں اموز کو خلافت ثانیہ کے انکار کی وجہ قرار دے دیا۔

امر سوم: جب لاہوری فریق کے لوگ غور کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ جماعت لاہور ترقی نہیں کر رہی تو بعض اُن میں سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کی وجہ قادیانیوں کا عقیدۂ نبوت مسیح موعود و تکفیر مسلمین ہے۔ چونکہ ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے اُن کی انجمن کے ایک صدر نے اس کی پُر زور تغلیط فرماتے ہوئے کہا:-

"یہاں لاہور میں کام شروع کئے ہوئے ہمیں ۳۷ سال گذر

چکے ہیں اور ہم اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلے......
بحثیں ہوتی ہیں کہ ہماری ترقی میں کیا رکیں ہیں۔ بعض
کہتے ہیں کہ جماعت قادیان نے دعوائے نبوت کو حضرت
امام زمان کی طرف منسوب کرکے اور دوسرے تمام مسلمانوں
کو کافر کہہ کر ایک بہت بڑی روک پیدا کر دی ہے لیکن
ان اعتقاد کے باوجود ان کی ترقی تو بدستور ہو رہی ہے
...... میرے خیال میں ہماری ترقی کے رُکنے کی وجہ
یہ ہے کہ ہمارا مرکز دلکش نہیں ......بہت سے نوجوان
ہمارے سامنے ہیں جن کے باپ دادا سلسلہ پر عاشق تھے
ان نوجوانوں میں وہ روح آج مفقود ہے۔"

تقریر الحاج شیخ میاں محمد صاحب مطبوعہ
پیغام صلح ۶ رفروری ۱۹۵۲ء ص کالم ۱

اب سُنیئے! ان لوگوں کا مرکز کیوں دلکش نہیں؟ ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کوئی خلیفہ موجود نہیں جس کے ہاتھ پر سب پُرانے اور نئے احمدیوں نے بیعت کر لی ہو۔ اور سب اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوں اور اسے اپنا واجب الاطاعت راہنما اور مرشد سمجھتے ہوں۔

لاہوری فریق نے انجمن کے نظام کو نظامِ خلافت پر فوقیت دی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے امیر کی آواز میں وہ جاذبیت پیدا نہ ہو سکی جو خلیفہ کی آواز میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کے نوجوانوں میں احمدیت کی روح مفقود ہو رہی ہے۔ بلکہ ان کے بڑے بھی انجمن کی بات نہیں مانتے حتیٰ کہ اب ان کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ وہ اپنی تنظیم میں فیل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ان کی انجمن

کی حالیہ رپورٹ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جنرل سیکرٹری تحریر کرتے ہیں :۔

"واقعات اور تجربہ نے ہمارے سامنے یہ تلخ حقیقت واضح کردی ہے کہ اشاعتِ اسلام کے میدان میں ہماری ساری کامیابی کا راز ہماری جماعتی ترقی اور توسیع سے وابستہ ہے۔ ہم نے عام طور پر اپنی مسلمان قوم سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں کہ ہمارے مشنوں اور ترویج علوم فرقانیہ کے کارناموں کو دیکھ کر ہمارے دینی مقاصد میں لوگ ازخود شمولیت اور شرکت اختیار کرلیں گے، وہ تمام حرفِ غلط کی طرح ثابت ہوئیں"

(احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کی ۵۲ ویں سالانہ رپورٹ ص۵)

آگے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں :۔

"حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کے استحکام اور احبابِ سلسلہ کے باہمی تعلقات کو استوار کرنے کے لیے یہ تجویز فرمایا تھا کہ ہماری اولادوں کے رشتے ناطے اپنی جماعت کے اندر ہونے چاہئیں اور انجمن نے حتی الوسع باہمی رشتے ناطوں کے لیے کوشش بھی کی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ عام طور پر لڑکوں کے رشتے باہر کرلیے جاتے ہیں اور جماعت میں لڑکیوں کے رشتے تلاش کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ ایک ناخوشگوار حقیقت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔ امام وقت کے ارشاد کی تعمیل میں ضروری

ہے کہ ہم جماعت میں رشتے ناطے کریں خواہ ہمیں اس میں
نقصان یا تکلیف ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔"

امرِ چہارم: غیر از جماعت مسلمانوں پر یہ اثر ہے کہ احمدیوں کا لاہوری فریق اپنے عقائد میں سنجیدہ نہیں۔ چنانچہ پروفیسر الیاس برنی اپنی کتاب "قادیانی مذہب" کے ایڈیشن ششم کے مقدمہ میں "قادیانی جماعتِ قادیان کے عقائد" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

(الف) "قادیانی جماعتِ قادیان جو مرزا قادیانی صاحب کے تمام دعووں پر ایمان رکھتی ہے اور جماعت لاہور کی طرح نبوت کے دعووں سے اعراض و انکار نہیں کرتی۔ اور تذبذب اور تلوّن نہیں دکھاتی۔ قادیانی فرقہ بہت زیادہ مقبول ہے جماعتِ لاہور اپنی دورُخی کے طفیل اسلام کے نام پر قادیانیت کی تبلیغ کے واسطے مسلمانوں سے بھی امداد حاصل کر لیتی ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی صاحب کو مجدّد، محدّث، مہدی اور مسیح موعود وہ بھی لازمی مانتی ہے اور اُن کو نہ ماننے کی بنا پر وہ بھی مسلمانوں کو فاسق جانتی ہے۔ اور لطف یہ کہ خود واویلا کرتی رہتی ہے کہ جماعتِ قادیان نے مسلمانوں کو مرزا صاحب کے انکار کی بنا پر کافر قرار دیکر اسلام میں بڑا فتنہ پھیلا دیا۔ گویا "خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔" (مقدمہ مذکور صا ۲۰)

پروفیسر الیاس برنی صاحب نے یہ درست لکھا ہے کہ لاہوری فریق حضرت مرزا صاحب کے منکر مسلمانوں کو فاسق جانتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنی

کتاب "النبوۃ فی الاسلام" کے صفحہ ۱۸۵ پر صاف کہتے ہیں "مجددوں کا ماننا ضروری ہے اور ان کے انکار سے انسان فاسق ہو جاتا ہے۔"

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :- "مجدد سے انحراف کرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔" فاروقی صاحب اپنی کتاب کا نام فتح حق رکھ رہے ہیں۔ اب وہ دیکھ لیں کہ ان کے فریق کو ہماری جماعت کے مقابلہ میں کیسی فتح ہوئی ہے سوائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جو آپ نے مخالفوں کے متعلق فرمایا۔ گندہ ذہنی کو وہ فتح سمجھنے لگیں۔

(ب) مولوی ابوالحسن علی ندوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ لکھتے ہیں :-

"قادیانیت کی اس شاخ نے جس کا مرکز قادیان اور اب ربوہ ہے اور جس کی قیادت مرزا غلام احمد صاحب کے فرزند اکبر مرزا بشیر الدین محمود صاحب کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب کے نبوت کے عقیدہ کو اپنی جماعت کی اساس بنایا ہے۔ وہ پوری فصاحت اور استقامت کے ساتھ اس عقیدہ پر قائم ہیں .... اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شاخ نے ایک واضح اور قطعی موقف اختیار کیا ہے اور اپنی اخلاقی جرأت کا ثبوت دیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب کی صحیح ترجمانی و نمائندگی اور ان کی تعلیمات و تصریحات کی محض صدائے بازگشت ہے۔ لیکن لاہور شاخ کا موقف بڑا عجیب اور ناقابل فہم ہے۔ مرزا صاحب کی تصنیفات اور تحریروں کا مطالعہ کرنے والا قطعی اور بدیہی طور پر دیکھتا ہے کہ وہ صاف صاف نبوت کے مدعی ہیں اور جو

اُس پر ایمان نہ لائے اس کی تکفیر کرتے ہیں"۔
(قادیانیت صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱)

(ج) یورپ کے مشہور مستشرق H.R.GIBB پروفیسر آکسفورڈ یونیورسٹی لکھتے ہیں:۔

"۱۹۱۴ میں پہلے خلیفہ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ دو حصوں میں بٹ گئی جماعت کا اصل حصّہ یعنی قادیانی شاخ تو بانیٔ سلسلہ کے دعویٰ نبوت اور ان کے بعد اجرائے خلافت پر قائم رہی۔ لیکن الگ ہونے والے لاہوری فریق نے ان دونوں کا انکار کر دیا۔ اور ایک نئے امیر کی قیادت میں انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ڈالی۔ لاہوری فریق نے بعد میں اہل سنت والجماعت کے ساتھ مل جانے کی کوشش کی، مگر علماء اب بھی انہیں شبہ کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں"۔

(ترجمہ از محمڈنزم طبع دوم صفحہ ۱۸۷)

(د) اخبار سیاست لکھتا ہے:۔

"لاہوری احمدیوں کا مسلمانوں کو یہ بتانا کہ وہ انھیں مسلمان سمجھتے ہیں سرتاپا منافقت ہے۔ جس سے مسلمانوں کو آگاہ ہو جانا چاہیئے"۔ (سیاست ۱۹ فروری ۳۵ء)

(ھ) اخبار احسان لکھتا ہے:۔

"مرزائیوں کے لاہوری جماعت کے فریب کاروں کا گروہ مرزا کو نبی سمجھنے اور کہنے میں قادیانیوں سے کم نہیں ہے اور جب وہ مسلمانوں سے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم قادیان کے مدعی نبوت کو محض محدث اور مجدد بلکہ محض ایک نیک

مولوی سمجھتے ہیں تو اُن کا مقصد دھوکہ دینے کے سوا اور
کچھ نہیں ہوتا۔" (احسان ۲۵ر فروری ۳۵ء)

(و) اخبار زمیندار لکھتا ہے :-

" لاہوری مرزائی قادیانیوں سے کہیں زیادہ مسلمانوں
کے لیے خطرناک ہیں۔" (زمیندار ۱۷ر فروری ۳۵ء)

امرِ پنجم : مولوی محمد علی صاحب کا اعتراف مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں :-

" یہ صحیح ہے کہ ہمارا لٹریچر مقبول ہوا، مگر وہ پھل کیوں
نہ لگا جو لگنا چاہیئے ۔ صرف اس لیے کہ وہاں کام کرنے
والا کوئی نہیں تھا۔" (پیغام صلح ۱۹ر مئی ۳۷ء)

مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ وہ مبلغین پیدا کرنے میں ناکام رہے جن سے پھل لگ سکتا ہے۔

امرِ ششم : احمدی لاہوری فریق کی ناکامی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مولوی صدرالدین صاحب نے جو آجکل اُن کے امیر ہیں ۱۲ سال تک مولوی محمد علی صاحب کا ناک میں دم کیے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ مولوی محمد علی صاحب وصیت کر گئے تھے کہ یہ صاحب میرے جنازے کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔ لیکن ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ لاہوری فریق نے مولوی صدرالدین کو ہی اپنی جماعت کا امیر بنا لیا۔

مولوی محمد علی صاحب جن دنوں کراچی میں بیمار تھے وہ اپنے ایک دوست کو کراچی سے لکھتے ہیں :-

" برادر مکرم ابھی مجھے ایک دوست کی طرف سے ایک نوٹس
کی نقل ملی ہے جو سات ممبران جنرل کونسل کی طرف سے باہر

کے احباب کو بھیجا گیا ہے کہ ۱۵ رجولائی کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ۱۱ بجے دن کے ایک مجلس منعقد ہوگا (نقل مطابق اصل۔ ناقل) اس میں وہ احباب شامل ہوں جن کو یہ نوٹس بھیجا جا رہا ہے۔ اس کے اصل محرک ڈاکٹر غلام محمد اور مولانا صدر الدین ہیں۔

جب سے مَیں گذشتہ بیماری کے حملہ سے اُٹھا ہوں اس وقت سے یہ دونوں بزرگ اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری میرے خلاف پروپاگنڈا میں اپنی پوری قوت خرچ کر رہے ہیں اور ہر ایک تنکے کو پہاڑ بنا کر جماعت میں ایک فتنہ پیدا کرنا شروع کیا ہُوا ہے۔"

آگے لکھا ہے:۔

"نہ صرف وہ میری بیماری سے پورا فائدہ اُٹھا رہے ہیں بلکہ ان امور کے متعلق مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر کے میری بیماری کو بڑھا رہے ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

"نہ صرف یہ نوٹس جاری کر کے جماعت کے بنیادی نظام پر کلہاڑی چلائی گئی اور امیر جماعت کے خلاف عَلم بغاوت بلند کیا گیا ہے بلکہ ان سخت گرمی کے ایام میں مولانا صدرالدین صاحب نے بعض جماعتوں میں دورہ بھی کیا ہے، تاکہ اُن پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر میرے متعلق جھوٹی باتوں کا خوب چرچا کریں۔" (چٹھی ص۱)

امر ہفتم: محترمہ بیگم صاحبہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے ایک خط ۲۹/۱۱/۵۱ کو مسلم ٹاؤن پوسٹ آفس اچھرہ سے ہندوستان کے ایک لاہوری احمدی کے نام لکھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتی ہیں:۔

"ہمارے محبوب محمد علی کی تمام زندگی ایک روشن ستارے کی طرح تھی...... اور جس قدر کام اور تصنیفات وہ کرتے رہے۔ وہ اس کی گواہ ہیں۔ اُن کی روز افزوں مقبولیت کی وجہ سے اپنی جماعت میں ہی سو حاسد پیدا ہو گئے اور سالہا سال سے ان کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے۔" (خط ص۲)

آگے ص۴ پر تحریر فرماتی ہیں:۔

"مولوی محمد علی صاحب نے ترجمہ قرآن کو دائمی طور پر شائع کرنے کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کر دیا۔ مفسدوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا اور طرح طرح کے بیہودہ الزام لگائے۔ یہاں تک بکواس کی کہ آپ نے احمدیت سے انکار کر دیا ہے اور انجمن کا مال غصب کر لیا ہے"۔

پھر آگے ص۵ پر تحریر فرماتی ہیں:۔

"آخر ان شرارتوں کی وجہ سے مولوی محمد علی صاحب کی صحت بگڑ گئی اور ان تفکرات نے آپ کی جان لے لی۔ سب ڈاکٹر یہی کہتے ہیں کہ اس غم کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کی جان گئی۔"

ص۶ پر تحریر فرماتی ہیں:۔

"ایک وصیت لکھ کر شیخ میاں محمد صاحب کو بھیجدی
کہ سات آدمی جو اس فتنہ کے بانی ہیں اور جن کے دستخط
سے یہ سرکلر نکلے تھے اور جن کا سرغنہ مولوی صدرالدین
ہے میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگائیں اور نہ ہی نماز جنازہ
پڑھائیں چنانچہ اس پر عمل ہوا"

صفحہ ۸ پر تحریر فرماتی ہیں :-

" اگرچہ مولوی صدرالدین امیر مقرر ہوا ہے ۔ مگر تمام
اختیارات الحاج شیخ میاں محمد کے سپرد ہوئے ہیں
اور وہ انجمن کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں"

صفحہ ۸ پر تحریر فرماتی ہیں :-

حضرت امیر مرحوم و مغفور نے اپنے آخری چند ایام میں
ایک تحریر لکھی ہے 'میری زندگی کا ایک دردناک ورق'
یہ تحریر سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جنرل کونسل میں پیش ہوگی
اور ارادہ ہے کہ اس کو چھپوا کر جنرل کونسل کے ممبران کو
دی جائے ۔ آپ کو بھی اس کی ایک نقل بھجواؤں گی"

محترمہ بیگم صاحبہ کی چٹھی میں بعض اور دردناک واقعات بھی لکھے ہیں ۔ مگر سر دست
ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں ۔

خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کو شروع خلافت
میں ہی الہاماً ان لوگوں کے متعلق بتلا دیا تھا لَیُمَزِّقَنَّھُمْ کہ خدا ان کو پھاڑ
دے گا ۔ اب دیکھ لو فتح کس کی ہوئی ۔ خدائے قادر و توانا کی یا اہل پیغام جنگ کی
تعلیموں کی ؟

دیکھئے وہی ڈاکٹر غلام محمد صاحب جو مولوی صدرالدین صاحب کے ساتھ مل کر مولوی محمد علی صاحب کے خلاف تھے اپنے نئے امیر مولوی صدرالدین کے خلاف بھی ہو گئے۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی پریذیڈنٹ شپ اور مولوی صدرالدین کی امارت کے زمانہ میں ایک سرکلر جاری کیا جس میں لکھا:-

"درحقیقت جماعت و قوم کی بہبود کے لیے کوئی بھی انتظام کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک مولوی صاحب مکرم (مولوی صدرالدین صاحب ناقل) سیاہ و سفید کے مالک نہ بنا دیئے جائیں۔ خود اُن کے قول کے مطابق وہ اقتدار کے بھوکے ہیں۔ جب تک وہ اسے حاصل نہ کرلیں گے۔ جماعت میں فتنہ و فساد ختم نہیں ہو سکتا۔ مگر جس روز جماعت نے وہ قدم اُٹھایا، تو وہ دن جماعت اور تحریک احمدیت (احمدی لاہوری فریق کی تحریک اور ان کی جماعت۔ ناقل) کے خاتمہ کا دن ہوگا۔ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور نے مولوی صدرالدین صاحب کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ اب صحیح اور درست ثابت ہوا ہے۔ مولانا مکرم کا ایسے وقت میں مجلس معتمدین کا اجلاس بلانا قوم میں انتشار پھیلانے کے مترادف ہے۔ اب احباب کو چاہئیے کہ مولوی صاحب کو تخریبی کارروائیوں سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائیں۔ (خاکسار غلام محمد احمدیہ بلڈنگ لاہور ۲۵-۹-۵۹)

اب فاروقی صاحب بتائیں کیا فتح اسی کا نام ہے؟ اگر اس کا نام فتح ہے تو پھر ناکامی اور انتشار کس کو کہتے ہیں؟ دیکھئے آپ کے مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈیٹر لائٹ (LIGHT) آپ کی تحریک کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"تحریک ایک لاش بن کر رہ گئی تھی اور چند آدمی اسے
نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔

(پیغام صلح ۲۴ر جنوری ۱۹۵۲ء)

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ، نے اپنے بعد جانشین کے لیے جو وصیت فرمائی تھی، اس کی راہ میں روڑے اٹکانے والے تو ناکام ہوئے اور خلافت ثانیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم ہوگئی اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی رہی۔

ایک اہم واقعہ ۱۹۳۶ء میں یہ بحث چل نکلی کہ ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بعض ارکان جو انجمن حمایت اسلام کے رکن ہیں رُکنیت سے خارج کر دیئے جائیں۔ اس سلسلہ میں انجمن حمایت اسلام کے دو رُکن یعنی مولوی احمد علی صاحب امیر خدّام الدین اور میاں عبدالمجید صاحب بیرسٹر نے مولوی محمد علی صاحب سے چند سوالات کا جواب طلب کیا جن میں سے ایک سوال یہ تھا:۔

سوال کی عبارت:"۔ کیا آپ کا اعتقاد اُن (مرزا صاحب۔ ناقل) کے متعلق شروع سے لیکر ایک ہی ہے یا کبھی بدلا؟ ایک ہی ہے تو خیر اور اگر بدلا ہے تو اب کیا ہے اور پہلے کیا تھا اور بدلنے کی وجہ کیا ہے؟"

اگر مولوی صاحب نے نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اپنے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی ہوتی تو وہ ایک فقرہ میں یہ جواب دے سکتے تھے کہ میرا اعتقاد شروع سے لیکر آج تک ایک ہی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو یہ لکھنے کی جرأت نہ ہوئی

بلکہ انھوں نے جواب میں لکھا

"اگر آپ احمدیہ جماعت لاہور کے متعلق کوئی فتویٰ دینا چاہتے ہیں تو جماعت کے مطبوعہ عقائد آپ کے سامنے ہیں تیس سال قبل کی میری ذاتی تحریرات سے ان کا کوئی تعلق نہیں، ان عقائد کی بناء پر جو چاہیں فتویٰ دیں"۔
"اگر ذاتی طور پر مجھ پر فتویٰ کا سوال ہے تو ایسا کفر کا فتویٰ جس کو تیس سال قبل کی تحریروں سے سہارا دینے کی ضرورت ہو شاید ہی مفید ثابت ہو۔

(پیغام صلح ۳ جنوری ۱۹۳۶ء ص۹ کالم ۱)

اس جواب کے باوجود لاہوری احمدیوں کے وہ اراکین جو انجمن حمایت اسلام کے ممبر تھے ختم نبوت کے منکر قرار دے کر انجمن حمایت اسلام کی ممبری سے خارج کر دیئے گئے۔ پس مسٹر گب کا بیان حقیقت پر مبنی ہے "کہ لاہوری فریق نے بعد میں اہل سنت و الجماعت کے ساتھ مل جانے کی کوشش کی مگر علماء اسلام انہیں شبہ کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں (محمدن ازم ص۱۸۷ طبع دوم)

"ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے بھی ممبر تھے اور اسلامیہ کالج ہوسٹل کے منیجر طبی بھی رہے۔ لیکن اس موقعہ پر جو سلوک انجمن حمایت اسلام نے ان سے کیا وہ نہایت عبرت آموز ہے۔ پیغام صلح انجمن حمایت اسلام کے فتوے کفر لگانے کا واقعہ یوں لکھتا ہے:۔

"احمدیوں کے خلاف فتویٰ کفر لگا دیا گیا اور اُن کے ساتھ بائیکاٹ کی یہ صورت پیش کی گئی کہ احمدی انجمن کے ملازم نہ ہو سکیں نہ وظائف حاصل کر سکیں وغیرہ وغیرہ

مرزا (یعقوب بیگ ناقل) صاحب انجمن کے جنرل کونسل
کے ممبر تھے وہ اس ریزولیوشن کے خلاف تقریر کرنے
کے لیے مجلس میں پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ انجمن کو
کفربازی سے بالا تر ہونا چاہیئے۔ اس پر ایک ممبر صاحب
جو بہت سی ڈگریوں کے مالک ہیں اور عمر میں شاید حضرت
میرزا صاحب سے بہت چھوٹے تھے سخت برہم ہو کر گستاخانہ
لہجہ میں تکفیر احمدیت پر اصرار کرنے لگے۔ حضرت مرزا صاحب
کو اس سے اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ کا رنگ سُرخ ہو گیا۔
وہاں سے اُٹھے اور گھر پہنچے۔ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے
کہ اس صدمہ سے فالج کا حملہ ہُوا اور دس بارہ روز بیمار
رہ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ گویا انجمن حمایت اسلام نے اپنے
ایک رفیق اور معزز کارکن کی خدمات کا یہ صلہ دیا کہ
اس کی جان ہی کو لیا۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون "۔

(پیغام صلح ۳ر نومبر ۱۹۴۳ء ص ۶)

کاش ہمارے بچھڑے ہوئے بھائی اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور اسی جماعت سے آملیں جنہیں خدا کا برگزیدہ مسیح موعودؑ اُن کا بھائی بنا گیا ہے۔ اے خدا تو انہیں توفیق عطا فرما۔

مولوی محمد علی صاحب کے دل پر بھی اس واقعہ کا بہت اثر تھا کہ انجمن حمایت اسلام نے اُن کے فریق پر بھی فتویٰ کفر لگا دیا ہے حالانکہ انہیں مسلمان کہتے کہتے اُن کی زبان سُوکھتی تھی۔ مولوی صاحب کی ناراضگی کا یہ اثر ہوا کہ اُنہوں نے خود ان لوگوں کو ختم نبوت کا منکر قرار دیدیا۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کیا :-

الف۔ ”جو لوگ نیا نبی تو نہیں مانتے لیکن وہ کسی پُرانے نبی کا آنا
بعد از حضرت ختمی پناہ مانتے ہیں وہ بھی ایسے ہی منکرِ ختم نبوت
ہیں جیسے کہ وہ آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا عقیدہ
رکھتے ہیں۔“

ب۔ ”حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوائے ایک ہماری
جماعت احمدیہ لاہور کے کوئی جماعت اسلامی ختم نبوت
کی قائل نظر نہیں آتی۔“

(پیغام صلح ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۴ء)

اس سے پہلے ۱۹۴۱ء میں مولوی محمد علی صاحب اپنے اصولی عقیدہ کا بایں الفاظ اعلان فرما چکے تھے:۔

”بیشک ختم نبوت کے منکر کو مَیں بے دین اور دائرۂ اسلام
سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (پیغام صلح ۲ر جنوری ۱۹۴۱ء)

اس حوالہ کی موجودگی میں ہمیں صغری کبریٰ بنا کر یہ منطقی نتیجہ نکالنے کا حق حاصل ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک تمام کلمہ گو (بجز) فریق لاہور بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ دیکھئے صغریٰ یہ بنے گا ”تمام کلمہ گو یعنی اسلامی جماعتیں بجز فریق لاہور ختم نبوت کے منکر ہیں“ اور کبریٰ یہ ہوگا ”جو ختم نبوت کا منکر ہے وہ بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے“۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ :۔

تمام کلمہ گو بجز فریق لاہور بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ کیا فاروقی صاحب اس بدیہی نتیجہ سے اتفاق کرتے ہیں؟

امرِ ششم: مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی حقیقی خلافت سے تو انکار کر دیا۔ مگر مولوی صاحب کی امارت

میں تین خلیفے ان کی انجمن نے تجویز کیے۔ اوّل مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری، دوم سیّد حامد شاہ صاحب سیالکوٹی۔ سوم خواجہ کمال الدین صاحب۔
(دیکھو پیغام صلح ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء ص۳ کالم ۱)
متقدم الذکر دونوں "خلیفے" تو بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی بیعت میں شامل ہوگئے اور خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنا مشن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منقطع کرلیا۔ دیکھو پیغام صلح ۲۷ جنوری ۱۹۳۱ء ص۶ کالم ۲۔
خواجہ صاحب مرحوم نے آخری عمر میں ایک خواب دیکھا جس میں مذکور ہے کہ:۔

> تخت کے سامنے ملزموں کو کھڑا کرنے کی جگہ تھی ......
> میرے ہمراہ حضرت مولوی (محمد علی۔ ناقل) صاحب تھے۔
> ...... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم پر کوئی مقدمہ ہے اور اس عدالتِ عالیہ میں ہم بطور ملزم کھڑے ہیں ......
> میں نے سمجھا کہ صاحبِ عرش نے کوئی حکم دیدیا ہے جسکے سُنانے کے لیے حضرت مرزا صاحب اُٹھے گو وہ خود خوف کی حالت میں تھے مگر انہوں نے نہایت غضبناک آواز میں حکم سُنایا۔"

خواجہ صاحب نے اپنی کتاب "مجددِ کامل" ص۱۲۵ میں یہ خواب شائع کی، اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے طریق کار پر اعتراضات کیے جس کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب کو ایک لمبا چوڑا مضمون لکھنا پڑا۔ (دیکھو پیغام صلح ۲۷ جنوری ۱۹۳۱ء)
فاروقی صاحب! کیا یہ آٹھ باتیں آپ لوگوں کی فتح کی دلیل ہیں؟

لاہوری فریق کی مایوسی میں اپنے پیش لفظ کو لاہوری فریق کی مایوسی پر ختم کرتا ہوں۔ پیغام صلح لکھتا ہے:۔

"بعض کوتاہ فہم یہ خیال بھی دل میں لیے ہوئے ہیں،
جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ کہ چونکہ
یہ صدی اب ختم ہونے والی ہے اس لیے اس صدی
کے مجدّد کی تحریک بھی اب زندگی کے آخری مرحلوں
پر ہے۔ اب نیا مجدّد ہی آکر اس کو دوبارہ زندہ کریگا
اس میں زندگی کی روح پیدا کرنا ہمارا کام نہیں۔"

{ پیغام صلح ۱۵ر جنوری ۱۹۵۸ء
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۱۴۳ }

اپنی اس کتاب کے پیشِ لفظ کو میں اپنے تین احباب کے دلی شکریہ پر ختم کرتا ہوں جن میں سے ایک میرے عزیز شاگرد مولوی دوست محمد شاہد مصنّف تاریخ احمدیت ہیں۔ جنھوں نے بعض ضروری حوالہ جات کی تلاش میں مجھے مدد دی ہے اور مشورہ بھی دیا ہے۔ اور اسی طرح میرے دوسرے عزیز شاگرد ڈاکٹر سیّد ظہور احمد شاہ صاحب واقفِ زندگی ہیں جنھیں نے اس کتاب کا اکثر حصّہ املا کرایا ہے۔ اور انھوں نے نہایت تن دہی اور خوشدلی سے یہ کام انجام دیا ہے۔ تیسرے میرے محترم بزرگ حضرت سید حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری ہیں۔ جنہوں نے باوجود ضعیف العمری اور بیماری کی حالت میں اس مسودہ کو تمام کمال سُن کر مجھے اپنے قیمتی مشورہ اور اصلاح سے نوازا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ۔

ادنیٰ خادمِ سلسلہ
قاضی محمد نذیر لائل پوری

۴ر اکتوبر ۱۹۶۶ء

باب اوّل

نبوت مسیح موعودؑ اور مولوی محمد علی صاحب کے عقیدہ میں تبدیلی

اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد کہ احمدیوں کے لاہوری فریق کو ہماری جماعت کے مقابلہ میں سراسر ناکامی اور ہزیمت ہوئی ہے اب ہم ممتاز احمد صاحب فاروقی کی کتاب "فتح حق" کے نفسِ مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

فاروقی صاحب نے اس کتاب کو اُردو اور انگریزی میں اس طرح شائع کیا ہے کہ ایک صفحہ پر انگریزی تحریر ہے اور دوسرے صفحہ پر اُردو۔ اور اس کے پیش لفظ میں وجۂ تالیف یہ ظاہر کی ہے کہ:۔

"بیرونی ممالک کے مسلمانوں اور احمدی احباب کا تقاضا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور جماعت احمدیہ میں تفرقہ بازی اور اس کی حقیقت پر انگریزی زبان میں کوئی کتاب ہونی چاہیئے تاکہ اُردو نہ جاننے والے لوگ بھی اس سے استفادہ حاصل* کر سکیں۔ تو اُن احباب کی خاطر یہ مختصر کتاب لکھی گئی ہے۔ (پیش لفظ فتح حق صفحہ ۵)

فاروقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں ایک حدتک اختلافی مسائل پر

*نوٹ: "استفادہ" کے ساتھ حاصل کا لفظ درست نہیں۔ استفادہ کر سکیں چاہیئے۔

بحث کی ہے ۔مگر یہ امر سخت قابل افسوس ہے کہ انہوں نے اس بحث میں ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خلاف نہایت بدزبانی بے ادبی اور گستاخی سے کام لیا ہے ۔جس کی کسی متدین اور شریف مسلمان سے توقع نہیں کی جاسکتی ۔جو گندہ طریق انھوں نے اختیار کیا ہے اس کی نہ دنیا کا کوئی قانون اجازت دیتا ہے نہ شریعت محمدیہ ۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ مذہبی بحثوں میں ذاتی حملوں پر اس لیے اُتر آتے ہیں کہ وہ اپنے دلائل کی کمزوری کو فریق ثانی پر ناجائز حملوں کے پردہ میں چھپا سکیں ۔اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اپنے مدمقابل پر گند اُچھالے بغیر وہ اپنی بحث کی کمزوری پر پردہ نہیں ڈال سکتے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آریوں اور عیسائیوں نے گند اُچھالنے کا جو طریق اختیار کر رکھا تھا افسوس ہے کہ ہمارے مقدس امام حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ممتاز احمد صاحب فاروقی بھی آپ کے خلاف اُنہی کی روش پر چل نکلے ہیں ۔ اور عیسائیوں اور آریوں کی طرح گندے اور ناپاک اعتراضات کر کے اپنی فتح کا نقّارہ بجانا چاہتے ہیں ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : اذکروا موتٰکم بالخیر کہ اپنے وفات یافتہ لوگوں کا بھلائی سے ذکر کیا کرو ۔مگر افسوس ہے کہ مخالفت کے اندھے جوش میں فاروقی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زرّیں ہدایت کو پس پُشت ڈالتے ہوئے اُس بزرگ ہستی کے فرزند ارجمند کے خلاف ،اُن کے وفات پا جانے کے بعد، ناپاک ،نجس اور گندے حملے کیے ہیں جس بزرگ ہستی کو وہ اپنا آقا و مولیٰ اور ساری امتِ محمدیہ کے لیے مسیح موعود اور مہدی معہود تسلیم کرتے ہیں ۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی حالت بھی سخت قابلِ افسوس ہے جس کی طرف سے یہ دل آزار اور ہمارے جذبات کو مجروح کرنے والی کتاب شائع ہوئی ہے۔

فاروقی صاحب کی دو غلط بیانیاں

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں دو صریح غلط بیانیاں کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"حضرت مرزا صاحب نے بار بار اعلان کیا کہ آپ کا دعویٰ اسلامی اصطلاح میں نبوت کا نہیں، بلکہ مجددیت اور محدثیت کا ہے جس کے انکار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات تک اور پہلے خلیفہ مولوی نورالدین صاحب کے زمانے تک آپ کے مریدین آپ کو صحیح مقام دیتے رہے مگر ۱۹۱۴ء میں مولانا نورالدین صاحب کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا صاحب کے فرزند مرزا محمود احمد نے عنانِ خلافت سنبھالی تو انہوں نے یہ عقیدہ تراشا کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور ان کا منکر کافر ہے۔"

(پیش لفظ فتح حق ص۳)

پہلی غلط بیانی: اس بیان میں فاروقی صاحب کی پہلی غلط بیانی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات تک اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے مریدین آپ کو نبی نہیں مانتے تھے بلکہ صرف مجدّد اور محدّث ہی مانتے تھے۔

دوسری غلط بیانی: اور دوسری غلط بیانی یہ کی ہے کہ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولوی

نورالدین صاحب کی وفات کے بعد حضرت مرزا صاحب کے فرزند مرزا محمود احمد صاحب نے عنانِ خلافت سنبھالی تو اُنھوں نے یہ عقیدہ تراشا کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور ان کا منکر کافر ہے۔

جس کتاب کا آغاز ہی غلط بیانی سے ہُوا ہے اُس کے متعلق کوئی اچھی توقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب معمار پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے تو اس کی ساری تعمیر میں کجی ہی پائی جائے گی۔

پہلی بات کے خلاف واقعہ ہونے کا ثبوت

مؤلف کتاب کی پہلی غلط بیانی کا ثبوت یہ ہے کہ لاہوری فریق کے سرگروہ اور لیڈر مولوی محمد علی صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں ۱۹۰۱ء میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہُوئے۔ تو اس وقت وہ خود بھی حضرت اقدس کو نبی ہی مانتے تھے اور دوسروں میں بھی آپ کی نبوت کی ہی اشاعت کرتے تھے۔ البتہ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں جب لاہور سے اخبار "پیغام صلح" جاری ہوا تو پیغام صلح سے تعلق رکھنے والوں کے متعلق ۱۹۱۳ء میں جماعت میں یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ یہ لوگ حضرت اقدس کے درجہ کو گھٹا کر پیش کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو نبی اور رسول تسلیم نہیں کرتے۔ چونکہ ابھی اختلاف نمایاں نہ تھا اور اختلاف رکھنے والوں نے ابھی شدت اختیار نہیں کی تھی اور انھیں یہ بھی ڈر تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ ناراض ہو کر انہیں جماعت سے خارج نہ کر دیں اس لیے انہوں نے فوراً پیغام صلح میں اعلان کیا:-

" معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں

ڈال دیا ہے کہ اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق رکھنے والے
یا ان میں سے کوئی ایک سیّدنا و ہادینا حضرت میرزا
غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے مدارجِ عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف
کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی
صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلّق ہے،
خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر و
ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اِس
قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت
مسیح موعود اور مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی،
رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ
حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے
کم و بیش کرنا موجب سلبِ ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا
ایمان ہے کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود پر
ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ہم اُس
کے خلیفۂ برحق سیدنا و مرشدنا حضرت مولوی
نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کو بھی سچا پیشوا سمجھتے
ہیں۔ اس اعلان کے بعد اگر کوئی بدظنی پھیلانے
سے باز نہ آئے تو ہم اپنا معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں۔“

(پیغام صلح لاہور ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۲)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اخبار پیغام صلح کے منتلقین نے ۱۹۱۳ء میں اعتراف کیا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور آپ کے درجہ کو گھٹا کر پیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ اخبار پیغام صلح سے تعلق رکھنے والے ہی وہ لوگ ہیں جو حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب کے مسند خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد خلافت ثانیہ کے انکار کے ساتھ ہی کھُل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنے لگے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول مانتی تھی اور اس وقت اسی بارے میں بعض دل میں اختلاف رکھنے والے بھی کھُل کر سامنے آنا نہیں چاہتے تھے۔ ہمارے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا مسئلہ اور آپ کو نبی قرار دینا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اختراع نہ تھی اور فاروقی صاحب نے یہ غلط بیانی کی ہے کہ آپ نے یہ عقیدہ ۱۹۱۴ء میں تراشا۔

۱۹۱۴ء میں بھی پیغام صلح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں ایک نظم شائع ہوئی تھی۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

کیا ختمِ رسالت نے کمال اپنا دکھایا
اُمّت میں ہے دریائے نبوت کو بہایا
اس فیض کے ملنے سے ہوئے خیر امم ہم
کیا ہرج ہے اُمّت میں نبی بن کے گر آیا

مومن کے لیے کوئی بشارت ہے تو اس سے
امت میں اگر کوئی کرامت ہے تو اس سے

(پیغام صلح - ۱۲ر فروری ۱۹۱۴ئہ)

نوٹ :- ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو جماعت احمدیہ میں خلافت ثانیہ قائم ہوئی۔

مولوی محمد علی صاحب کا عدالتی بیان | حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ۱۹۰۴ئہ میں

مولوی کرم دین جہلمی نے انگریزی عدالت میں استغاثہ دائر کر رکھا تھا کہ اُنھوں نے مجھے کذّاب کہہ کر ازالہ حیثیت عُرفی کا ارتکاب کیا ہے۔ مولوی کرم دین صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو بطور گواہ استغاثہ عدالت میں پیش کرایا تو مولوی صاحب موصوف نے عدالت میں حاضر ہو کر باقرارِ صالح یہ بیان دیا:۔

(۱) "مکذِّب مدّعیٔ نبوّت کذّاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب
ملزم مدّعیٔ نبوت ہے۔"

(۲) مرزا صاحب دعویٰ نبوّت کا اپنی تصانیف میں کرتے
ہیں یہ دعویٰ اس قسم کا ہے کہ مَیں نبی ہوں لیکن کوئی شریعت
نہیں لایا۔ ایسے مدّعی کا مکذّب قرآن شریف کے رُو سے
کذّاب ہوتا ہے۔"

(مسل مقدمہ مولوی کرم دین جہلمی ورق ۳۶۲)

عدالت میں اُن کا یہ حلفیہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے یہ بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اور آپ کی عدالت میں موجودگی میں دیا ہے کہ چونکہ آپ مدّعیِ نبوّت ہیں۔ اس لیے آپ کو حق پہنچتا ہے کہ مولوی کرم دین کو اس کے تکذیب کرنے کی وجہ سے کذّاب قرار دیں اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی اس عدالت میں اپنے آپ کو ظلّی نبی قرار دیا تھا۔ اگر حضرت مسیح موعود کے نزدیک ان کی ظلّی نبوت، نبوت نہ ہوتی تو آپ کا مذہبی فرض تھا کہ اپنے اس مرید کو سمجھاتے کہ تم مجھے مدّعیِ نبوّت کیوں قرار دے رہے ہو اور جرح میں اس سے کہلواتے کہ اسے آپ کو مدّعیِ نبوّت قرار دینے میں غلطی لگی ہے۔ پس عدالت کا یہ ریکارڈ گواہ ہے کہ حضرت اقدس اپنی زندگی کے ایّام میں جماعت میں مدّعیِ نبوت سمجھے جاتے تھے اور آپ کو بھی مدّعیِ نبوت ہونے سے انکار نہیں تھا۔ اسی لیے آپ کے ایک ممتاز مرید نے آپ کو عدالت میں باقرار صالح مدعی نبوت قرار دیا۔

اسی طرح مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں خواجہ غلام الثقلین سے تحریری بحث میں بھی حضرت مرزا صاحب کو مدعیِ نبوت کی حیثیت میں ہی پیش کیا ہے نہ کہ مدّعی محدثیت کی حیثیت میں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

نمبر۱۔ "چار اصول خواجہ غلام الثقلین نے اپنی طبیعت سے ایجاد کیے۔ جن کی رُو سے وہ حضرت مرزا صاحب کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ خواجہ غلام الثقلین نے ان اصول کے قائم کرنے میں جن کی رُو سے وہ کسی مدّعیِ نبوت کے سچ یا جھوٹ کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ بڑی غلطی کھائی ہے۔" (ریویو آف ریلیجنز جلد ۴ صفحہ ۳۹۵)

نمبر۲۔ "مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں، مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدّعیِ نبوت میں

کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے“

(ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۷۶)

نمبر۳۔ ”چار باتیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا کے ان معنوں کی تردید میں، جو میں نے بیان کی ہیں پیش کی ہیں۔

نمبر۱ شیطان نے خدا کی عزت کی قسم کھائی کہ وہ سب کو گمراہ کرے گا...... شیطان اپنے اس خیال میں سچا ہو گیا۔ نمبر۲ قوم فرعون ان (بنی اسرائیل) کے بچوں کو قتل کر دیتی تھی۔ نمبر۳ مسیح مصلوب ہوئے۔ نمبر۴۔ خلفا اربعہ اور سبطین میں سے منجملہ چھ کس کے پانچ نفس دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔

بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتا دیں کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے، باقی مدعی نبوت کون کون ہے۔ کیا شیطان مدعی نبوت ہے کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار لڑکے مدعی نبوت تھے، کیا خلفاء اربعہ اور سبطین مدعی نبوت تھے؟ اگر نہیں تو ان باتوں کو امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے“

(ریویو جلد ۵ صفحہ ۲۴۳)

اس بحث میں مولوی صاحب موصوف نے الٰہی نصرت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت میں پیش کیا تھا۔ معترض نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ خلفاء ثلاثہ اور سبطین تو شہید ہو گئے۔ ان کی تو کوئی نصرت نہ ہوئی اور مسیح علیہ السلام بھی مصلوب ہوئے اور بنی اسرائیل کے شیر خوار بچے بھی قتل کیے گئے۔ اس کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب آپ ایک مدعی نبوت کے مقابلہ میں نکلے ہیں۔ سو ان میں سوائے مسیح علیہ السلام کے باقی مدعیِ نبوت کون کون ہیں۔ کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار بچے مدعیِ نبوت ہیں۔ کیا خلفاء ثلاثہ اور سبطین (امام حسنؓ اور حسینؓ) مدعی نبوت ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ان باتوں کو امرِ زیرِ بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

دیکھئے اس بحث میں مولوی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محدّث کی حیثیت میں پیش نہیں کیا تھا۔ خلفاء ثلاثہ اور سبطین کی محدثیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدّث قرار دیا تھا۔ پس اس بحث میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو محض مجدّد اور محض محدّث کی حیثیت میں پیش نہیں کیا بلکہ مدعیِ نبوّت کی حیثیت میں پیش کیا ہے اور اس زمرہ میں داخل قرار دیا ہے۔ جس کے فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور خلفاء ثلاثہ اور سبطین کو اس زمرہ سے خارج بیان کر کے خوب واضح کر دیا ہے کہ یہ مضمون لکھتے وقت مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعیِ نبوت مانتے تھے۔ اس زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب آیتِ قرآنیہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اور آیت من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصالحین کی روشنی میں یہی تلقین فرماتے تھے کہ :-

"ہمیں بھی اس وسیع دُعا کے کرنے کا حکم ہے اور اس کی
قبولیت بھی یقینی ہے۔ مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے مگر
ہم تو اس بات پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔
صدیق۔ شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر
چاہیئے مانگنے والا۔"

{ تقریر مولوی محمد علی صاحب مندرجہ الحکم
۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء صـ ۶ }

مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے سچے معنی

"یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا آپ کے بعد ایسا آ سکتا جس کو نبوت بدوں آپ کے واسطہ سے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپ کے متبعین کامل کے لیے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاقِ کاملہ سے ہی یہ نُور حاصل کرتے ہیں اُن کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہُوا۔"

(ریویو آف ریلیجنز اُردو ماہ مئی ۱۹۰۸ء صـ ۱۸۶)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ نبی ہی کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کی اہمیت جتانے کے لیے بعد میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے کھلم کھلا انکار کر دیا اور اپنے پہلے بیانات کے خلاف یہاں تک لکھ دیا کہ :-

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی
بیخ کنی سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب
پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے۔ اگر تم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے
تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک
غلطی کے مرتکب ہوتے ہو۔"

{ اخبار پیغام صلح جلد ۲ نمبر ۱۱۹
۱۶ر اپریل ۱۹۱۵ء }

اگر اس عبارت میں مولوی صاحب کی حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دینے سے مراد مستقل نبی قرار دینا ہو تو ہم اس کے پہلے سے قائل ہیں کیونکہ ہم تو آپ کو ظلی نبی ہی مانتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴ میں نبوت کی ایک قسم قرار دیا ہے اور صفحہ ۳۲۵ میں لکھا ہے کہ :-

"نبوت اور رسالت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں
میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے
وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت امور غیب
پر مشتمل ہیں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص گفتگو
میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لِکُلٍّ اَن یصطلح
سو یہ خدا کی اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات
کا نام اس نے نبوت رکھا"

پھر مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں :-

"اس امت میں جس قسم کی نبوت ہو سکتی ہے وہ حضرت

علیؓ کو ضرور ملی ہے۔

(النبوۃ فی الاسلام صـ۱۱۵)

یہ عقیدہ مولوی محمد علی صاحب نے قادیان سے لاہور آجانے کے بعد اختیار کیا ہے۔ کیونکہ قادیان میں ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں تو انہوں نے خواجہ غلام الثقلین کے مقابلہ میں حضرت اقدس کو مدعیِ نبوت ہی قرار دیا تھا اور شہید ہونے والے خلفاء ثلاثہ کے مدعیِ نبوت ہونے سے جن میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں صاف انکار کر دیا تھا۔

اسی طرح اپنا عقیدہ بدل لینے پر مولوی صاحب موصوف نے آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اور آیت الذین انعم اللّٰہ علیھم من النّبیین والصّدّیقین والشھداء والصالحین کی تفسیر اپنے پہلے بیان کے خلاف لاہور کے زمانہ میں اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں یہ لکھدی ہے :-

"یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود مقام نبوت بھی اس دعا کے ذریعہ مل سکتا ہے اگر اھدنا الصراط المستقیم کو حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی۔

(بیان القرآن صـ۱۱)

پھر لکھتے ہیں :-

پس مقام نبوت کے لیے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اس شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین

سے ناواقف ہو۔" (بیان القرآن تفسیر سورۃ الفاتحہ)

اصول دین سے ناواقفی

گویا اب دعا کے ذریعہ مقام نبوت ملنے کو مولوی صاحب اپنے پہلے بیان کے خلاف غلطی اور ٹھوکر اور اصول دین سے ناواقفی قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس دعا کے نتیجہ کے متعلق یہ کہہ چکے تھے کہ "اس (دعا۔ ناقل) کی قبولیت بھی یقینی ہے اور مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے ہم تو اس بات پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق، شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے، مگر چاہیئے مانگنے والا۔" (تقریر مندرجہ الحکم ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء)

افسوس ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ پر قادیان میں تو قائم تھے مگر لاہور کے زمانہ میں قائم نہیں رہے اور ہم لوگ خدا کے فضل سے اس عقیدہ پر اب بھی اسی طرح قائم ہیں جیسے کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان کے زمانے میں اس پر قائم تھے۔

مولوی محمد علی صاحب کا پہلا مذہب کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود آیت اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"پس ضروری ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لیے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔"

(لیکچر سیالکوٹ ص۴۲)

اور ایک غلطی کا ازالہ میں حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ
ہر ایک انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس
منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں،
جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔
لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں
پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت
لا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الّا من ارتضیٰ
من رسولٍ سے ظاہر ہے۔ پس مصفّٰی غیب پانے کے
لیے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمتَ علیہم گواہی
دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امّت محروم نہیں۔
اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت
کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔
اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لیے محض بروز
ظلّیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ ص۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان کے مطابق انبیاء میں امر مشترک جس کی رو سے وہ سب نبی کہلاتے رہے صرف اظہار علی الغیب ہے یعنی خدا کی طرف سے اہم امور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع دیا جانا۔ آپ نے امّت کو یہ انعام دئیے جانے کے وعدہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے پانے والے کے لیے نبی ہونا ضروری قرار دیا ہے البتہ یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ موہبت نبوت اب کسی براہِ راست نہیں مل سکتی، بلکہ اس موہبت کے پانے کے لیے صرف بروز ظلّیت اور فنا فی الرسول

کا دروازہ کھلا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضور کی ظلی نبوت بھی دراصل موہبت الٰہی ہے نہ کسبی امر۔ پس مسیح موعودؑ کی نبوت اور پہلے انبیاء کی نبوت میں صرف اس موہبت کے ذریعہ حصول میں فرق ہے نہ کہ نفس نبوت میں۔

پس فاروقی صاحب کا یہ کہنا باطل ہے کہ جس شخص کا تزکیہ کسی انسان کی پیروی سے ہوا ہے اُس میں چونکہ اکتساب کا رنگ آگیا ہے اس لیے اسے نبی نہیں کہہ سکتے .... کہ اس کا نُور آفتاب کے نُور کی طرح اصلی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ خود عکس ہوتا ہے جیسے چاند کا نُور۔

(فتح حق ص۳)

حضرت اقدس نے مسیح موعود اور نبی اللہ کا بلند مقام بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اور عکسی طور پر حاصل کیا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بذریعہ آپؐ کے خاتم النبییّن ہونے کے مسیح موعود نبی اللہ کے لیے صرف شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ ورنہ مسیح موعود نبی اللہ کا مقام آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل کیا ہے نہ کسبی طور پر۔ چنانچہ حضرت اقدس خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی اور میرے لیے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء خیر الوریٰ حضرت مصطفےٰ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ (حقیقۃ الوحی ص۶۲)

اِس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سراسر خدا کا فضل ہے یعنی موہبت۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اس موہبت کے لیے شرط تھی۔ جیسا کہ اس سے پہلے پیش کردہ ایک غلطی کا ازالہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ:-

"اس موہبت کے لیے بروز ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلیت کاملہ سے جو نبوت آپ کو ملی، اسے آپ موہبت ہی قرار دیتے ہیں۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نُور لینے میں قمر ہی ہیں مگر اُمّت کے لیے آپ شمس بھی۔ چنانچہ آپ پر الہام نازل ہُوا یا شمس یا قمر انت منّی وانا منك۔ اے قمر اور اے شمس تیرا یہ مقام میری طرف سے ہے اور اب میرا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔

مؤلّف کی دوسری غلط بیانی

فاروقی صاحب نے اپنے پیش لفظ میں دوسری خلاف واقعہ بات یہ لکھی ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۴ء میں یہ عقیدہ تراشا تھا کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں اور ان کا منکر کافر ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے اس بیان کے خلاف واقعہ ہونے کا اعتراف خود مؤلف فتح حق کے قلم سے صہ پر یوں کرا دیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں:-

"اپریل ۱۹۱۱ء میں میاں محمود احمد صاحب نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے"۔ اس

مضمون میں میاں صاحب لکھتے ہیں "پس نہ صرف
اس کو جو آپ (مسیح موعود) کو کافر تو نہیں کہتا مگر
آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ
وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی
بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے
کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے" پس یہ پہلی
تبدیلی ہے جو میاں محمود احمد صاحب نے اپنے عقیدہ
میں کی"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے انکار کو کفر قرار دینے کا عقیدہ ۱۹۱۴ء میں اپنی خلافت کے زمانے میں اختیار نہیں کیا بلکہ ۱۹۱۱ء میں جبکہ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح تھے آپ کا یہی عقیدہ تھا اور آپ کا یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی اجازت سے ہی رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا تھا۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے نزدیک یہ عقیدہ غلط ہوتا تو آپ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اس کی اشاعت سے روک دیتے۔ آپ کا اس مضمون کو پڑھ لینے کے بعد اس کی اشاعت کی اجازت دینا اس عقیدہ کے ساتھ خود آپ کے متفق ہونے پر روشن دلیل ہے۔

فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں :-

"مسلمانوں کی تکفیر کے اعلان پر میاں صاحب سے یہ
سوال ہوا کہ صرف نبی کا منکر کافر ہوتا ہے کیا آپ

حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے ہیں۔ تو اس پر میاں
محمود احمد صاحب نے یہ اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعود
نبی ہیں۔ یہ دوسری تبدیلی ہے جو میاں محمود احمد صاحب
نے اپنے عقیدہ میں کی۔" (صفحہ ۵۱)

فاروقی صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کو نبی بھی مانتے تھے۔ پس فاروقی صاحب کی یہ بات کہ آپ نے ۱۹۱۴ء میں عنانِ خلافت سنبھالنے پر یہ عقیدے تراشے۔ غلط ہونے کے علاوہ خود اُن کے اپنے بیان کے بھی خلاف ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بعض اور اختلافات

مولوی محمد علی صاحب نے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پریذیڈنٹ اور لاہوری فریق کے امیر تھے۔ حضرت اقدس کو اپنی تحریرات میں بار بار نبی قرار دینے کے بعد لاہور میں آ کر صرف آپ کی نبوت ہی سے انکار نہیں کیا بلکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اور عقائد سے بھی منحرف ہو گئے۔

ولادت مسیح | (۱) چنانچہ مولوی محمد علی صاحب موصوف پہلے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں وہ پادری چٹو پادیہ کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مسیح کی پیدائش ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہوئی تھی
جس میں باپ کا دخل نہ ہوا، اس لیے اُس کو کلمہ کہا گیا۔
کیونکہ وہ معمولی طور پر باپ کے نطفہ سے ماں کے شکم
میں نہ آیا اور وہ اس معمولی طریق سے حاملہ نہ ہوئی
بلکہ خدا کے "کُن" سے حاملہ ہوئی اس لیے اُسے کلمہ کہا۔"

(ریویو جلد ۷ نمبر ا صفحہ ۱۴۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ آپ اپنی عربی تصنیف مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"یہ بات ہمارے عقائد میں داخل ہے کہ عیسیٰؑ اور یحییٰؑ
دونوں خرقِ عادت کے طور پر پیدا ہوئے ہیں اور
اس ولادت میں کوئی استبعادِ عقلی نہیں ہے۔ خدا
نے قرآن مجید میں دونوں کے قصّوں کو ایک ہی سورۃ
میں جمع کر دیا ہے تا کہ پہلا قصّہ دوسرے پر گواہ ہو۔"

پھر اسی جگہ حضرت اقدس یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :۔

"اہلِ بصیرت کے نزدیک دو ہی احتمال ہو سکتے ہیں
یا تو یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے کلمہ سے
پیدا ہوئے یا نعوذ باللہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ
ولد الحرام تھے۔ اور یہ بات ہم قرآن اور انجیل کے
مطابق لکھتے ہیں پس تم کامیابی اور صداقت کا
راستہ مت ترک کرو۔"

اسی طرح آپ نے ۵ رمئی ۱۹۰۴ء کو ایک شخص کے سوال پر فرمایا :۔

"قرآن مجید کے پڑھنے سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح
بن باپ ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔
خدا تعالیٰ نے کَمَثَلِ اٰدَمَ جو فرمایا اس سے بھی ظاہر
ہے کہ اس میں ایک عجوبۂ قدرت ہے جس کے واسطے
آدمؑ کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔"

(بدر ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء صـ۳)

پھر فرماتے ہیں :۔

"ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ مسیح بے باپ تھے۔
اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ ثابت کرتے
ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا
خدا مُردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی
جو خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں
کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج
سمجھتے ہیں۔" (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

مولوی محمد علی صاحب کا نیا عقیدہ

مسیح کا باپ تھا لاہور میں آکر مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ اور خود اپنے پہلے عقیدہ کے خلاف یہ نیا عقیدہ اختیار کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے نطفہ سے تھے۔ چنانچہ آپ نے انگریزی ترجمۃ القرآن اور اُردو تفسیر بیان القرآن میں اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے اور یوسف نجار کو ان کا باپ قرار دیا ہے :

پھر آپ اپنی کتاب "حقیقت مسیح" کے صـ۵ پر لکھتے ہیں :۔

"اگر معجزانہ پیدائش سے یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو قرآن کریم نے یہ کہیں نہیں لکھا، اگر کہا جائے کہ اہلِ اسلام کا عقیدہ یہ ہے تو دعویٰ قرآن کریم سے دلیل دینے کا تھا۔ مگر نہ صرف قرآن کریم میں یہ ذکر نہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے بلکہ کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ملتی۔"

اسی طرح فاروقی صاحب کے والد بزرگوار اور مولوی محمد علی صاحب کے خُسر مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی حضرت مسیح کی بن باپ ولادت کے عقیدہ کے خلاف یہ لکھا کہ :-

"ہم کسی عورت کی نیکی کے ادعا کے باوجود کبھی نہیں مان سکتے کہ وہ بغیر کسی مرد کے حاملہ ہوگئی ہے۔ خواہ وہ عورت کتنی ہی پارسا اور صاحب عفت وعصمت ہو اور خواہ وہ بیت المقدس اور کعبہ کے اندر ہی رہتی ہو، وہ لاکھ دفعہ کہے کہ مَیں بغیر مرد کے حاملہ ہوئی ہوں مگر ہم اسے جھوٹا ہی سمجھیں گے۔ دنیا کی کوئی عدالت خواہ مسلمان ہو یا عیسائی کبھی اس کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتی۔ پس ایک حاملہ عورت پر حسنِ ظن کا تقاضا یہی ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس کا شوہر ضرور موجود ہے جس سے وہ حاملہ ہوئی ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ اس کا کوئی شوہر نہیں عُرفِ عام میں اس کی عزت پر حملہ کرنے والا ٹھہرے گا۔"

(ولادت مسیح ص۲و۳)

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دوسرے تمام مسلمان جو حضرت مسیح کی بلا باپ ولادت کے قائل ہیں بقول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب حضرت مریم صدیقہ کی عزّت پر حملہ کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ یہی وہ تحریف ہے جس سے حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو بچانا چاہتے تھے۔ لیکن افسوس کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے یہ لوگ آپ کے اس مخصوص عقیدہ سے بھی منحرف ہو گئے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ ہوئی تھی۔ جو قرآن سے ثابت ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا فرماتے ہیں کہ "ہم اُن کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں" (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے آزادی کے ان طلبگاروں پر یہ وعید بھی کارگر نہ ہوئی اور انہوں نے اس مسیح موعودؑ کا یہ فیصلہ جسے رسول کریمؐ نے حکم و عدل قرار دیا تھا ردّ کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک آیت آخرین منہم کی تفسیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورہ جمعہ کی آیت و اٰخرین منہم لمّا یلحقوا بہم کی تفسیر میں تحریر فرمایا تھا:۔

"رجل فارس اور مسیح موعود ایک ہی شخص کے نام ہیں
جیسا کہ قرآن شریف نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے
اور وہ یہ ہے کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے

ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اُس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم و تربیت پائیں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لیے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ بہر حال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے۔ جنھوں نے آنحضرت صلعم کو نہیں دیکھا۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۷)

مولوی محمد علی صاحب کا اس تفسیر سے انحراف

خلافتِ حقّہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے انکار کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور اہل پیغام صراطِ مستقیم سے اتنے دور جا پڑے کہ سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات اور تعلیمات کو بالکل چھوڑ بیٹھے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف آیت آخرین منہم کی تفسیر میں اور حدیث "لنالہٗ رجلٌ من فارس" کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تفسیر کے خلاف لکھتے ہیں:-

"حدیث کا منشا یہ نہیں کہ آخرین منہم صرف فارسیوں
میں سے ایک یا چند آدمی ہیں بلکہ یہ آخرین کی مدح
کے طور پر آیا ہے کہ دوسرے لوگ جنھوں نے مجھ سے
براہِ راست تعلیم نہیں پائی بلکہ وہ مجھ سے بعد میں
آئیں گے اور میری تعلیم سے فائدہ اُٹھائیں گے، تو
اُن میں سے ایسے کامل الایمان لوگ بھی ہونگے اور یُوں
آخرین منہم میں کُل اُمّت صحابہ کے بعد اوّل سے لیکر
آخر تک شامل ہیں۔ گویا ایک تو نبی کریم کے صحابہ ہیں،
جن کی تعریف قرآن شریف میں بار بار آچکی اور ایک
آخرین ہیں۔ ان کی تعریف میں آنحضرت نے یہ لفظ فرمائے
کہ ان میں بھی بڑے بڑے کامل الایمان لوگ ہونگے۔
اور یہ آیت نصّ صریح اسبات پر ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُوسرا نبی نہیں آسکتا نہ
حضرت عیسیٰ آسکتے ہیں۔

(بیان القرآن صفحہ ۸۴۸ تصنیف مولوی محمد علی صاحب)

حالانکہ سنہ ۱۹۰۷ء میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تفسیر سے پُورا اتفاق کرتے ہوئے آپ کے ہمنوا ہو کر اس آیت کے متعلق لکھا تھا:-

"نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو ابھی ان
صحابہ میں شامل نہیں ہوئی وہ قوم (جماعت مسیح موعود)
بھی انہی لوگوں کے ہمرنگ اور ان میں بھی اسی طرح

نبی مبعوث ہوگا جو انھیں خدا کی آیات سُنائے گا اور
انھیں پاک بنائے گا اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم
دیگا۔۔۔۔ آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس
فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے انھیں آخرین کہا
گیا ہے۔ یہی وہ لفظ ہے جو بجنسہٖ یا جس کے مترادف
الفاظ اُن تمام پیش گوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں جو مسیح
موعود کے نزول کے متعلق ہیں۔"

پھر آگے چل کر یہ لکھا ہے :۔

" نبیٔ آخر زماں کا ایک نام رجلٌ من ابناءِ فارس بھی
ہے۔"

{ ریویو آف ریلیجنز جلد ۶ نمبر ۳
بابت ماہ مارچ ۱۹۰۷ء }

حضرت مسیح موعودؑ سے مولوی صاحب کا ایک اور اختلاف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

" بعض نادان کہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے اکثر انسان تو
آپ کے نام سے بھی بے خبر ہیں۔ پھر وہ لوگ زلزلوں اور
آتش فشاں پہاڑوں سے کیوں ہلاک ہوئے۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے کثرت گناہوں اور بدکاریوں کی
وجہ سے اس لائق ہو چکے تھے کہ دنیا میں ان پر عذاب
نازل کیا جائے۔ پس خدا تعالےٰ نے اپنی سنت کے

موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا
اور جب وہ نبی مبعوث ہوگیا اور اس قوم کو ہزار ہا اشتہاروں
اور رسالوں سے دعوت دی گئی۔ تب وہ وقت آگیا کہ
ان کو اُن کے جرائم کی سزا دی جاوے۔ اور یہ بات سراسر
غلط ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ میرے نام سے بھی
بے خبر ہیں۔ یہ امر کسی منصف مزاج پر پوشیدہ نہیں رہیگا
کہ عرصہ قریباً بیس برس کا گذر گیا ہے۔ جبکہ میں نے سولہ
ہزار اشتہار دعوت انگریزی میں چھپوا کر اور اس میں
اپنے دعویٰ اور دلائل کا ذکر کرکے یورپ اور امریکہ میں
تقسیم کیا تھا اور بعد اس کے مختلف اشتہارات وقتاً
فوقتاً تقسیم ہوتے رہے اور پھر کئی برس سے رسالہ
انگریزی ریویو آف ریلیجنز یورپ اور امریکہ میں بھیجا
جاتا ہے اور یورپ کے اخباروں میں بارہا میرے دعویٰ
کا ذکر ہوا ہے ...... پس اصل بات یہ ہے جس کو اللہ
تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وَمَا كُنَّا
مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ خدا تعالےٰ
دنیا میں عذاب نازل نہیں کرتا، جب تک اس سے پہلے
رسول نہیں بھیجتا۔ یہی سنت اللہ ہے اور ظاہر ہے
یورپ اور امریکہ میں کوئی رسول پیدا نہیں ہوا۔ پس
ان پر جو عذاب نازل ہُوا صرف میرے دعویٰ کے بعد
ہُوا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۲-۵۳)

اسی طرح حضور فرماتے ہیں :-

"جو شخص غور اور ایمان داری سے قرآن کریم کو پڑھے گا اُس پر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیر و زبر کیے جائیں گے اور سخت طاعون پڑے گی اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا اس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَ ماکنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولاً یعنی ہم کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک عذاب سے پہلے رسول نہ بھیج دیں۔ پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت میں رسول آئے ہیں جیسا کہ زمانہ کے گذشتہ واقعات سے ثابت ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے اور تمام عالم پر محیط ہونے والا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے۔ پس وہی رسول مسیح موعود ہے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

پھر یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہاماً نازل ہوئی ملاحظہ ہو بدر ۱۷-اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ -

لاہور آکر مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر۔	قادیان سے لاہور آکر مولوی صاحب موصوف آیت وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً

کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

"جو لوگ ان الفاظ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں کبھی کوئی عذاب نہیں آتا جب تک پہلے کوئی رسول مبعوث نہ کیا جائے وہ غلطی کرتے ہیں۔ پھر اگر رسول کی ضرورت ہے تو عین اس مقام پر جہاں عذاب آئے۔ مثلاً جنگ کا عذاب یورپ میں آئے یا کوئی بھاری زلزلہ اٹلی میں آئے اور اس سے دلیل یہ لی جائے کہ اس وقت کوئی رسول مبعوث ہو گیا ہے تو پھر ایسے رسول کا ہندوستان میں مبعوث ہونا خدائے حکیم کا فضل نہیں ہو سکتا جس میں حکمت کچھ بھی نہیں۔ وہ رسول یورپ یا اٹلی میں آنا چاہیئے تھا۔ پھر دوسری دقّت یہ ہے کہ ہر رسول کے لیے ایک وقت مقرر کرنا پڑے گا کہ اگر اس کے بعد اتنے عرصہ تک عذاب آئے تو یہ اس کی بعثت کی وجہ سے ہوگا اور اگر اس میعاد کے بعد آئے تو نیا رسول چاہیئے اور اب جو عذاب آرہے ہیں اگر ان کے لیے کوئی نیا رسول پیدا ہونا ضروری ہو چکا ہے تو اب آئندہ رسول کی کب ضرورت ہوگی۔ آیا یہ قانون تیرہ سو سال کا بن جائے گا۔ ایسی باتیں کرنا گویا لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ مذہب علم نہیں بلکہ ایک کھیل ہے۔"

(بیان القرآن صفحہ ۱۱۱۷ و ۱۱۱۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو آیت "وما کنا معذبین حتّٰی نبعث

رسولاً کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرا کر اس کے رُو سے اپنا رسول ہونا تحریر فرمایا تھا اور یورپ، امریکہ اور اٹلی وغیرہ میں زلزل وغیرہ عذابوں کے آنے کا باعث اپنا بطور رسول مبعوث ہونا قرار دیا تھا لیکن صد افسوس کہ مولوی محمد علی صاحب لاہور میں آکر اس امر کو مذہب کو کھیل بنانا قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب میں ایسی باتیں لکھی تھیں چنانچہ ڈاکٹر مذکور نے لکھا تھا کہ :-

"اور خداوند کریم بھلا ایسا باؤلہ ہو گیا ہے کہ تکذیب تو قادیان، بٹالہ، امرتسر میں ہو اور وہ تباہ کرتا پھرے کولمبو، اٹلی، سان فرانسسکو۔ فارموسا اور دیگر بلاد و دیہات کو جن کو آپ کی خبر تک نہیں۔"

(الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو شخص مجھے سچّے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا تم اس میں نخوت، خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزّت سے نہیں دیکھتا۔ اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔"

(اربعین نمبر ۳ حاشیہ صفحہ ۳۴)

لاہوری فریق کی خودسری | اِس ہدایت کے خلاف لاہوری فریق کی خودسری ملاحظہ ہو۔ پیغام صلح جلد۳ نمبر۵ میں لکھا ہے:۔

"اگر امام (مسیح موعودؑ۔ ناقل) بھی ہم سے وہ بات منوانی چاہے جس کی قرآن و حدیث میں سند نہیں تو ہم اُسے نہیں مانیں گے "

حالانکہ اس امام آخرالزماں کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حَکم و عدل قرار دیا ہے اور اہلِ پیغام خود مسیح موعود پر حَکم بننا چاہتے ہیں۔

باب دوم

فاروقی صاحب کی کتاب "فتح حق" کے پیش لفظ کی بعض اہم باتوں پر تبصرہ کرنے کے بعد اب ہم ان کی کتاب کے متن پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں۔

اپنی کتاب کے صفحہ ۲ پر فاروقی صاحب نے "ست بچن" سے یہ عبارت نقل کی ہے:۔

"جو لوگ خدا سے براہِ راست بغیر کسی نبی کی اتباع کے تعلق پیدا کرتے ہیں وہ نبی کہلاتے ہیں اور جو نبیوں کی اتباع کے نتیجہ میں خدا سے تعلّق پیدا کرتے ہیں وہ ولی کہلاتے ہیں" (ست بچن صفحہ ۶۶ و ۶۷)

اس بارہ میں واضح ہو کہ یہ بات عام انبیاء کے لحاظ سے تو درست ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خاتم النبیین کی شان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کا متبع محض ولی ہی نہیں بنتا بلکہ نبی بھی بن سکتا ہے بشرطیکہ دنیا میں ایک نبی کی ضرورت ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کہہ کر بھی پکارا ہے اور نبی کہہ کر بھی۔ ان دونوں ناموں کو سننے سے میرے دل میں نہایت لذّت پیدا ہوتی ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکّب نام سے مجھے عزّت دی گئی اور اس مرکّب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو لیکن ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ اُمّتی ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۸۴)

"اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نبی بھی ہیں اور امّتی بھی نہ کہ محض ولی۔ پس گو دوسرے نبیوں کی اتباع میں صرف ولی ہی پیدا ہو سکتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ولی سے بڑھ کر امّتی نبی بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

فاروقی صاحب کی آیت خاتم النّبیین کی تفسیر

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱ پر آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں خاتم النبیین کے دو معنی کیے ہیں۔ اوّل "آخری نبی" جنھیں وہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی قرار دیتے ہیں اور دوسرے معنی "نبیوں پر مُہر" کیے ہیں اور اُن کی تشریح میں لکھا ہے :-

"خاتم النبیین کے لفظ کے دو ہی مفہوم ہیں اوّل یہ کہ آپ آخری نبی ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ کی اتباع سے وہ کمالات آئندہ بلا انقطاع ملا کریں گے جو پہلے متفرق نبیوں کی وساطت سے ملتے تھے۔" ص۱۰

حضرت مسیح موعود کی تفسیر اس تفسیر کے بالمقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین کے معنی "نبیوں کی مُہر" کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ:۔

"اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لیے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجّہ روحانی نبی تراش ہے یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

ست بچن کی عبارت ص۶۶-۶۷ سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ انبیاء کی اتباع سے ولی بنتے ہیں۔ مگر اس عبارت میں "خاتم النبیین" کا بلند ترین اور انبیاء میں سے ممتاز ترین مقام بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کمالات نبوت بھی ملتے ہیں یعنی ولایت اور محدثیت وغیرہ اور آپ کی توجّہ روحانی "نبی تراش" بھی ہے۔ یعنی آپ کے فیضان سے آپ کا اُمتی مقامِ نبوت بھی پا سکتا ہے اور حضرت اقدس نے یہ اعلان بھی فرما دیا ہے کہ "نبی تراش" ہونے کی قوتِ قدسیہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ "خاتم النبیین" کے فیض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی

کو ولایت کے مقام سے بڑھ کر نبوت کا مقام بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر اس جگہ "نبی تراش" سے مراد "ولی تراش" لی جائے تو "خاتم النبیین" کی خصوصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام انبیاء حقیقتاً شریک ہو جاتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

پس بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کے معنوں میں بھی خاتم النبیین ہیں گو یہ معنی حقیقی معنی نہیں بلکہ حقیقی معنی "نبی تراش" کو لازم ہیں پس آپ آخری نبی اس وصف کے ساتھ ہیں کہ آپ نبی تراش بھی ہیں جس کے یہ معنی ہوئے کہ آئندہ کوئی شخص آپ کی شریعت کی پیروی کے بغیر مقامِ نبوت نہیں پا سکتا۔ لیکن آپ کی شریعت چونکہ قیامت تک ہیگی لہذا آپ شارع انبیاء میں آخری فرد ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ افاضہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

"بجز اس (خاتم النبیین ۔ ناقل) کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں، ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے، جس کے لیے اُمتی ہونا لازمی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۸)

اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

"اس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۲۸)

پس امتِ محمدیہ میں تیرہ سو سال تک اُمتی نبی ایک ہی ہُوا ہے۔ یہ کون ہے ؟
حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ
لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا جو ایک پہلو سے نبی
ہے اور ایک پہلو سے امتی اور وہی مسیح موعود کہلائیگا"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۱۰۱)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کے درمیان گو ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں لیکن امتی نبی اس وقت تک صرف ایک ہی شخص ہوا ہے جو مسیح موعود علیہ السلام ہیں پس مولوی محمد علی صاحب کا یہ کہنا کہ جو نبوت حضرت مسیح موعود کو حاصل ہے وہ حضرت علیؓ کو ضرور ملی، محض حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے انحراف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب یہ ہے کہ :۔

"شریعت لانے والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت
کے نبی ہوسکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو"

(تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۵)

انقطاعِ نبوّت کے متعلّق احادیث کا اجمالی حلّ

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ تا ۱۲ میں تین حدیثیں انقطاعِ نبوت کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ہم ان سب حدیثوں کو صحیح مانتے ہیں۔ لیکن ان سب حدیثوں میں "صرف نبی" کی آمد کا انقطاع مذکور ہے نہ کہ "اُمتی نبی" کی آمد کا انقطاع۔

یہ حدیثیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ میں روک نہیں ہیں کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے امتی۔ حضرت اقدس کا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونا یا بالفاظ دیگر "ظلی نبی" ہونا تو فاروقی صاحب کو بھی مسلّم ہے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور ہم لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ظلّی اور اُمتی نبی ہی مانتے ہیں مستقل اور تشریعی نبی نہیں مانتے۔ یہ الگ بحث ہے کہ "امتی نبی" اور "ظلی نبی" نبی ہوتا ہے یا نہیں؟ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام "صرف نبی" نہیں تو پھر ان حدیثوں کا ہمارے سامنے پیش کرنا جن میں صرف نبی کا انقطاع ہوا ہے دانشمندی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:-

> "مگر اس کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) کامل پیرو "صرف نبی" نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اُس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے۔"
>
> (الوصیت صـ١٦)

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

> "...... ایسی صورت کی نبوت نبوتِ محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوتِ محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایۂ جدید میں جلوہ گر ہوئی ہے یہی معنی اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنی

وہ نبی ہے اور امتی بھی ہے۔ ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے
کی جگہ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے
سے بچ جائے" (الوصیت صفحہ ۱۸و۱۹)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی
پکارا ہے اور نبی کر کے بھی۔ ان دونوں ناموں کے سننے سے
میرے دل میں نہایت لذّت پیدا ہوتی ہے اور مَیں شکر
کرتا ہوں کہ اس مرکّب نام سے مجھے عزّت دی گئی اور
اس مرکب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ
تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ
بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم
اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا
ہے اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۸۴)

پس حدیث لانبی بعدی اور اس قسم کی اور احادیث جو انقطاع نبوت پر دال ہیں حضرت اقدس کے نزدیک امّتی نبی کے آنے میں مانع نہیں۔ کیونکہ امّتی نبی "صرف نبی" نہیں کہلاتا۔ بلکہ امتی اور نبی کے دونو لفظ اس پر اجتماعی حالت میں صادق آتے ہیں۔ اور امتی نبی کے انقطاع کے بارہ میں کوئی حدیث نبوی موجود نہیں۔ بلکہ بعض ایسی احادیث موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امّتی نبی کے امکان پر روشن دلیل ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آیت وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

اور حدیث لا نبی بعدی کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے ؟ اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔ جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اُتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحیِ نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذبِ صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں۔ اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین اور اس آیت میں ایک پیش گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی

رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کرسکے نبوت
کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت
صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص
اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی
طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوتِ محمدی
کی چادر ہے۔ اِس لیے اُس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ
نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبیؐ کے
چشمہ سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لیے بلکہ اُسی کے جلال
کے لیے۔ اس لیے اس کا نام آسمان پر محمدؐ اور احمدؐ
ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمدؐ کی نبوت آخر محمدؐ ہی کو
ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما
کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم ولٰکن
رسول الله وخاتم النّبیین اس کے معنی یہ ہیں
کہ لیس محمّدٌ ابا احدٍ من رجالِ الدنیا ولکن
ھوابٌ لرجال الآخرۃ لانّہٗ خاتم النّبیین
ولاسبیل الی فیوض الله من غیر توسّطہٖ
(ترجمہ: محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) دنیا کے آدمیوں میں سے
کسی کے باپ نہیں۔ لیکن آخرت کے آدمیوں کے باپ
ہیں۔ کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں اور اللہ کے فیوض
کی طرف ان کے توسط کے بغیر کوئی راہ نہیں۔ ناقل)۔
غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد

ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رُو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول کے مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰؑ کے اُترنے سے ضرور فرق آئے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنیٰ لُغت کے رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنیٰ صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفیٰ کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔"

{ ایک غلطی کا ازالہ صہ ۴، ۵
مطبوعہ نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ }

انقطاعِ نبوّت سے متعلّقہ احادیث کا تفصیلی حلّ

پہلی حدیث | پہلی حدیث فاروقی صاحب نے یہ پیش کی ہے :-

انّہٗ سیکون فی اُمّتی ثلٰثون کذّابًا کلّھم
یزعم انّہٗ نبی وانا خاتم النّبیین لانبیّ
بعدی۔ (فتح حق صہ۱)

حدیث ہذا کے حصّہ خاتم النبیین لانبی بعدی کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے اوپر درج کی جا چکی ہے ۔ افسوس ہے کہ کبھی غیر احمدی یہ حدیث حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کے خلاف پیش کیا کرتے تھے ۔ مگر وائے بدقسمتی اب احمدی کہلانے والا لاہوری فریق بھی غیر احمدیوں کی روش پر چل نکلا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اس حدیث کے پیش کرنے والوں کو یہ جواب دیا کرتے تھے کہ کیا تمہاری قسمت میں دجّالوں کا آنا ہی لکھا ہے کسی سچے کے آنے کی خبر نہیں ۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

" کہتے ہیں کہ حدیثوں میں ہے کہ اس امّت میں تیس۳۰ دجال آویں گے تا امّت کا اچھی طرح خاتمہ کردیں ۔ کیا خوب عقیدہ ہے ۔ اے نادانو! کیا اس اُمّت کی ایسی ہی پھوٹی ہوئی قسمت اور ایسی ہی بدطالع ہے کہ اس کے حصّہ میں تیس۳۰ دجال ہی رہ گئے ۔ دجال تو تیس۳۰ مگر طوفانِ صلیب کو فرو کرنے کے لیے ایک بھی مجدد نہ آسکا رہی قسمت ۔ خدا نے پہلی امتوں کے لیے تو پے درپے نبی اور رسول بھیجے لیکن جب اس امت کی نوبت آئی تو تیس دجّالوں کی خوشخبری سنائی گئی۔"
(نزول المسیح ص ۴)

نوٹ :۔ اس جگہ مجدّد کے لفظ سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئیے کہ مسیح موعود نبی نہیں صرف مجدّد ہی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرما دیا ہے :۔

"میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلّیت کاملہ کے وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کی کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح ص۳)

پھر اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"دونوں سلسلوں (سلسلہ موسوی ومحمدی ۔ ناقل) کا تقابل پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوتِ عالیہ کی کسرِ شان نہ ہو۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلّیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلّی طور پر نبوتِ محمدی اس میں رکھ دی تا کہ ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے۔"

(نزول المسیح ص۴)

فاروقی صاحب! مسیح موعود علیہ السلام کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی نواس بن سمعان والی حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ کیا مسیح موعود بھی معاذ اللہ ان دجّالوں میں شامل ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو ہمارے مقابلہ میں آپ کا اس حدیث کو پیش کرنا دانشمندی نہیں۔ بے شک حضرت مسیح موعودؑ بموجب حدیث صحیح مسلم نبی ہیں اور بموجب

حدیث اماکم منکم کے اُمتی ہیں۔ پس مسیح موعود کا بصورت اُمتی نبی کے آنا احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی خدا تعالےٰ نے آپ کو بار بار نبی اور رسول کہا ہے اور کسی جگہ بھی الہام میں یہ نہیں فرمایا کہ آپ نبی نہیں۔ بلکہ آپ کو یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر الہام میں مخاطب بھی کیا گیا ہے اور پھر آپ پر یہ الہام بھی نازل ہوا ہے:۔

"یقول العدوّ لست مرسلاً"

کہ آپ کا دشمن یہ کہے گا آپ مرسل نہیں۔

فاروقی صاحب! کیا آپ اور آپ کا گروہ اعدا میں شامل ہونا پسند کریں گے؟

دوسری حدیث | فاروقی صاحب نے دوسری حدیث یہ پیش کی ہے:۔

قال رسول اللّٰہ لِعَلّی انتَ مِنّی بمنزلۃِ
ھَارونَ من موسیٰ الّا انّہ لانبی بعدی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو (جنگ تبوک پر جاتے ہوئے اور انہیں اپنے پیچھے بطور خلیفہ چھوڑتے ہوئے) فرمایا تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جو مرتبہ حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں حاصل تھا۔ مگر میرے بعد (یعنی میری اس غیر حاضری میں) کوئی نبی نہیں۔

واضح ہے کہ یہ حدیث تو یہ بتانے کے لیے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک پر جانے کے بعد مدینۂ منوّرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مقامی امیر تو ہیں مگر حضور کے مدینہ منوّرہ سے جنگ پر جانے کی وجہ سے آپ کی غیر موجودگی میں نبی نہیں۔ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طُور پر جانے کے وقت ان کی غیر موجودگی میں اُن کے خلیفہ ہونے کے علاوہ نبی بھی تھے۔ اس لیے کسی کو یہ غلطی لگ سکتی تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت علیؓ کو حضرت ہارونؑ کے مرتبہ پر قرار دیا ہے تو وہ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہو گئے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غلط فہمی دُور کرنے کے لیے فرمادیا الّا انّہ لا نبی بعدی۔ کہ میرے غزوۂ تبوک پر جانے پر مدینہ میں میری غیر موجودگی میں میرے سوا کوئی نبی نہیں۔ گویا حضرت علیؓ اس وقت صرف مقامی امیر ہوں گے نہ کہ نبی بھی۔ اسی روائت کے مضمون پر مشتمل ایک روایت مسند احمد بن حنبل میں ہے جس کے الفاظ ہیں:۔

غیر انكَ لست نبیاً الخ

ترجمہ:۔ مگر اے علی تو نبی نہیں۔

پس پہلی روائت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ اے علی میری غزوۂ تبوک پر مدینہ منوّرہ سے غیر موجودگی میں تم مقامی امیر تو ہو مگر تم حضرت ہارونؑ کی طرح نبی ہرگز نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے، اپنی کتاب "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"معنیٰ بعدی ایں جا غیری است چنانچہ در آیت
فمن یھدیہ مِنْ بَعْدِ اللهِ گفتہ اند نہ بعدیتِ
زمانی۔"

ترجمہ:۔ بعدی کے معنی اس جگہ غیری (میرے سوا) ہیں جیسا کہ آیت فمن یھدیہ من بعد اللہ میں کہتے ہیں نہ کہ بعدیت زمانی۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تشریح کے مطابق زیر بحث حدیث میں لا نبی بعدی کے معنی ہیں اس وقت میرے سوا کوئی نبی نہیں نہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

بعدی کے معنی اس جگہ میرے سوا کے لیے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ دلیل دی ہے کہ:۔

"زیرا کہ حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ نماندند تا ایشان را بعدیت ثابت شود۔"

کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے پس ان کے لیے بعدیت زمانی ثابت نہیں۔ لہذا حدیث زیر بحث میں بھی لا نبی بعدی میں بعدیت زمانی مراد نہیں۔ یہ تشریح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اُن لوگوں کے ردّ میں لکھی ہے جو لبعدی سے اس حدیث میں بعدیت زمانیہ مراد لے کر حضرت علی رضؓ کی خلافت بلا فصل پر اس حدیث کو حجّت قرار دیتے ہیں۔

اس موقعہ پر فاروقی صاحب نے لکھا ہے:۔

"بعض لوگ یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ صاحب شریعت نبی تھے اور حضرت ہارون غیر صاحب شریعت۔ مگر اگر یہ صحیح ہو تو آنحضرتؐ[1] صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غیر تشریعی نبی سمجھتے تھے تو پھر الفاظ لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا رتبہ خود ہی تشریح کر دیتا۔" (فتح حق صلا)

فاروقی صاحب کی اگر بعض لوگ سے مراد ہم احمدی جماعت کے افراد ہیں تو ہم حضرت ہارون علیہ السلام کو بے شک شارع نبی تو نہیں سمجھتے مگر مستقل نبی

---

[1] یہ کون کہتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو غیر تشریعی نبی سمجھتے تھے۔ فاروقی صاحب یونہی ایک مفروضہ گھڑ رہے ہیں۔

ضرور سمجھتے ہیں اوران کا مستقل نبی ہونا لاہوری فریق کے احمدیوں کو بھی مسلّم ہے بلکہ فاروقی صاحب تو اب اُنہیں تشریعی نبی قرار دینا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ ذرا سر جھکا کر سوچیں کہ وہ ہمارے خلاف کیا لکھ رہے ہیں؟ یہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے یہ تو خود اُن کے خلاف جاتا ہے۔ کیونکہ جب وہ حضرت ہارون علیہ السلام کو تشریعی اور مستقل نبی جانتے ہیں اور اس وجہ سے لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت بھی انہیں مسلّم ہے۔ تو ہم لوگ اسی طرح انھیں مستقل نبی جاننے کی وجہ سے اس جگہ لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ کوئی شخص حضرت علی رضؓ کو ہارون کے رتبہ پر قرار دیا جانے کی وجہ سے انھیں بقول فاروقی صاحب تشریعی نبی اور بقول ہمارے مستقل نبی نہ سمجھ لے۔ پس اس حدیث کے الفاظ انّہ لانبی بعدی میں تشریعی نبی اور مستقل نبی کے آنے کی نفی ثابت ہوئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام امتی نبی تھے ہی نہیں۔ کہ حضرت علی رضؓ کے امتی نبی ہونے کا احتمال اور غلط فہمی واقع ہوتی۔ صرف مستقل نبی کے ہونے کا ہی احتمال پیدا ہو سکتا تھا جسے دور کر دیا گیا۔

تیسری حدیث | تیسری حدیث فاروقی صاحب نے یہ پیش کی ہے:۔

"عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہٗ انّ رسول اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قالَ اِنّ مَثَلی و مَثَلَ الانبیاءِ مِن قَبْلی کَمَثَلِ رجلٍ بَنٰی بَیتًا فَاَحْسَنَہٗ واَجْمَلَہٗ اِلّا مَوضعَ لبنۃٍ مِن زَاوِیَۃ فَجَعَلَ النّاسُ یطُوْفُوْنَ بِہٖ وَ یَتَعَجَّبُوْنَ لَہٗ ویَقُوْلُوْنَ ھَلاّ وُضِعت ھٰذہ اللبنۃ قَالَ فَانَا اللبنۃ واَنَا خَاتَمُ

النّبیینَ ۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ایک ایسے شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا ۔ پس اسے بہت اچھا بنایا اور خوبصورت بنایا ۔ مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی ۔ سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی ۔ فرمایا مَیں وہ اینٹ ہوں اور مَیں خاتم النبیین ہوں۔ (فتح حق صـ۱۱ـ۱۲)

واضح ہو کہ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال اپنے سے پہلے گذرے ہوئے نبیوں سے دی ہے ۔ یہ سب انبیاء جو آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک گذرے مستقل انبیاء تھے اور یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مستقل انبیاء میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ۔ پس خاتم النبیین میں انقطاع نبوت کا جو مفہوم ہے وہ اس حدیث سے معیّن ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری مستقل نبی ہیں اور کوئی مستقل نبی آپؐ کے بعد تا قیامت نہیں آ سکتا ۔ لیکن ظلّی نبی اور امتی نبی کے آنے میں یہ حدیث روک نہیں اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظلّی نبی اور امتی نبی قرار دیا ہے ۔

محدثین نے اس حدیث کی تشریح میں "محل" سے مراد "محل شریعت" لیا ہے جس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ذریعہ ہوتی ہے ۔ چنانچہ

امام ابن حجر محدّث علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی تشریح میں فتح الباری صحیح بخاری میں لکھا ہے :-

الْمرادُ هنا النَّظرُ إلى الأكمل بالنسبة إلى الشريعة المحمدية مع ما مضى من الشرائع الكاملة۔

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۸)

یعنی مراد اس تکمیل عمارت سے یہ ہے کہ شریعت محمدیہ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل سمجھی جائے۔

علامہ ابن حجر کی اس تشریح کے مطابق اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو آخری اینٹ صرف شریعت لانے والے نبیوں میں سے شریعت کی تکمیل کرنے کے لحاظ سے آخری شارع نبی قرار دینے کے لیے کہا گیا ہے۔

فاروقی صاحب انقطاع نبوت کے متعلق یہ تین حدیثیں پیش کرنے کے بعد اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق ہماری طرف سے پیش کی جانے والی دو حدیثوں کا صرف ترجمہ درج کرتے ہیں اور ہمارے استدلال کو ردّ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق پہلی حدیث فاروقی صاحب مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ہماری طرف سے پیش کی جانے والی پہلی حدیث کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں :-

"نبی علّاتی بھائی ہوتے ہیں ان کی مائیں مختلف ہوتی ہیں اور ان کا دین ایک ہے اور میں سب سے زیادہ قریب ہوں عیسٰی بن مریم سے میرے اور اس کے درمیان

کوئی نبی نہیں ہُوا اور وہ ضرور نازل ہونے والا ہے۔
پس جب تم اس کو دیکھو ......"
(فاروقی صاحب نے باقی حصّہ کا ترجمہ نہیں کیا: ناقل)

اس کے بعد لکھتے ہیں :۔

"یہاں عیسٰی بن مریم سے مراد بنی اسرائیلی نبی ہیں۔کیونکہ شروع اس حدیث کا یوں ہوتا ہے کہ انبیاء علاتی بھائی ہوتے ہیں اب ظاہر ہے کہ مسیح موعود جو اس امّت کا ایک فرد ہے (کیونکہ حضرت عیسٰی تو وفات پا چکے اور مرنے کے بعد پھر کوئی اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا) وہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کا بھائی نہیں کہلا سکتا بلکہ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرزندی ہے۔کیونکہ روحانی طور پر سب امّت کے لوگ آپ کی فرزندی میں داخل ہیں اور جب وہ ضرور نازل ہونے والا ہے کہا گیا تو "وہ" کی ضمیر مثیل عیسٰی بن مریم کی طرف جائے گی۔"

(فتح حق صـ۱۲)

الجواب ہم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات کی روشنی میں اس حدیث نبوی کو صرف امت محمدیہ کے مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق یقین کرتے ہیں نہ کہ "انّہ نازل" سے پہلے کے حصّہ کو مسیح اسرائیلی علیہ السلام سے متعلق۔ اور "انّہ نازل" کے الفاظ سے مسیح موعود سے متعلق۔ لہذا ہمیں "انّہ نازل" میں انّہ کی ضمیر غائب کو ضمیر مثل قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہمیں اور فاروقی صاحب دونوں کو یہ مسلّم ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی وفات پاچکے ہیں لہٰذا اس حدیث میں جس عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، ہمارے نزدیک امتِ محمدیہ کا مسیح موعود ہی ہے اور یہ حدیث انا اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم سے لیکر آخری الفاظ تک امت محمدیہ کے مسیح موعود سے ہی متعلق ہے۔ اور اس میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ بطور استعارہ امتِ محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم اور صحیح مسلم کی حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامّکم منکم میں "ابن مریم" کے الفاظ ہم دونوں کے نزدیک بطور استعارہ مسیح موعود کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ جس پر قرینہ قویّہ امامکم منکم اور فامّکم منکم کے الفاظ ہیں کہ یہ ابن مریم اے امتِ محمدیہ تم میں تمھارا امام ہوگا نیز جیسا کہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث یوشك من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماماً مهدیاً حکماً وعدلاً (جلد ۲ بروایت ابوہریرہ) الخ میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ ہم دونوں کے نزدیک امت محمدیہ کے مسیح موعود سے ہی متعلق ہیں۔ جس پر قوی قرینہ اماماً مهدیاً کے الفاظ ہیں پس جس طرح پہلی دو حدیثوں میں "ابن مریم" کے الفاظ امت محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعارہ ہیں اور تیسری حدیث میں "عیسیٰ ابن مریم" کے الفاظ بھی امتِ محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعارہ ہیں۔ اس سے فاروقی صاحب کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح زیر بحث حدیث انا اولی الناس بعیسی ابن مریم میں عیسیٰ ابن مریم کے الفاظ اُمت محمدیہ کے مسیح موعود کے لیے استعارہ ہیں جس پر انا اولی الناس اور انه نازل کے الفاظ قرینہ قویّہ ہیں۔

فاروقی صاحب کا یہ شبہ باطل ہے کہ اس حدیث میں مذکور عیسٰی ابن مریم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا علاتی بھائی قرار دیا ہے اس لیے عیسٰی بن مریم سے مراد اس جگہ مسیح اسرائیلی ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نبی قرار دیا ہے۔ امتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو اس حدیث میں نبی نہیں کہا۔ یہ شبہ اس لیے باطل ہے کہ انبیاء کو علاتی بھائی قرار دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر بحث میں عیسٰی ابن مریم کو اپنا علاتی بھائی قرار نہیں دیا۔ بلکہ انا اولی الناس بعیسی ابن مریم کہہ کر اسے اپنا روحانی فرزند قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (احزاب ع)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنین سے اُن سے تعلق رکھنے والے دوسرے آدمیوں کے بالمقابل قریب ترین تعلق ہے اور آپ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں پس جس طرح النبی اولی بالمؤمنین سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مومنین کے روحانی باپ ہیں اور آپ کی ازواج مومنوں کی روحانی مائیں۔ اسی طرح حدیث زیر بحث میں مذکور عیسٰی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا انا اولی الناس بعیسٰی ابن مریم اس بات پر نص قطعی ہے کہ یہ عیسٰی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی وجہ سے آپؐ کا روحانی فرزند ہے اور اسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مثیل ہونے کی وجہ سے استعارۃً عیسٰی ابن مریم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا دوسرے تمام انبیاء کا باہمی تعلق تو اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاتی بھائیوں کا سا قرار دیا ہے اور امت محمدیہ میں نازل ہونے والے عیسٰی بن مریم مسیح موعود کا اپنے ساتھ تعلق فرزندی کا بیان

کیا ہے۔ ہاں حدیث ہذا کے منطوق سے یہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود نبی ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء سے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علاتی بھائی کا سا رشتہ رکھتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ روحانی فرزند ہے۔ حدیث ہذا کے الفاظ لم یکن بینی وبینہ نبی میں لم یکن بصیغۂ ماضی موعود عیسیٰ کی نبوت کے یقینی تحقق کے لیے لایا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ امت کے مسیح موعود کا نبی ہونا خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے ہی مقدر ہو چکا ہے۔ اسی لیے صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں جو حدیث اس مضمون کی وارد ہے اس میں انّہ لیس بینی وبینہ نبیٌّ کے الفاظ بطور جملہ اسمیہ آئے ہیں کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضؓ صحیح بخاری کی اسی حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں :-

"حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ناقل) خدا کے مرسل ہیں وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے۔ جس میں آنے والے کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔" (اخبار بدر جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

مگر فاروقی صاحب اپنے اس مسلّم خلیفۃ المسیح سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں :-

"بخاری والی حدیث میں لفظ نبی اللہ کا آنے والے مسیح کے متعلق استعمال نہیں ہوا۔" (فتح حق صفحہ ۱۳)

پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی نبوت زیر بحث ہے تحریر فرماتے ہیں :-

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ بصیرت عطا کرے گا وہ مجھے پہچان لیگا کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاءؐ نے نبی اللہ رکھا ہے۔
(نزول المسیح صفحہ ۴۸)

پھر تحریر فرماتے ہیں:-

"احادیثِ نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابنِ مریم کہلائے گا۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اور آگے چل کر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرہ سو سال میں مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امورِ غیبیہ بر کثرت سے اطلاع دیئے جانے کی وجہ سے جس سے آپ کے نزدیک ایک شخص نبی کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے اپنے آپ کو نبی کا نام پانے کیلئے ایک مخصوص فرد قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں:-

"اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لیے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے اُن بزرگوں کو اس نعمت کے پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

حضور کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ امتِ محمدیہ میں تیرہ سو سال میں مسیح موعود تک کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور احادیثِ نبویہ مسیح موعود کو ہی نبی قرار دیتی ہیں اس سے پہلے کے کسی امتی بزرگ کو نبی قرار نہیں دیتیں۔ یہ مضمون حدیث نبوی انہ لیس بینی و بینہ نبیّ سے بھی ماخوذ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور ان دوسری احادیث نبویہ کے بھی مطابق ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مسیح موعود کو نبی کہا ہے۔ نہ کسی اور کو۔

پس زیرِبحث حدیثِ نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیاء کا ایک ہی دین یعنی دین توحید قرار دیکر اس دین کو انکا روحانی باپ قرار دیا ہے اور ان کے زمانوں کو جدا الگ الگ ہیں مجازی مائیں قرار دیکر انہیں باہم علاتی بھائی قرار دیا ہے اور مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا روحانی فرزند ظاہر کرکے نبی قرار دیکر انبیاء کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ اس روحانی فرزند کو انبیاء کے زمرہ کا فرد قرار دینے کی وجہ سے اگر کوئی شخص اس موعود عیسیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی فرزندی کی نسبت کے علاوہ علاتی بھائی کی نسبت بھی قرار دے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد بعض آنے والے اُمتی بزرگوں کو اپنا بھائی بھی قرار دیا ہے چنانچہ عارف ربّانی سیّد عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "الانسان الکامل" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث درج فرماتے ہیں:۔

وَاشوقاہُ الی اخوانی الذین یأتون بعدی

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ان تمام بھائیوں کا بڑا اشتیاق ہے جو میرے بعد آئیں گے۔

اس حدیث کی تشریح میں سیّد موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔

"فهؤلاء الانبياء الاولياء يُرِيْدُ بذالك
نبوة القرب والاعلام والحكم الالٰهي لا
نبوّة التشريع لانّ نبوة التشريع انقطعت
بمحمد صلى الله عليه وسلم۔

(الانسان الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۰۹)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بھائی جو آپ کے بعد آئیں گے انبیاءِ اولیاء ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے یہ ہے کہ انہیں وہ نبوت حاصل ہوگی جو درجۂ قرب ہے جس میں ان پر امورِ غیبیہ ظاہر کیے جائیں گے اور انھیں خدائی حکمتیں بتائی جائیں گی۔

پس یہ بزرگ انبیاء الاولیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی وجہ سے آپ کے روحانی فرزند بھی ہیں اور نبوت القرب پانے کی وجہ سے آپ کے علّاتی بھائی بھی ہیں کیونکہ ان کا دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اصولؒ فروع میں ایک ہی ہے اور مائیں الگ الگ ہیں یعنی الگ الگ زمانوں میں ظاہر ہونے والے ہیں۔

مسیح موعود کی نبوت سے متعلق دوسری حدیث فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔

" ایک اور حدیث نواس بن سمعان کی وہ مشہور حدیث ہے
جس میں عیسٰی ابن مریم نبی اللہ کا ذکر دمشق کے مشرقی منارہ
پر ہے" (فتح حق صہ ۱۲)

(نوٹ :۔ "منارہ پر" غلط ترجمہ ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "منارۃ البیضاء کے پاس نازل ہوگا" محمد نذیر)

حدیث کا یہ مضمون درج کر کے فاروقی صاحب لکھتے ہیں :۔

"ظاہر ہے اس پیشگوئی کے اندر استعارہ اور مجاز غالب ہے اس حدیث میں ابن مریم کا لفظ (ہے ناقل) سوائمہ سلف نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ نبی ہونے کی حالت میں دنیا میں آئیں گے بلکہ برعایت ختم نبوت یہی معنی ہیں کہ وہ نبی ہو کر نہیں آئیں گے۔"

(فتح حق صـ۱۲ و ۱۳)

فاروقی صاحب کو اپنی کتاب کے صـ۱۳ پر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث میں امت محمدیہ کے موعود عیسیٰ کا ہی ذکر ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ کہا ہے۔ چونکہ اس سے مسیح موعود کی نبوت صاف ثابت ہو جاتی تھی اس لیے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی خاطر فاروقی صاحب نے ائمہ سلف کی طرف صریح غلط بیانی سے یہ بات منسوب کر دی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں آنے والے عیسیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ "وہ نبی ہونے کی حالت میں دنیا میں نہیں آئینگے"۔ حالانکہ آئمہ سلف نے یہی تسلیم کیا ہے کہ نازل ہونے والا عیسیٰ ضرور نبی اللہ ہوگا اور وہ مسلوب النبوۃ ہو کر نہیں آئے گا۔ کیونکہ کسی نبی سے نبوت کا سلب کیا جانا آئمہ سلف کو مسلّم نہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صـ۴۳۱ میں علمائے سلف کے قول کی بنا پر لکھتے ہیں :۔

" من قال بسلب نبوتہ فقد کفر حقاً کما ذکرہ السیوطی ۔"

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت نازل ہونے پر سلب ہو جائے گی وہ پکا کافر ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے یہ بات بیان

کی ہے۔

اسی طرح فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

لا منافاۃ بین ان یکونَ نبیّاً و یکون متابعاً لِنَبِیِّنا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فِی بَیَانِ اَحْکَامِ شَرِیعتہٖ و اِتْقَانِ طَرِیْقَتِہٖ وَ لَوْ بِالْوَحیِ اِلیہ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے اور اُن کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آپ کی شریعت کے احکام بیان کرنے اور آپ کے طریقوں کو پختہ کرنے میں کوئی منافاۃ نہیں خواہ وہ یہ کام اپنی وحی سے کریں جو ان پر نازل ہو (گویا اُن کے نزدیک وہ نبی بھی ہونگے اور امتی بھی اور نبوت اُن سے سلب نہیں ہوگی)

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عیسیٰ علیہ السلام ینزل فینا حکماً من غیر تشریعٍ وھو نبیٌّ بلا شک"

یعنی عیسےٰ علیہ السلام ہم میں بغیر نئی شریعت کے حَکَم ہونگے اور وہ بلا شک نبی ہونگے۔ واضح رہے کہ حضرت محی الدین علیہ الرحمۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بروزی نزول کے ہی قائل ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وجب نزولہ فی اٰخر الزمان بتعلقہ ببدنٍ آخرَ۔" (تفسیر شیخ اکبر برحاشیہ عرائس البیان)

کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کسی دوسرے بدن کے

تعلق سے ہوگا۔

پس فاروقی صاحب کا یہ بیان غلط ہے کہ :۔

"ائمہ سلف نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ حضرت عیسٰے نبی ہونے کی حالت میں دنیا میں آئیں گے"

(فتح حق صفحہ ۱۲ و ۱۳)

فاروقی صاحب لکھتے ہیں :۔

"درحقیقت مجددوں والی حدیث ختم نبوت، پر قطعی دلیل ہے ۔کیونکہ اگر کچھ نبی بھی آنے والے ہوتے تو مجددوں کا وعدہ نہ دیا جاتا۔ وعدہ ہمیشہ افضل چیز کا دیا جاتا ہے"

اس کے جواب میں واضح ہو کہ مجددیت منافی نبوت نہیں۔ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے انبیاء بنی اسرائیل کو موسوی دین کے مجدد ہی قرار دیا ہے۔

اور ختم نبوت امتی نبی کے آنے میں مانع نہیں اگر اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام منافی سمجھتے تو کبھی یہ دعوٰے نہ کرتے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے امتی۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

"ابوبکرٍ افضلُ ھٰذہِ الامّۃِ الّا یکونَ نبیٌّ ۔"

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صفحہ ۴)

کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہیں بجز اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔

پس اِلَّا اَنْ یکون نبی کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجدد امت کے نبی ہونے کا امکان منافی ختم نبوت قرار نہیں دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب نزول المسیح میں اپنے تئیں مجدد بھی قرار دیتے ہیں اور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیأ نے نبی اللہ رکھا ہے" (نزول المسیح ص۴۸)

پس فاروقی صاحب کا احادیث نبویہ میں مسیح موعود کے لیے نبی اللہ ہونے کے الفاظ سے انکار دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات سے انحراف ہے جن میں حضور احادیث نبویہ کی بنا پر مسیح موعود کو نبی کہلانے کا مستحق قرار دیتے ہیں اور نیز سو سال میں کسی مجدد امت کو نبی کا نام پانے کا مستحق قرار نہیں دیتے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

فاروقی صاحب نے فتح حق ص۱۴ پر آیت اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں اس کی قبولیت کا ذکر آیت ومن یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیّین والصدّیقین والشھداء والصالحین (سورۃ النساء ۷۰/۶۹) میں درج شدہ قرار دے کر لکھا ہے کہ :۔

"یہاں یوں نہیں فرمایا کہ وہ نبی صدیق وغیرہ ہو جاتے ہیں بلکہ فرمایا ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں یعنی ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں"

پھر دوسری جگہ فرمایا :۔

"وَالذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم

الصدّیقون والشہداءُ عند ربّھم لھم
اجرھم ونورھم (سورۃ حدید $\frac{57}{19}$)

"جو لوگ اللہ اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہی اپنے ربّ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اُن کے لیے ان کا اجر اور نُور ہے۔"

یہ آیت پیش کرنے کے بعد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔

"پہلی آیت میں نبی کا ذکر کیا اس لیے انعم کا لفظ تھا، کیونکہ نبوّت موہبت ہے دوسری آیت میں نبی کا لفظ نہیں ہے اس لیے صدیقیت اکتساب ہے۔"

(فتح حق صـ۱۴)

جواباً گذارش ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے قادیان کے زمانہ میں پہلی دو آیتوں کی تفسیر میں بیان فرمایا تھا۔

"ہمیں بھی یہ وسیع دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے مگر ہم تو اس بات پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق، شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا۔" (اخبار بدر ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ء)

فاروقی صاحب! افسوس کہ آپ لوگ اس بات پر قائم نہیں رہے کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے اور اب آپ ان آیات کے وہ معنے لے رہے جو مخالف کیا کرتا ہے اور جن کے جناب مولوی محمد علی صاحب قادیان کے زمانہ میں مخالف تھے۔

فاروقی صاحب! آپ نے کہا ہے:۔

"پہلی آیت میں نبی کا ذکر کیا اس لیے انعم کا لفظ تھا۔ کیونکہ نبوت موہبت ہے۔"

مگر آپ نے یہ خیال نہیں کیا کہ انعم اللہ علیھم کے بیان میں اس جگہ صرف نبیوں کا ہی ذکر نہیں۔ صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کا بھی ذکر ہے اور ان سب کے لیے انعم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پس دراصل یہ سارے مراتب ہی موہبت ہوئے۔ اسی لیے تو اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ " ذالك الفضل من الله" کہ یہ سب مراتب اللہ کا فضل ہیں۔

فاروقی صاحب نے جب ساتھ ہونے کے معنی اس آیت میں یہ کیے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور صالحین کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اس آیت میں معیّتِ زمانی اور مکانی مراد نہیں۔ زمانی اور مکانی معیت کے علاوہ ایک معنی مع کے معیت فی المنزلۃ ہیں۔ یعنی مرتبہ میں ساتھ ہونا۔ پس اگر فاروقی صاحب مع کے معنی ہمرنگ ہونا کریں تو اس سے مراد بھی مرتبہ میں ساتھ ہونا ہی لی جا سکتی ہے۔ یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے گروہوں میں داخل نہیں ہونگے۔ بلکہ ان میں صرف ان کا معمولی سا رنگ ہی پایا جائے گا۔ کیونکہ دوسری آیت ان الذین اٰمنو باللہ ورسلہ اولٰئك ھم الصدیقون والشھداء کے مطابق صدیق۔ شہید دوسرے انبیاء پر ایمان لانے والے بھی بن جاتے ہیں تو سیدالانبیاء فخر المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ثمرہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ صدیقوں، شہیدوں کا معمولی سا رنگ لیں گے

اور خود صدیق شہید نہیں بنیں گے۔ بلکہ سب صدیقوں شہیدوں کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نہ صرف یہ کہ صدیق شہید بن سکتے ہیں۔ بلکہ وہ سب پچھلے صدیقوں شہیدوں کے رنگ میں کامل طور پر رنگین ہو کر ان کے کمالات کے جامع ہو سکتے ہیں۔ چونکہ آیت فاولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین والشهداء والصالحین میں چاروں گروہ ایک دوسرے پر عطف کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ لہذا معیت کے لحاظ سے سب کا ایک ہی حکم ہوگا یعنی جب صدیقوں، شہیدوں، صالحین کی معیت پانے سے مراد کم از کم ان کے گروہ کا فرد بن جانا ہے۔ تو النبیین کی معیت سے مراد کم از کم یہ امر ہوگا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے آپ کا کوئی امتی انبیاء کے گروہ کا فرد بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا یہ مفہوم ہوگا آپ کا کوئی امتی انبیاء کے گروہ کا فرد ہونے کے ساتھ ان کے رنگ میں کامل طور پر رنگین ہو کر ان سب کے کمالاتِ نبوت کا جامع بھی ہو سکتا ہے۔

علامہ راغب نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے" الحقه الله بالذین تقدمهم لمن انعم الله علیهم فی المنزله والثواب النبی بالنبی والصدیق بالصدیق والشهید بالشهید والصالح بالصالح۔

(تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ خدا تعالیٰ اور آں حضرت کی اطاعت کرنے والوں کو خدا نے مرتبہ اور ثواب میں پہلے انعام یافتہ لوگوں سے ملا دیا ہے۔ اس امت کے نبی کو نبی سے ملا دیا ہے اور صدیق کو صدیق سے ملا دیا ہے اور شہید کو شہید سے ملا دیا ہے اور صالح کو صالح سے ملا دیا ہے۔

پس دونوں زیرِ بحث آیتوں کی تفسیر کا ماحصل یہ ہے کہ عام رسولوں کی اطاعت سے انسان بڑے سے بڑا درجہ صرف صدیقیت کا ہی پا سکتا تھا جو کہ ولایت کا ہی ایک مرتبہ ہے۔ لیکن چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں اس لیے نبی بننے کا شرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور امتی ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تحریر فرمایا :۔

"ہمارا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی اُمّت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسٰی کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ اُمّتی ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۸۴)

نیز خاتم النبیین کی تشریح میں تحریر فرمایا کہ :۔

"آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجۂ روحانی نبی تراش ہے۔ یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صـ۹۷)

اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ :۔

"بجز اس (خاتم النبیین۔ ناقل) کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صـ۲۸)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ جمعہ کی آیت و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم کی تفسیر میں اپنے حق میں تحریر فرمایا کہ :۔

"یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت، ایک پیشگوئی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۷)

باب سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی نبوت سے متعلق تدریجی انکشاف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام تحریرات کو مدّنظر رکھنے سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ آپ پر اپنی نبوت اور اپنی شان کے متعلق یکدم پُورا انکشاف نہیں ہوا بلکہ تدریجاً انکشاف ہوا ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے لٹریچر میں آپ خدا تعالیٰ کے اُن الہامات کی جن میں آپ کو نبی اور رسول قرار دیا گیا تھا یہ تشریح فرماتے تھے کہ اس سے مراد محدّثیت۔ جزوی نبوّت اور نبوّت ناقصہ ہے۔ یعنی اس زمانہ میں آپ اپنے آپ کو مروّجہ تعریفِ نبوّت کی رُو سے جس میں احکام جدیدہ لانا یا کسی نبی کا اُمتی نہ ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا، نبی قرار نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے لیے الہامات میں نبی رسول کے الفاظ کی یہ تاویل فرماتے تھے کہ آپ ایک محدّث ہیں اور خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں اور محدثیت نبوت سے شدید مشابہت رکھتی ہے اس لیے محدث ہونے کی وجہ سے آپ کو نبی کا نام دیا گیا ہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء اور اس کے بعد کی تحریروں میں آپ نے اپنی نبوت کی یہ تاویل خدا تعالےٰ کے صریح الہامات کی روشنی میں ترک فرما دی کہ آپ محض محدّث ہیں۔ اور اپنے تئیں صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ قرار دیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔

فاروقی صاحب نے حضرت اقدس کے اپنی نبوّت کو محدثیت مراد لینے سے متعلق ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کچھ عبارتیں اپنی کتاب میں پیش کی ہیں۔ جن میں سے ایک عبارت "ازالہ اوہام" ص۲۳۹ سے یہ نقل کی ہے:۔

"آنے والے مسیح کو اُمتی کر کے پکارا ہے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے اور حدیث علماء امّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل میں اشارۃً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدّث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔"

(فتح حق ص۱۵ و ۱۶)

اور دوسرا حوالہ ازالہ اوہام ص۵۷۵ سے پیش کیا ہے جو یہ ہے:۔

"اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا۔ تو پھر باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہوسکتا اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃِ نبوّتِ محمّدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوتِ تامّہ نہیں رکھتا، جس کو دوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین کے وجود میں داخل ہے جیسے جزو کل میں ہوتی ہے۔" (فتح حق ص۱۷ و ۱۸)

تیسرا حوالہ فتح حق صنہ پر مجموعہ اشتہارات حصّہ اوّل صےؔ ۹ سے بہ نقل کیا ہے :-

" تمام مسلمانوں کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدّث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدّثیت جزوی نبوّت ہے یا یہ کہ محدّثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے اُن کے لغوی معنوں کے لحاظ سے بیان کیے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلّا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صےؔ ۱۳ پر لکھ چکا ہوں ۔میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اِسی میں تمام بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ سمجھ لیں۔کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیّت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدّث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکلّم مراد لیتے ہیں..... الخ

بے شک ان عبارتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آغاز دعویٰ سے لیکر ایک وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے الہامات میں اپنے متعلق نبی اور رسول کے الفاظ کی یہ تاویل فرماتے رہے کہ آپ ایک محدّث ہیں اور جزوی نبوّت یا ناقصہ نبوّت رکھنے کی وجہ سے مجازی طور پر آپ کو نبی کا نام دیا گیا ہے لیکن حضور کی بعد کی تحریرات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بعد میں آپ پر ایک ایسا زمانہ آیا جس میں الہاماتِ متواترہ کی روشنی میں آپ نے اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب پانے والا قرار دیا ہے اور پھر اس زمانہ میں لفظ نبی کی تاویل کبھی محدّث یا جزدی یا ناقص نبی نہیں کی۔ ہاں یہ درست ہے کہ آپ نے اس زمانہ میں بھی نہ اپنے آپ کو جدید شریعت لانے والا نبی قرار دیا ہے اور نہ مستقل نبی، بلکہ ہمیشہ ظلّی نبی یا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہی قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بھی تھے۔

تعریف نبوّت میں ترمیم و تبدیلی

حضور کے عقیدہ میں اس تبدیلی یعنی نبی اور رسول کی تاویل محدّث یا جزدی نبی یا ناقص نبی کے ترک کرنے کا موجب یہ بات ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ کے نزدیک نبوت کے متعلق اسلام کی اصطلاح یہ تھی کہ:۔

"چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبیٔ سابق کی اُمّت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ہشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی

(یعنی آپ کی نبوت کے بھی - ناقل) یہ معنی نہ سمجھیں کیونکہ
ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین
بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے
ہیں کہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور
قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔" (مکتوب ۷ ار اگست ۱۸۹۹ء)

اس تعریف نبوت سے ظاہر ہے کہ آپ اس وقت نبی کے لیے یہ شرط ضروری سمجھتے تھے کہ اگر وہ شریعت یا احکام جدیدہ نہ لائے تو کم از کم وہ کسی دوسرے نبی کا امتی نہیں کہلاتا اور بلا استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ یہ رسمی تعریف نبوت آپ پر صادق نہیں آتی تھی اس لیے آپ اس تعریف کے ماتحت اپنے آپ کو نبی قرار نہیں دیتے تھے اور اپنے الہامات میں نبی اور رسول کی یہ تاویل کر لیتے تھے کہ آپ صرف محدّث ہیں یا جزوی نبی - اور گو اس زمانہ میں بعض الہامات آپ کے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہونے کا اشارہ کر رہے تھے۔ مگر آپ اپنے آپ کو پورا نبی نہ سمجھنے کی وجہ سے اُن الہامات کی بھی یہ تاویل فرما لیتے تھے کہ آپکو حضرت عیسٰے علیہ السلام پر محض ایک جزوی فضیلت حاصل ہے جو ایک غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن بعد میں خدا تعالیٰ بارش کی طرح وحی سے آپ پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ نے صریح طور پر نبی کا خطاب پایا ہے تو آپ اپنے پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہے اور اس میں تبدیلی فرمالی۔ کیونکہ اس زمانہ میں آپ پر صریح لفظوں میں یہ الہام بھی نازل ہو چکا تھا کہ:۔

"مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔" (کشتی نوح مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

اس سے آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ آپ اپنی تمام شان میں مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اس امر کو سمجھنے کے لیے حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸ تا ۱۵۵ ملاحظہ کیا جائے
پس یہ امر سمجھ لینے کے بعد کہ آپ اپنے الہامات میں صریح طور پر نبی قرار دیئے گئے

ہیں۔ اور مسیح بن مریم سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کے الفاظ کی وہ تاویلات ترک کر دیں جن کا پہلے ذکر آچکا ہے اور یہ سمجھ لیا کہ معروف تعریف نبوّت دراصل قابلِ ترمیم ہے اور ایک اُمّتی بھی نبی ہو سکتا ہے گو وہ شریعت جدیدہ نہیں لاتا اور نہ شریعت سابقہ کے کسی حکم کو منسوخ کرتا ہے۔ نبی کے لیے کسی دوسرے نبی کا امّتی نہ ہونا ضروری شرط نہیں چنانچہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے نبوّت کی جو تعریف کی وہ یہ ہے :۔

تعریفِ نبوّت میں ترمیم:

"میرے نزدیک نبی اُسی کو کہتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ کا کلام قطعی اور یقینی اور بہ کثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اس لیے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۶)

"نبی اُسی کو کہتے ہیں" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ نبی کی یہ تعریف حصریہ الفاظ میں کی جا رہی ہے یعنی اس تعریف کے علاوہ نبی کی کوئی اور جامع مانع تعریف نہیں ہے۔ اس جامع مانع تعریف کے ماتحت آپ نے اپنے آپ کو نبی قرار دیا ہے کیونکہ یہ تعریف آپ پر صادق آتی تھی اس میں نبی کے لیے کسی نبی کا امتی نہ ہونا ضروری قرار نہیں دیا۔

نیز اسی زمانہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیّت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھُلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوّت کے نام سے موسوم ہوتا ہے

جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔"

(الوصیت ص۱۶ مطبوعہ نظارت مقبرہ بہشتی ربوہ)

الوصیّت کی اس تعریفِ نبوّت کے مطابق حضرت اقدس نبیوں کی اس متفق علیہ تعریف کے رُو سے اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ پھر اسی زمانہ میں اپنی تقریر حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو زبردست پیشگوئیاں ہوں۔ مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔"

(تقریر حجۃ اللہ مندرجہ الحکم ۶ مئی ۱۹۰۸ء)

اس تعریف سے ظاہر ہے کہ اب آپ اسلامی اصطلاح کے مطابق بھی اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ پھر اس زمانہ میں آپ اپنے مخالفین کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

"آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوّت رکھتا ہوں۔ وَلِكُلٍّ اَنْ يَّصْطَلِحَ۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

اس تعریف کی روشنی میں آپ نے اپنے آپ کو خدا کے حکم اور اصطلاح کے مطابق نبی قرار دیا ہے۔ پھر اسی زمانہ میں آپ چشمۂ معرفت ص۳۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس

لفظ سے مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں، جو
بکثرت امورِ غیب پر مشتمل ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں
سو ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح استعمال
کرسکتا ہے۔ لِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ۔ سو خدا کی یہ اصطلاح
ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت
رکھا۔"

اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱ میں آیت لا یظھر علی غیبہ احداً
اِلّا من ارتضیٰ من رسول کی روشنی میں نبی اور رسول کے معنی بیان فرماتے ہوئے
تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا
جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص
کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت
شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و
مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امورِ غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے
ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز
میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو
بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔"

"غرض اس حصّۂ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں
اس اُمّت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور
جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب
اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصّۂ کثیر اس

نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے
کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس
نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امورِ غیبیہ
اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔"

اِن سب عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات کے زمانہ میں خدا کے حکم اور اصطلاح میں اور نبیوں کی متفق علیہ تعریف اور اسلامی اصطلاح میں اور قرآن کریم کے بیان کردہ معنوں میں اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں اور نبی کے لیے اُمتی نہ ہونے کی شرط کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ان سب عبارتوں میں اس شرط کو حذف کر دیا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی کی اس مندرجہ بالا عبارت میں اُمّتِ محمّدیہ میں پہلے گزرے ہوئے اولیاء اللہ میں سے کسی کو نبی کا نام پانے کا مستحق قرار نہیں دیا۔ کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ جو نبوّت کے لیے ضروری شرط ہے وہ ان میں پائی نہیں گئی۔ حالانکہ وہ اولیاء اللہ محدّثینِ امّت ضرور تھے۔ مگر آپ اُمتِ محمّدیہ میں سے اس وقت تک اپنے آپ کو ہی ایک فردِ مخصوص قرار دیتے ہیں۔ جسے نبی کا نام دیا گیا۔ حقیقۃ الوحی ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ جس میں حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو بار بار پیش کیا ہے مگر اس میں کسی جگہ بھی آپ نے نبی کی تاویل محدّث یا جزوی نبی نہیں کی بلکہ اس کے خلاف حقیقۃ الوحی کے مندرجہ بالا اقتباس میں تمام اولیاءِ اُمت میں سے نبی کہلانے کا مستحق تیرہ سو سال میں صرف اپنے آپ کو ہی قرار دیا ہے۔

پس اس عبارت میں حضرت اقدس نے اپنا مقام تمام محدّثینِ اُمّت سے بالاتر قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضور نے اپنے آپ کو تو نبی کہلانے کا مستحق قرار دیا

ہے اور پچھلے تمام اولیاء اللہ میں سے کسی کو نبی کہلانے کا مستحق قرار نہیں دیا۔ حالانکہ ازالۂ اوہام وغیرہ کے زمانہ کی تحریروں میں حضور محدّث کو من وجہٍ نبی قرار دے چکے تھے اور اس کے لیے مجازی اور جزوی طور پر نبی کا اطلاق جائز قرار دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھی نبی بمعنیٰ محدّث قرار دیتے تھے اور براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۴۲۵ پر لکھ چکے تھے :۔

"اُمتِ محمدیہ میں محدثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے"۔

پھر ایک وقت اِن لوگوں کو جن پر آپ کے متعلق نبی کا لفظ شاق گزرے یہ بھی تلقین فرما چکے تھے کہ وہ نبی کی جگہ محدّث کا لفظ سمجھ لیں۔ لیکن اب حقیقۃ الوحی میں آپ یہ فرماتے ہیں :۔

"غرض اس حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے اُن کو یہ حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا"۔

اس عبارت میں اگر نبی کی بجائے محدّث کا لفظ رکھا جائے تو یہ ساری عبارت بے معنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا مفہوم اس صورت میں یہ بن جاتا ہے کہ تمام اُمت محمدیہ میں سے اس وقت تک محدّث کا نام پانے کے لیے آپ ہی ایک مخصوص فرد ہیں آپ سے پہلے گزرے ہوئے اولیاء اللہ میں سے کوئی شخص محدّث کا نام پانے کا مستحق نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس تحریر کے

زمانہ میں حضرت اقدس اپنا مقام نبوت محدثینِ اُمت سے بالاتر قرار دے رہے ہیں۔

محض محدّث ہونے سے حضرت مسیح موعود کا انکار

اس امر کا نہایت واضح ثبوت کہ آپ نے ۱۹۰۱ء سے اپنے آپ کو نبی بمعنیٰ محدّث کہنا فی الواقعہ ترک فرما دیا تھا یہ ہے کہ آپ "ایک غلطی کا ازالہ" میں جو ۱۹۰۱ء کا رسالہ ہے تحریر فرماتے ہیں :۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام
نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے
اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں
تحدیث کے معنے کسی لُغت کی کتاب میں اظہارِ غیب
نہیں ہے مگر نبوّت کے معنی اظہارِ امرِ غیب ہے۔"

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں حضرت اقدس یہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپ کا نام محدّث رکھنے سے آپ کا حقیقی مرتبہ اور مقام ظاہر نہیں ہو سکتا بلکہ آپ کو نبی کے نام سے پکارا جانے سے ہی آپ کا حقیقی مقام اور مرتبہ ظاہر ہو سکتا ہے۔ پس فاروقی صاحب کا یہ خیال بالکل باطل ہے کہ :۔

"حضرت مرزا صاحب نے شروع سے آخر تک ایک ہی
عقیدہ یا دعویٰ رکھا اور بدقسمتی سے عجوبہ پسند مریدوں
نے استعاروں کو اصل سمجھ لیا اور جس طرح حضرت
عیسیٰ کو اُن کے پیرؤں نے ایک نبی کے مقام سے
اونچا کر کے خدا کا بیٹا اور خدا بنا لیا اسی طرح مسیح
محمدی کے بعض مریدوں نے ایک محدّث اور مجدّد

کو بجائے ظلّی یا مجازی نبی سمجھنے کے حقیقی کامل نبی کا
درجہ دے دیا۔" (فتح حق صہ ۱۹)

فاروقی صاحب! حضرت اقدس کا دعویٰ تو شروع سے یہی رہا ہے کہ خدا نے آپ کو نبی اور رسول کہا ہے اور اس کی کیفیت کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کثیرہ ہے۔ لہٰذا آپ کے اس دعویٰ میں تو واقعی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، لیکن نبی کی تاویل محدّث کرنے میں آپ نے ضرور تبدیلی فرمائی تھی جیسا کہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی مندرجہ بالا تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ پس جب تک آپ تعریف نبوت میں نبی کے لیے کسی دوسرے نبی کا اُمتی نہ ہونا ضروری سمجھتے رہے، اس وقت تک اپنے الہامات میں نبی اور رسول کی تعریف محدّث کرتے رہے اور جب اس تعریف نبوت میں تبدیلی فرمائی اور یہ سمجھ لیا امتی بھی نبی ہو سکتا ہے تو آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کی تاویل محدّث کے لفظ سے کرنا ترک فرما دیا۔

فاروقی صاحب! ناقص ظلّی نبی یا مجازی نبی تو ہر ایک محدّث اور مجدّد ہوتا ہے اگر حضرت اقدس کی ظلّی نبوت تمام سابقہ محدّثین کے مقابل میں کامل درجہ کی نہ ہوتی تو پھر آپ "غلطی کا ازالہ" میں محض محدّث ہونے سے انکار نہ فرماتے اور نہ حقیقۃ الوحی میں یہ لکھتے کہ تیرہ سو سال میں تمام اولیاء سابقین کے مقابلہ میں نبی کا نام پانے کے لیے آپ ہی مخصوص ہیں کیونکہ ان میں شرط نبوّت نہیں پائی گئی۔ اور نہ حقیقۃ الوحی صہ ۳۹۱ پر محولہ عبارت سے آگے یہ لکھتے:۔

"اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ
بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے

حصّہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس
صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں
ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ کی مصلحت
نے اُن بزرگوں کو اس نعمت کے پورے طور پر پانے
سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ
ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپ نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کی نعمت کو پورے طور پر حاصل کیا ہے اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام صلحا میں کسی ایک نے بھی اس نعمت کو پورے طور پر حاصل نہیں کیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کامل ظلّی نبی ہوئے اور محدثین اُمّت ناقص ظلّی نبی۔ اسی لیے تو حضور نے تحریر فرمایا:۔

"اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی
باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام کے اور
میں نبی اور رسول ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے وہ آئینہ
ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس
ہے۔"

(نزول المسیح صـ۳)

پس ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کامل یعنی حقیقی ظلّی نبی مانتے ہیں نئی شریعت لانے والا حقیقی نبی نہیں مانتے اور نہ آپ کو مستقل نبی مانتے ہیں واضح رہے ظلی نبوت ایک قسم کی نبوت ہی ہے۔ دیکھیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامل پیروی سے ملتی ہے جو اُس
کے چراغ سے نُور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی
نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے" (چشمۂ معرفت ص۳۲۴)

پس حضرت اقدس کامل ظلی نبی ہیں اور ظلی نبوت، نبوت کی ہی ایک قسم ہے ہاں محدثینِ امت کو بھی ظلی نبوت سے کچھ حصّہ ملا ہے مگر کسی محدثِ اُمت کو آپ سے پہلے اس سے کامل حصّہ نہیں ملا اس لیے اس وقت تک اُمت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نبی کا نام پانے کے لیے ایک مخصوص فرد ہیں اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء میں سے کوئی شخص بھی حقیقی ظلی نبی نہ ہونے کی وجہ سے نبی کا نام پانے کا مستحق نہیں۔ ہاں وہ مجازاً ظلی نبی قرار دیئے جا سکتے ہیں نہ حقیقتاً ظلی نبی۔

کامل اور حقیقی کا لفظ بھی ایک اضافی اور نسبتی امر ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری جن کا مشورہ فاروقی صاحب کی کتاب میں شامل ہے۔ رسالہ روحِ اسلام بابت مارچ ۱۹۶۵ء میں لکھتے ہیں:۔

"اب ذیل میں لفظ "صریح طور پر" (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے۔ ناقل) کی تشریح بھی عرض کر دی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ لفظ اولیاءِ کرام کے مقابلہ میں ہی استعمال ہوا ہے انہوں نے چونکہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ناقل) کامل عکس نہیں لیا تھا۔ اس لیے نبوتِ محمدیہ ان کے وجود میں گو موجود تھی، مخفی تھی۔ کامل عکس سے حضور کی مراد (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آپ کو آنحضرت

صلّی اللہ علیہ وسلم کا کامل عکس قرار دینے سے مراد ہی) یہ ہے کہ حقیقت کے لحاظ سے کامل ورنہ ہر ولی اور مجدّد ومحدّث اپنے اپنے زمانہ اور اپنے اپنے دائرہ تجدید کی نسبت سے کامل عکس ہی رکھتا ہے جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے کامل ہی تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل وہ ناقص ہی تھے۔ ٹھیک اسی طرح پہلے تمام اولیاء اپنے اپنے حلقہ کے لیے کامل عکس رکھنے والے ہی تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ان کا حاصل کردہ عکس ناقص ہی تھا۔ حضور کا لیا ہُوا عکس اس انتہائی حد تک پہنچ گیا جس انتہائی حد تک کسی اُمتی کے لیے اپنے نبی متبوع کی نبوّت کا عکس لینا ممکن تھا۔ اس سے زیادہ کوئی اُمتی لے ہی نہیں سکتا۔

(روح اسلام صـ۳۲)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقت کے لحاظ سے کامل ظلّی نبی ہوئے اور باقی تمام امت محمدیہ کے اولیاء جو آپ سے پہلے گزر چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقص عکس ہونے کی وجہ سے ناقص ظلّی نبی یا جزوی ظلّی نبی یا مجازی ظلّی نبی ہوئے۔ درحقیقت ظلّی نبی صرف مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اقدس کا غلطی کا ازالہ میں نبی کی بجائے محدث قرار دینے سے انکار حضور پر اپنی نبوت کے متعلق نیا انکشاف ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

ظلّی نبوّت ۔ نبوّت ہی ہے | اسی لیے حضرت اقدس نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے حاشیہ میں تحریر فرمایا :۔

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائیگی ، جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے ۔"

اس سے ظاہر ہے کہ اب حضرت اقدس کے نزدیک پہلے انبیاء بھی پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کہلاتے رہے ہیں اور بعض کا شریعتِ جدیدہ یا احکام لانا نبوت پر ایک زائد امر تھا ۔

آگے تحریر فرماتے ہیں :۔

"لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لایظہر علی غیبہ احدًا الّامن ارتضٰی من رسول سے ظاہر ہے ۔ پس مصفّٰی غیب پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفّٰی غیب حسب منطوقِ آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہِ راست بند ہے ۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لیے محض بروز ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے ۔"

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح ظاہر ہیں :۔

۱- آیت لا یظہر علےٰ غیبہ الخ کے مطابق مصفّٰی غیب پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہے۔

۲- آیت انعمت علیہم گواہ ہے کہ اُمّتِ محمدیہ اس مصفّٰی غیب سے محروم نہیں۔

۳- مصفّٰی غیب جو آیت لا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً اِلّا من ارتضیٰ من رسول کے منطوق کے مطابق ہو۔یعنی جس میں کثرت اور صفائی کے ساتھ امورِ غیبیہ پر اطلاع پائی جائے نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اس کے پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہے۔

۴ مصفّٰی غیب پانا جس کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور جس کی وجہ سے انبیاءِ سابقین نبی کہلاتے رہے۔اب براہِ راست طریق سے ملنا ممکن نہیں گویا اب نبوّت براہِ راست طریق سے نہیں مل سکتی۔

۵- اب اس موہبتِ نبوت کو پانے کے لیے جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی صرف بروز اور ظلّیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔گویا وہ موہبت نبوت جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت بروز اور آپ کے وجود میں کھویا جانے سے وہی موہبت نبوّت آپ کے ایک اُمّتی کو مل سکتی ہے۔گویا براہِ راست نبی کی نبوت اور امتی کی ظلّی نبوت کا ما نفسِ نبوت کے لحاظ سے موہبت نبوت ہی ہے۔صرف اس کے حصول کے ذریعہ میں فرق ہے۔

۶- بروز ظلّیت اور فنا فی الرسول اُمّتی کی ترقی کی انتہائی منزل نہیں۔بلکہ مقام نبوت کے حصول کے لیے ایک دروازہ یعنی ذریعہ کی حیثیت رکھتا ہے اس دروازے سے خدا جسے چاہے اُسے وہی موہبت نبوت عطا کرتا ہے جو پہلے انبیائ

کو براہِ راست ملتی رہی۔

غرض حضرت اقدس کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ "ایک غلطی کا ازالہ" لکھتے وقت حضرت اقدس اسی موہبت نبوت کے پانے کے لیے جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی۔ اب اُمّتی نہ ہونے کی شرط ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کے لیے ایسی موہبت نبوّت جو انبیاء کو براہ راست ملتی رہی۔ آیت انعمت علیھم کی رو سے اُمّت میں موعودہ قرار دیتے ہیں۔

تعریفِ نبوت میں ترمیم کا مزید ثبوت

اس بات کا مزید ثبوت کہ اس زمانہ میں حضرت اقدس تعریفِ نبوّت میں ترمیم فرما چکے تھے، یہ بھی ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تو حضرت اقدس نبی کے لیے کم از کم ضروری شرط یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا اُمّتی نہیں ہوتا مگر سنہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں اور اس کے بعد حضرت اقدس نبی کے لیے اُمّتی نہ ہونے کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے اور ایک اُمّتی کے حقیقت میں نبی ہو جانے کو قابل اعتراض نہیں جانتے اور اپنے آپ کو درحقیقت نبی سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت اقدس ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ۱۳۸ میں ایک سائل کا پہلے یہ سوال درج کرتے ہیں :-

> "بعض کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسٰے اسی اُمّت میں سے ہوگا لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پھر کیوں کر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ سائل اُمّتی کا نبی ہو سکنا محال سمجھتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک معروف اصطلاحِ نبوّت کے مطابق جو اُمّتی ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

اسی معروف اصطلاح کی وجہ سے سائل کے دل میں خلجان ہے کہ جب صریح لفظوں میں صحیح مسلم میں مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا۔ اس سوال سے ظاہر ہے کہ سائل کے نزدیک جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہو وہ درحقیقت نبی نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر (امور غیبیہ نافعہ) پانے والا اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت کا متبع نہ ہو۔ پس ایک اُمتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ اُمتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۳۸)

ظاہر ہے حضرت اقدس مکتوب ۷ اگست ۱۸۹۹ء کے وقت تو نبی کے لیے اگر وہ شریعت کاملہ یا احکام جدیدہ نہ لائے، کم از کم یہ ضروری شرط سمجھتے تھے کہ وہ کسی نبی کا امتی نہیں کہلاتا۔ بلکہ سابق نبی سے استفادہ کے بغیر خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا اس زمانہ میں اس سائل کی طرح آپ بھی یہی سمجھتے تھے کہ نبی اُمتی نہیں ہوتا۔ حضور کا یہ مکتوب ۱۹۰۱ء سے پہلے کا ہے۔ لیکن تبدیلی تعریف نبوّت کے بعد ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم کی مندرجہ بالا عبارت میں حضرت اقدس

نبی کے حقیقی معنیٰ صرف یہ بتا رہے ہیں کہ وہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت سے مشرف ہوتا ہے۔ شریعت کا لانا اسکے لیے ضروری نہیں۔ نہ اس کے لیے دوسرے نبی کا اُمتی نہ ہونا ضروری ہے بلکہ اُمتی کا حقیقی معنوں میں نبی ہو جانا کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔ چنانچہ صاف فرما دیا ہے کہ:۔

> "پس ایک اُمتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ اُمتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو۔"

حضور نے سائل کو سمجھایا ہے کہ تم جو اُمتی کا نبی ہونا محال سمجھتے ہو، یہ نبوت کے حقیقی معنوں پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ اُمتی نبی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ نبی کے لیے نہ شریعت کا لانا ضروری ہے اور نہ ضروری ہے کہ کسی دوسرے نبی کا اُمتی نہ ہو۔ بلکہ اس کے لیے صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کا پانا ضروری ہے۔ لہٰذا مسیح موعودؑ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کے مطابق اُمتی ہو کر بھی نبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبوت کے حقیقی معنوں پر اگر غور کیا جائے تو اُمتی کا نبی ہو جانا قابل اعتراض امر نہیں۔

واضح ہو حضرت اقدس کا یہ فقرہ کہ "اسکے لیے شریعت کا لانا ضروری نہیں" اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس جگہ نبی کے حقیقی معنوں میں نبی کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ نہ کہ محدّث کی تعریف جو ناقص اور جزوی نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ "ضروری نہیں" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ نبی نئی شریعت یا احکام جدیدہ لانے والا بھی ہو سکتا ہے اور بغیر شریعت و احکام جدیدہ کے بھی نبی ہو سکتا ہے مگر محض محدّث تو ہوتا ہی وہ شخص ہے جو شریعت جدیدہ یا احکام جدیدہ نہیں لاتا۔

پس یہ فقرہ محدّث کے لیے کہا ہی نہیں جا سکتا۔ بلکہ یہ فقرہ صرف حقیقی معنوں میں نبی کے لیے ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ نبی بمعنیٰ محدّث کی تعریف کر رہے ہوتے تو یہ تحریر فرماتے کہ وہ شریعت نہیں لاتا۔ یہ نہ فرماتے اُس کے لیے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ کیونکہ جو حقیقی معنوں میں نبی ہو وہی شریعت جدیدہ لا سکتا ہے۔

اسی طرح اس سے اگلا فقرہ بھی "نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو" محض محدث کے لیے نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ محض محدّث تو ضروری طور پر ایک نبی کے تابع ہوتا ہے۔ وہ نبی کا غیر تابع ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ جس نبی کے حقیقی معنیٰ آپ بیان فرما رہے ہیں وہ ایک نبی کے تابع بھی ہو سکتا ہے اور غیر تابع بھی۔ لہٰذا یہ حقیقی نبی کی جامع اور مانع تعریف ہوئی، نہ کہ محدّث کی جو بالضرور تابع ہی ہوتا ہے۔ حقیقی نبی کی ہی یہ شان بھی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا تابع نہ ہو۔ پس اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کے تابع کا بھی حقیقی معنوں میں نبی ہونا جائز قرار دیتے ہیں اور ان حقیقی معنوں میں ایک اُمتی کے نبی ہو جانے کو بھی قابلِ اعتراض نہیں جانتے بلکہ انہی حقیقی معنوں کی رُو سے فرماتے ہیں:۔

"ایک اُمتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔"

انہی حقیقی معنوں میں حضرت اقدس نے اس جگہ مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی قرار دیا ہے۔ ہاں آپ جدید شریعت لانے والے حقیقی نبی نہیں نہ مستقل نبی ہیں بلکہ اُمتی نبی ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعریف نبوت میں تبدیلی نہ کر لی ہوتی تو پھر تو پہلی معروف تعریف نبوت کے مطابق جو سائل کو بھی مسلّم تھی اُسے چند لفظوں میں یہ جواب دیدیتے کہ صحیح مُسلم میں مسیح موعود کو

نبی اللہ محدّث کے معنوں میں قرار دیا گیا ہے اور محدّث کے لیے اس جگہ نبی کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے۔ لہذا صحیح بخاری و مسلم میں اُسے اُمتی قرار دینا درست ہے، کیونکہ محض محدّث ایک پہلو سے اُمتی ہوتا ہے اور دوسرے پہلو سے ناقص اور اور جزدی نبی بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدۂ نبوت میں تبدیلی سے متعلق واضح اعتراف!

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سوال ۱ کے عنوان کے تحت ایک سائل کا سوال درج فرمایا ہے جو یہ ہے:۔

"تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے" اس جگہ کسی کو وہم نہ گزرے کہ مَیں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔"

پھر ریویو جلد اوّل نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے:۔

"خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔"

پھر ریویو صفحہ ۴۷۵ میں لکھا ہے۔

"مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو مَیں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور جو نشان مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں ہمیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔"

خلاصہ اعتراض یہ کہ دونو عبارتوں میں تناقض ہے"

سائل کا ان دونوں قسم کی عبارتوں میں تناقض قرار دینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ پہلی عبارت سے یہ سمجھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو تریاق القلوب میں غیر نبی قرار دیتے ہیں اور پچھلی عبارتوں کو وہ اس سے تناقض رکھنے والی اس لیے قرار دیتا ہے کہ اس کے نزدیک (دوسری) یہ عبارت کہ خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے نبی ہونے کو چاہتی ہے کیونکہ ایک نبی ہی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے نبی سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ایک نبی ہی دوسرے نبی کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے کاموں اور آسمانی نشانوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عقیدۂ نبوت میں کوئی تبدیلی نہ کی ہوتی اور ریویو کی تحریر کے وقت بھی اپنے تیئں تریاق القلوب کی تحریر کی طرح نبی بمعنی محدّث ہی سمجھتے ہوتے جو دراصل نبی نہیں ہوتا تو آپ سائل کو یہ جواب دیکر خاموش کر سکتے تھے کہ میری دونوں تحریروں میں کوئی تناقض نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کے فقرہ سے بھی میری مراد پہلے فقرہ کی طرح یہی ہے کہ مجھے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایسی جزوی فضیلت ہی حاصل ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا سائل کو میری عبارتوں کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ میری ان عبارتوں میں کوئی تناقض موجود نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سائل کو یہ جواب نہیں دیتے بلکہ اپنی ان عبارتوں میں خود بھی تناقض تسلیم کر لیتے ہیں اور سائل کو یہ جواب دیتے ہیں کہ میرا حضرت مسیح علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا عقیدہ اس وقت تک تھا کہ جب تک مَیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبی سمجھتا تھا اور نبوت میں اُن سے اپنی

کوئی نسبت نہ سمجھتا تھا یعنی اُنھیں نبی سمجھتا تھا اور اپنے تئیں جزوی نبی، لیکن بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

گویا پہلے آپ اپنے الہامات میں نبی کا لفظ چونکہ محدّث کے مترادف مراد لینے کی وجہ سے اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے اس لیے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپ کی فضیلت کا کوئی امر ظاہر ہوتا تھا تو آپ اُسے ایسی جزدی فضیلت قرار دیتے تھے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے لیکن بعد میں خدا کی طرف سے متواتر وحی سے یہ انکشاف ہو جانے پر کہ آپ نے صریح طور پر نبی کا خطاب پایا ہے آپ اس جزدی فضیلت کے عقیدہ پر قائم نہ رہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے اور اپنے تئیں صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہیں۔ یعنی نفس نبوت میں اُن کے مساوی ہیں اور اپنے کارناموں اور نشانات دکھانے میں اُن سے بہت بڑھ کر ہیں۔ ورنہ ایک شخص جو نبی نہ ہو وہ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی تمام شان میں ایک نبی سے بہت بڑھ کر ہے۔ غیر نبی کا یہ بیان تو سراسر جھوٹ اور مضحکہ خیز بن جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام شان میں یعنی مجموعی شان میں ایک نبی سے بہت بڑھ کر یعنی افضل ہے۔ ہم اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب کی عبارت آپ کے لفظوں میں نقل کر دینا چاہتے ہیں تا ہماری کتاب پڑھنے والوں کو ہمارے اخذ کردہ نتیجہ کی صحت پر پوری بصیرت حاصل ہو جائے اور انھیں ہمارے اس استدلال کے متعلق کوئی شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ حضور سائل کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الجواب "یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں میں نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ مَیں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ قُل اُجرّدُ نفسی من ضروب الخطاب" یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لیے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اُسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح مَیں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسےٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہُوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام

مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اسکے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین اور

آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا ... اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اُس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی .... خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اُس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہُوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں، مجھے عالم الغیب ہونیکا دعویٰ نہیں "

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۰)

اِس عبارت سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کا تریاق القلوب کی تحریر تک جزوی فضیلت رکھنے کا عقیدہ اس وجہ سے تھا کہ آپ حضرت عیسےٰ سے نبوت میں اپنی کوئی نسبت نہ سمجھتے تھے یعنی انھیں کامل نبی سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو جزوی نبی۔ لیکن آپ اس عقیدہ پر قائم نہ رہے اور آپ نے دوسرا عقیدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا اس وقت اختیار کیا جبکہ بارش کی طرح وحی الٰہی سے آپ پر صریح طور پر نبی کا خطاب پانا منکشف ہو گیا۔ گویا نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کو ہی آپ نے حضرت مسیح پر فضیلت میں تبدیلی کا باعث قرار دیا ہے اور دونوں عقیدوں میں اسی طرح کا تناقض تسلیم فرمایا ہے۔ جس قسم کا تناقض آپ نے اِس عقیدہ میں قرار دیا ہے جو آپ پہلے یوں رکھتے تھے کہ :-

"حضرت عیسےٰ آسمان سے نازل ہونگے"

حالانکہ اس وقت بھی خدا نے آپ کا نام عیسےٰ رکھا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ اس وقت حضرت اقدس نے اس وحی کی یہ تاویل کی تھی کہ آپ مثیلِ مسیح ہیں اور اپنے تئیں مسیح موعود قرار نہیں دیا تھا پھر اس کے بعد بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا، تُو ہی ہے۔ تو آپ نے اپنے عقیدہ کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں۔

پس جس طرح اس عقیدہ میں تبدیلی ہوئی ہے اسی طرح جزوی فضیلت کے عقیدہ کو ترک کر کے اپنی تمام شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ آپ نے اس وقت اختیار کیا جبکہ بارش کی طرح وحی الٰہی میں صریح طور پر نبی کا خطاب دیا جانا آپ پر ظاہر ہو گیا۔

لہذا جس طرح درحقیقت مسیح موعود آپ براہین احمدیہ میں درج شدہ الہامات کے وقت سے ہی ہیں حالانکہ مسیح موعود ہونے کا اعلان آپ نے بارہ سال بعد ۱۸۹۱ئہ میں کیا، اسی طرح گو آپ براہین احمدیہ میں ہی الہامات میں رسول اور نبی قرار دئے گئے تھے مگر آپ اس وحی کی یہ تاویل کرتے رہے کہ آپ ایک محدث ہیں جس طرح کہ براہین احمدیہ کے متعدد الہامات میں آپ کو عیسےٰ قرار دئیے جانے پر آپ نے ان کی تاویل کرلی تھی کہ میں مثیل مسیح ہوں اور اس وقت مسیح موعود کا آسمان سے نازل ہونا خیال کرتے تھے۔ اور اسی رسمی عقیدہ پر قائم رہے تھے کہ حضرت عیسےٰ آسمان سے نازل ہونگے۔ اسی طرح نبی تو آپ اسی وقت سے تھے جب الہاماتِ الٰہیہ میں آپ کو نبی اور رسول قرار دیا گیا تھا، لیکن آپ اس وقت تک اِن الفاظ کی تاویل محدّث کرتے رہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کا آپ پر یہ الہام صاف لفظوں میں نازل نہ ہوا کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے نیز بارش کی طرح وحئ الٰہی سے آپ کو اپنی نبوت کے متعلق صراحت نہ ہوگئی۔ صراحت ہوجانے پر آپ نے اپنے لیے نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل "محدّث" ترک فرمادی۔ اور ۱۹۰۱ئہ کے بعد سے کسی جگہ بھی اپنے لیے نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل محدث نہیں کی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ غیر مبائعین ۱۹۰۱ئہ کے بعد کی تحریروں میں حضرت اقدس کی طرف سے اپنے لیے نبی اور رسول کی تاویل محض محدث کہیں نہیں دکھا سکتے۔

غیر مبائعین کے عذر کی تردید

غیر مبائعین کہتے ہیں کہ جس تبدیلیٔ عقیدہ کا حقیقۃ الوحی میں ذکر ہے وہ صرف فضیلت کے عقیدہ میں ہوئی ہے نبوت کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مگر حضرت اقدس کے جواب سے ظاہر ہے کہ اصل موجب حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت

کے عقیدہ میں تبدیلی کا یہ تھا کہ پہلے آپ اپنے آپ کو حضرت عیسٰے کے بالمقابل نبی نہیں سمجھتے تھے لیکن بارش کی طرح وحیٔ الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا عقیدہ ترک کر کے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے اس سے تناقض رکھنے والا یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہیں۔

پس نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی ہی فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کا باعث ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے آگے چل کر حقیقۃ الوحی میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ :۔

"عزیزو! جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم
فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں تو اس
صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس
کو نصوصِ حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے
کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں ۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے
نہ حکم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے نبی کہلانے کا حضرت عیسٰے علیہ السلام سے افضل ہونے میں ضرور دخل ہے اور اگر آپ نبی نہ سمجھے جائیں تو پھر پہلا مسیح آپ سے افضل قرار پاتا ہے۔ پس اگر آپ محدث یا ناقص نبی قرار دیئے جائیں تو پھر حضرت عیسٰے علیہ السلام آپ سے افضل قرار پاتے ہیں کیونکہ یہ امر تو عقل سلیم تسلیم کرنے کے لیے مجبور ہے کہ ایک شخص جو نبی نہ ہو وہ اپنے آپ کو ایک مسلّم نبی کے مقابلہ میں اپنی تمام شان میں افضل قرار دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ غیر نبی ہوتے ہوئے اس کا ایسا

دعویٰ صریح غیر معقول اور مضحکہ خیز قرار پاتا ہے اسی لیے تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اسے قرآن و حدیث سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ اس جگہ نبی بمعنی محدّث کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ محدّث تو نبی سے ضروری اور یقینی طور پر کم درجہ کا ہوتا ہے پس محض محدّث ایک کامل نبی کے مقابلہ میں اس سے اپنی تمام شان یعنی مجموعی شان میں بہت بڑھ کر ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ محدّث میں تو شانِ نبوت ناقص طور پر پائی جاتی ہے۔ ایک محدّث تو نبی کے مقابلہ میں ہمیشہ اپنی تمام شان میں کمتر درجہ کا ہوگا۔ کیونکہ ناقص شانِ نبوت کامل شانِ نبوت کے مقابلہ میں کمتر درجہ رکھنے پر تو دلیل ہو سکتی ہے لیکن ایک کامل شان والے نبی سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ نبوت اگر مسیح اسرائیلی علیہ السلام کی شانِ نبوت کے مقابلہ میں کم درجہ کی قرار دی جائے تو پھر مسیح موعودؑ کی یہ پوزیشن کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں بالکل مضحکہ خیز بن جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ اپنی شانِ نبوت میں تو حضرت مسیح علیہ السلام سے در اصل کم درجہ پر ہیں اور معاذ اللہ جھوٹے طور پر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نزول المسیح ص۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"پھر دونو سلسلوں (سلسلۂ موسوی و محمدی) کا تقابل پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے تا اِس نبوتِ عالیہ کی

کسرِ شان نہ ہو"

اس عبارت کی موجودگی میں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ نبوت حضرت مسیح علیہ السلام سے کم درجہ کی قرار دی جائے تو نہ تو دونو سلسلوں کا تقابل پورا ہوتا ہے اور نہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بلند کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ عالیہ کی کسرِ شان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالیہ کی بلند شان اسی صورت میں قائم رہتی ہے جبکہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت میں کم درجہ کا نہ ہو۔

نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف قابلِ اعتراض نہیں

فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، سے محض عناد، تعصب اور بغض کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں کو جن میں آپ نے فضیلت بر مسیح علیہ السلام اور عقیدۂ نبوت میں تبدیلی کا صریح اعتراف کیا ہے نظر انداز کر کے ذیل کی دلآزار عبارت تحریر کی ہے کہ :-

> "مرزا محمود احمد خلیفۂ قادیان وحال ربوہ نے اپنے غالیانہ خیالات اور عقائد کو تقویت دینے کے لیے ایک بیہودہ دلیل پیش کی تھی کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۰۱ء تک اپنے اصلی دعویٰ یا مقام کو پورے طور پر نہیں سمجھے تھے مگر ۱۹۰۱ء کے بعد جب سمجھ آئی تو کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" کے ذریعہ اپنے اصلی مقام یا دعوائے نبوت کو واضح کیا۔ یہ بات حضرت مرزا صاحب کی سخت تحقیر کرتی ہے اور ان کو نعوذ باللہ کم عقل اور دھوکے باز ظاہر کرتی ہے۔"
>
> ([illegible] ص ۴۸)

یہ وہ تیر ہے جو فاروقی صاحب نے ہماری طرف پھینکا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نادان دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ ورنہ وہ بتائیں کہ اگر نبوت میں تبدیلی عقیدہ سے حضرت مسیح موعود کی تکفیر ہوتی ہے اور یہ بات ماننے سے بقول فاروقی صاحب کے آپ نعوذ باللہ کم عقل اور دھوکے باز قرار پاتے ہیں تو پھر اس بات کا اُن کے پاس کیا جواب ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ:۔

"پھر قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانۂ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر رہا کہ خدا نے بڑی شدّ و مدّ سے مجھے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے پس جب اس بارہ میں انتہا تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا فاصدع بما تؤمر کہ تجھے جو حکم ہوتا ہے لوگوں کو کھول کر سنا دے اور بہت سے نشان مجھے دیئے گئے اور میرے دل میں روشن یقین کی طرح بٹھا دیا گیا تب میں نے یہ پیغام لوگوں کو سُنا دیا۔" (اعجاز احمدی صک)

پس جس طرح حضرت اقدس بڑی شدّ و مدّ سے مسیح موعود قرار دینے والی وحی الٰہی نازل ہو چکنے کے باوجود بارہ سال تک اپنا مسیح موعود ہونا نہ سمجھے

کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی مصلحت نہیں چاہتی تھی کہ آپ اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کریں "دھوکا بازی" اور کم عقلی قرار نہیں پاتی بلکہ حضرت اقدس کی سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہے بالکل اسی طرح عقیدۂ نبوت میں تبدیلی بھی "دھوکہ بازی یا کم عقلی" قرار نہیں پا سکتی بلکہ ایک وقت تک نبی کی تاویل محدّث کرنا بھی آپ کی سادگی اور عدم بناوٹ پر ہی دلیل ہے۔ حضور نے تو صاف فرما دیا ہے کہ:۔

"میں تو خدا کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جب تک
مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں
میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں
نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب
ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے
قبول کرے یا نہ کرے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

حضور کی یہ عبارت فضیلت بر مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں تبدیلی کے متعلق ہے جس کا موجب بارش کی طرح وحی الٰہی میں نبی کا خطاب پانا قرار دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہ سال تک اپنا مسیح موعود ہونا نہ سمجھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے:۔

"یہ خدا کی حکمتِ عملی تھی اور میری سچائی پر یہ دلیل تھی
اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا
اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور انسانی منصوبہ اس
کی جڑ ہوتی تو میں براہین احمدیہ کے وقت سے ہی

یہ دعوے کرتا کہ مَیں مسیح موعود ہوں مگر خدا نے میری
نظر کو پھیر دیا اور مَیں براہین احمدیہ کی اس وحی کو سمجھ
نہ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے۔ یہ میری سادگی
اور میری سچائی پر ایک عظیم دلیل تھی۔" (اعجاز احمدی ص۷)

اب اس عبارت میں فاروقی صاحب مسیح موعود کی جگہ نبی کا لفظ رکھ دیں تو انھیں پتہ لگ جائے گا کہ جس طرح بارہ سال تک حضرت اقدس کا اپنے آپ کو مسیح موعود نہ سمجھنا (حالانکہ خدا تعالیٰ نے بڑی شدّ ومدّ سے آپ کو مسیح موعود قرار دیدیا تھا) خدا تعالیٰ کی حکمت عملی اور حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کی دلیل ہے اور آپ کی سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان، اسی طرح نبی اور رسول کے الہامات سے ایک وقت تک حضور کا اپنے آپ کو نبی نہ سمجھنا بھی خدا تعالیٰ کی حکمت عملی اور آپ کی سچائی کی دلیل ہے نہ کہ بقول فاروقی صاحب نعوذ باللہ آپ کی کم عقلی اور دھوکہ بازی کا ثبوت اور آپ کی تحقیر کا باعث!

مَیں اِس عبارت میں "مسیح موعود" کی بجائے "نبی" کا لفظ رکھ کر یہ فیصلہ ناظرین پر ہی چھوڑتا ہوں کہ فاروقی صاحب کا یہ ریمارک بے ہودہ ہے یا نہیں؟

"یہ خدا کی حکمتِ عملی تھی اور میری سچائی پر دلیل تھی اور
میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا۔
اگر یہ کاروبار ایک انسان کا ہوتا اور انسانی منصوبے
اس کی جڑ ہوتی تو مَیں براہین کے وقت سے ہی یہ دعوے
کرتا کہ میں نبی ہوں۔ مگر خدا نے میری نظر کو پھیر دیا
اور مَیں براہین احمدیہ کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ

وہ مجھے نبی بناتی ہے - یہ میری سادگی اور میری سچائی
پر ایک عظیم دلیل تھی۔"

یہ بات فاروقی صاحب کو بھی مُسلّم ہے کہ حضرت اقدس نے مجدّدیت کا دعویٰ ۱۸۸۵ء میں کیا اور مسیح موعود کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں، حالانکہ ۱۸۸۵ء میں ہی آپ پر انکشاف ہو چکا تھا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شدید مشابہت رکھتے ہیں - چنانچہ فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

(۱) "سب سے پہلے حضرت مرزا صاحب نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ میں اپنے مجدّد ہونے کا دعوے کیا، لیکن اس دعویٰ مجدّدیت کا اعلان خاص طور پر آپ نے ۱۸۸۵ء کے شروع میں ایک اشتہار کے ذریعہ کیا، مگر آپ نے لوگوں سے بیعت نہیں لی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں مل گئی - آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۶ء کو اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے"۔
(فتح حق ص۷)

(۲) "حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس اشتہار میں جس میں مجدّدیت کا دعویٰ کیا تھا اعلان فرما دیا تھا کہ "مصنّف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّدِ وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابنِ مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدّت مشابہت و مناسبت ہے"۔ فتح حق ص۸

پھر آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :۔

"حضرت مرزا صاحب نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان کیا ۔ آپ نے اعلان کیا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو گیا اور جس ابن مریم کے آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی وہ اِس اُمّت سے ہی ایک مجدّد کے بارہ میں تھی وہ مَیں ہوں ۔" فتح حق صـ۸-۹)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ فاروقی صاحب مجدّدیت سے مسیح موعود تک کے دعوے میں حضرت اقدس پر تدریجی انکشاف کے قائل ہیں تو پھر نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف کس طرح نعوذ باللہ آپ کی کم علمی اور دھوکہ بازی پر محمول کیا جا سکتا ہے اور آپ کی تحقیر کا موجب ہو سکتا ہے ؟

ماموریں کو اپنی شان کے متعلق تدریجی علم دیا جانے سے نہ ان کی تحقیر ہوتی ہے نہ اس سے اُن کا کم علم اور دھوکے باز ہونا لازم آتا ہے ۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف ہی ہوا تھا۔ اور اس میں بھی خدا تعالیٰ کے مدّنظر ایک مصلحت کارفرما تھی ۔ دیکھئے ! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع دعویٰ میں ہی یہ انکشاف نہ فرما دیا تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں بلکہ اس مقام کا انکشاف آپ پر لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد آپ کی وفات سے چار پانچ سال ہی پہلے ہوا ۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نبوت کی کامل شان اور ختم نبوت سے متعلق تدریجی انکشاف کسی خاص مصلحت الٰہی کے ماتحت ہی ہوا ۔

سب سے پہلے آپ کو نبی یا رسول کا نام دیئے بغیر آپ سے تبلیغ

کرائی گئی پھر بعد میں نبی اور رسول کا نام بذریعہ وحی دیا گیا اور جب ایک طبقہ نے آپؐ کی نبوت اور رسالت کو قبول کر لیا تو اس کے بعد حضور کی وفات سے چار پانچ سال پہلے آپکا حقیقی اور اصل مقام خاتم النبیین جو آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر بھی دال ہے آپ پر ظاہر کیا گیا، ورنہ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکسارِ طبع اور احتیاط کی خاطر یہی فرماتے ہیں: لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى (صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۹ مصری) یعنی مجھے موسیٰ پر فوقیت مت دو۔ اور اس زمانہ میں جب کبھی آپ کو کسی نے بنی نوع انسان سے افضل کہا تو آپ نے فرمایا: ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ (صحیح مسلم) کہ یہ مقام حضرت ابراہیم کا ہے۔

لیکن آیت خاتم النبیین کے نزول سے جب آپ پر تمام انبیاء کے بالمقابل اپنی تمام شان میں جامع کمالاتِ انبیاء ہونے کا واضح انکشاف ہو گیا تو آپؐ نے فرمادیا: لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ (صحیح بخاری) اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انھیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ نیز فرمایا: فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ (صحیح مسلم باب الفضائل) کہ میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ ان میں سے ایک وجہ فضیلت اس جگہ اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرمائی ہے۔ حالانکہ باقی پانچ وجوہ فضائل کا جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہیں آپ کو پہلے علم دیا جا چکا تھا بالخصوص اس بات کا کہ آپ تمام دنیا کی طرف رسول ہیں۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس تدریجی انکشاف کو بھی کوئی صحیح العقل آپ کی تحقیر کا موجب قرار دے سکتا ہے اور نعوذ باللہ آپ کو کم علم

اور دھوکے باز ٹھہرا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ایسا وہی کہہ سکتا ہے جو خود فاتر العقل ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہ رسمی عقیدہ پھیلا ہوا تھا کہ اِس اُمت میں سے سچ مچ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ البتہ علماءِ ربّانی یہ مانتے چلے آئے تھے کہ نبوت ایک حد تک محدّثیت کے پیرایہ میں اُمتی کو مل سکتی ہے۔ اس لیے محدّث کا مقام لوگوں کے لیے قابلِ قبول ہو سکتا تھا اور چونکہ ہر نبی علیٰ وجہ الکمال محدّث ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس سے مامور محدّث ہونے کا اعلان کرا دیا۔ یہ اعلان دراصل اس نبوت کے حقیقۃً مساوی تھا جس کا انکشاف حضرت اقدس پر بعد میں ہُوا کیونکہ بعد میں آپ کے دعویٰ کی تفصیلی کیفیت میں اس انکشاف سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ صرف ایک تاویل کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں فرق پڑا ہے جس کے نتیجہ میں آپ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل سمجھنے لگ گئے اور اس کا اعلان فرما دیا۔ پس یہ خدا کی حکمتِ عملی اور مصلحت مسلمان قوم کی بہتری کے لیے تھی کہ شروع میں اس نے آپ سے ایسے رنگ میں اعلان کرا دیا کہ جس سے اصل حقیقت بھی قائم رہتی تھی اور وہ دعویٰ بھی لوگوں کے اپنے مسلّمات کی بنا پر قابلِ قبول تھا۔ جب ایک جماعت نے اس دعویٰ کو قبول کر لیا اور اس پر حضرت اقدس کے کاموں اور آپ کی روحانی صحبت سے آپ کی صداقت پورے طور پر کھُل گئی اور علیٰ وجہ البصیرت اُن کے لیے یہ قبول کرنا ممکن ہو گیا کہ ایک قسم کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے فیض سے مل سکتی ہے تو خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس پر انکشاف فرما دیا کہ آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب

دیا گیا ہے۔ اور اس وقت یہ الہام بھی آپ پر نازل ہو گیا کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" جس سے آپ پر اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ آپ کی شانِ نبوت محدّث کی شانِ نبوت سے بلند تر ہے اور جن معنی میں آپ نبی قرار دیئے گئے ہیں اُن معنی میں آپ کے زمانہ تک اُمت میں کوئی مجدّد اور محدّث علیٰ وجہ الکمال ظلّی نبی یا اُمتی نبی قرار نہیں دیا گیا۔ پس جس طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر اپنی شانِ نبوت کے بارے میں تدریجاً انکشاف ہُوا ہے یعنی ایک عرصہ پہلے نبوت اور رسالت کا الہام ہُوئے بغیر تبلیغ کا ارشاد ہوا اور پھر نبوت اور رسالت کا انکشاف ہوا اور پھر آخر میں ختم نبوت کی شان کا انکشاف۔ اسی طرح حضرت اقدس پر پہلے مامور محدّث ہونے یعنی نبوتِ جزویہ کے حامل ہونے کا انکشاف ہُوا اور بعد میں آپ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل ظلّیت میں شانِ نبوت کے پورے طور پر پائے جانے کا انکشاف ہو گیا تو آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے اور آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں۔

پس مسیح موعود کے لیے نبی کے ساتھ اُمتی اور ظلّی کا لفظ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے مقامِ نبوت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد اور آپؐ کے افاضہ روحانیہ کے واسطہ سے حاصل کیا ہے اور یہ مقام صرف خدا تعالیٰ کی ایک موہبت ہے۔

حقیقی اور مجازی کی حقیقت

میں بتا چکا ہوں کہ حقیقی کا لفظ ایک اضافی اور نسبتی امر ہے۔ ایک چیز اپنی ذات میں ایک حقیقت ہوتی ہے ایک دوسری حقیقت کی نسبت سے وہ حقیقت نہیں رہتی بلکہ

اس کے مقابلے میں مجاز قرار پاتی ہے۔حضرت اقدس نے اپنی کتابوں میں حقیقی نبوت کا لفظ بعض جگہ تشریعی اور مستقل نبی کے لیے استعمال فرمایا ہے اور بعض جگہ صرف تشریعی نبی کے لیے۔ اس لیے ان اصطلاحوں میں ہم حضرت مرزا صاحب کو حقیقی نبی قرار نہیں دیتے ہاں ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت کاملہ کے لحاظ سے آپ کامل ظلّی نبی ہیں اور کامل ظلی نبی ہونا بھی اپنی ذات میں ایک حقیقت ہے اور نبوت مطلقہ کی ایک قسم۔

دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(۱) "ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے۔ جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۵)

(۲) "وہ کتابیں (تورات۔ زبور۔ انجیل۔ ناقل) حقیقی کتابیں نہیں تھیں۔ بلکہ وہ صرف چند روزہ کارروائی تھی حقیقی کتاب دنیا میں ایک ہی آئی (یعنی قرآن مجید ناقل) جو ہمیشہ کے لیے انسانوں کی بھلائی کے لیے آئی۔" (منن الرحمٰن ص۷)

فاروقی صاحب بتائیے کیا آدم علیہ السلام اپنی ذات میں حقیقی آدم نہ تھے جن سے نسل انسانی چلی؟ اور پھر یہ بھی فرمائیے کہ جب توریت، انجیل زبور حقیقی کتابیں نہ تھیں تو کیا ان کے لانے والے نبی اپنی ذات میں بھی حقیقی نبی نہیں تھے؟ حالانکہ آدم بھی حقیقی نبی تھے اور انجیل۔ تورات۔

زبور لانے والے نبی بھی حقیقی نبی تھے - ہاں آدم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں حقیقی نبی نہ تھے اور اسی طرح موسیٰؑ، داؤدؑ، عیسےٰؑ اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام گو سب اپنی ذات میں حقیقی نبی تھے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں حقیقی نہ تھے اور جب حقیقی نہ تھے تو اس نسبت سے مجازی ہوئے۔

(۳) "حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں صرف ایک ہی ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو محض اُمّی تھا"
(اربعین ۲ صـ۱۶)

(۴) "کامل اور حقیقی مہدی دنیا میں صرف ایک ہی آیا جس نے بغیر اپنے ربّ کے کسی استاد سے ایک حرف نہ پڑھا" (تحفہ گولڑویہ صـ۵۷)

حضرت مسیح موعود بھی اپنی ذات میں تو حقیقی مہدی ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے دوسرے تمام انبیاء کی طرح آپ بھی حقیقی مہدی نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ذات میں تو حقیقی اور کامل ظلّی نبی ہیں جو نبوت کی ایک قسم ہے - (چشمۂ معرفت صـ۳۲۴) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آپ کو جو کچھ ملا ہے وہ مجازی اور ظلّی حیثیت ہی رکھتا ہے اسی لیے آپ نے "استفتاء" میں فرمایا:-

"سُمِّيْتُ نَبِيًّا مِنَ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيْقِ الْمَجَازِ
لَا عَلٰى وَجْهِ الْحَقِيْقَةِ

کہ میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز کے طریق پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے طریق پر۔ یعنی آپ نے مقامِ نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

طفیل حاصل کیا اور آپ ظلّی نبی یا امّتی نبی ہیں نہ کہ تشریعی یا مستقل نبی۔

نزول المسیح صہ پر اسی حقیقت کے پیش نظر آپ نے اپنا نام مستعار طور پر نبی اور رسول لکھا ہے یعنی آپ کی نبوت و رسالت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے نہ کہ براہِ راست۔

۱۹۰۱ء کے بعد حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس اُمّت میں ہزار ہا اولیاء گزرے اور ایک وہ بھی ہُوا جو اُمّتی بھی ہے اور نبی بھی۔"

(حقیقۃ الوحی صہ۲۸)

پس اولیاء اللہ آپ کے مقابلہ میں حقیقی امتی نبی نہیں ہیں اور مسیح موعود ان سب کے مقابلہ میں حقیقی امتی نبی ہیں یا کامل ظلّی نبی ہیں۔ اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ ظلی نبوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ایک قسم کی نبوت ختم نہیں جو اُس کی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامل پیروی سے ملتی ہے جو اس کے چراغ سے نُور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوّت ہے یعنی اس کا ظلّ۔ (چشمہ معرفت صہ۳۲۴)

پس استفتاء میں مجاز کے لفظ سے "واقعیت" سے انکار کا دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ یہ مجاز ایک نسبتی چیز ہی ہے جو مقام اُمّتی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے وہ اپنی ذات میں تو حقیقی ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس کی حیثیت مجازی یعنی ظلّی اور طفیلی ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت وقرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالۂ اوہام صلا ۱۳۸)

اس سے ظاہر ہے کہ اُمّت میں جو شخص مومن ہو وہ ظلّی مومن ہی ہوتا ہے۔ جو ولی ہو، غوث ہو، قطب ہو یا محدّث ہو وہ یہ مقام ظلّی طور پر ہی حاصل کرتا ہے۔ پس ظلّی کا لفظ جس طرح اِن مقامات کے ساتھ حقیقت کی نفی نہیں کرتا بلکہ صرف واسطہ کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے ظلّی نبی کی اصطلاح میں ظلّی کا لفظ واسطہ کو ظاہر کرنے کے لیے ہے نہ کہ نبوت کی نفی کے لیے۔ کیونکہ ظلّی کا لفظ صفت ہے اور نبوت یا نبی اس کا موصوف۔ اور یہ صفت موصوف کی نفی نہیں کرتی بلکہ اس کی خصوصیت ظاہر کرتی ہے کہ اس کو یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے۔

فاروقی صاحب! اس عبارت کے رُو سے تو محدثیت بھی ظلّی اور طفیلی طور پر ہی ملتی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود بھی ظلّی اور طفیلی طور پر ہی ہیں۔ لہذا فاروقی صاحب بتائیں کہ آپ حضرت اقدس کو حقیقت میں مسیح موعود بھی مانتے ہیں یا نہیں؟ سنیئے حضور فرماتے ہیں:-

"جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدئی معہود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔"

(کشتی نوح)

پھر حضور کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے صلا میں اپنے آپ کو حقیقی

مسیح موعود قرار دیتے ہیں لیکن ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے
جس کی قرآن اور حدیث میں خبر دی گئی ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ جب حضور کو آپ کی ذات میں دیکھا جائے تو آپ حقیقی اور واقعی مسیح موعود ہیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے کی نسبت سے دیکھا جائے تو آپ مجازی مسیح موعود ہیں۔ یہی حال آپ کی نبوت کا ہے۔ اپنی ذات میں آپ واقعی نبی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لینے کی نسبت سے آپ کی نبوت مجازی قرار دی جا سکتی ہے۔
بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف بزرگانِ دین کے نزدیک ہرگز قابلِ اعتراض امر نہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں نبوت کے حصول کی دو راہیں بیان کرتے ہوئے ایک راہ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

"راہِ دیگر آں است کہ بتوسطِ حصولِ ایں کمالاتِ
ولائیت حصول بہ کمالاتِ نبوت میسّر گردد۔ راہِ دوم
شاہ راہ است واقرب است بہ حصول کہ بہ کمالاتِ
نبوت رسد۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ ایں راہ رفتہ است
از انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام واصحابِ ایشاں
بہ تبعیّت و وراثت۔"

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول مکتوب ۳۰۱ صفحہ ۴۳۵)

ترجمہ:۔ دوسری راہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت حاصل کرنے کے واسطے سے کمالاتِ نبوت کا حاصل کرنا میسّر ہو۔ یہ دوسری راہ شاہراہ ہے اور کمالاتِ

نبوت تک پہنچنے میں قریب ترین راہ ہے اِلّا ما شاء اللہ۔ اس راہ پر بہت سے انبیاء اور اُن کے اصحاب اُن کی پیروی اور وراثت سے چلے ہیں (یعنی اُنھوں نے ولایت کے کمالات پہلے حاصل کیے ہیں اور پھر بعد میں ان کمالات کے واسطے کمالاتِ نبوت حاصل کیے ہیں)

پس جب نبوت کا تدریجی طور پر حاصل کرنا یعنی پہلے ولی بننا اور پھر نبی بننا قابلِ اعتراض نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی نبوت کا تدریجی انکشاف کیونکر قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔

وحیٔ نبوت کی اقسام | فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۴ پر وحی کی اقسام درج کرنے کے بعد حضرت اقدس کی کتاب ازالہ اوہام کے ص۵۷۷ کی یہ عبارت درج کی ہے:۔

> "ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہؐ ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔"

اس کے بعد فاروقی صاحب نے لکھا ہے:۔

> "چونکہ قرآن میں وحی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ دین بھی مکمل ہو گیا شریعت میں کوئی نقص باقی نہ رہا۔ اور ہدایت کی بھی تکمیل ہو گئی اور یہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے ہو گیا اس لیے

قرآن کے بعد (یعنی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد)
کوئی رسول یا نبی نہیں آ سکتا۔" (فتح حق ص۵)

اور صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر لکھا ہے :۔

"نبی کی وحی سابقہ شریعت یا کتاب میں ترمیم تنسیخ کر سکتی ہے امتی کی وحی نہیں کر سکتی۔ وحیِ نبوّت تکمیل ہدائت کرتی ہے مگر ہدائت چونکہ قرآن کریم میں کامل ہو چکی اس لیے مسیح موعود کی وحی وحیِ نبوت نہیں۔"

فاروقی صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ وحی نبوت ان کے نزدیک شریعت جدیدہ پر مشتمل وحی کو کہتے ہیں کیونکہ ایسی وحی ہی کسی پہلی شریعت کے حکم کی ترمیم و تنسیخ کر سکتی ہے۔ ان کا یہ کہنا درست ہے کہ ایسی وحی قرآن مجید کے بعد ہرگز نازل نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن مجید کے ذریعہ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ پس قیامت تک "وحی نبوت" ان معنوں میں کہ وہ شریعتِ جدیدہ پر مشتمل ہو ہرگز نازل نہیں ہو سکتی۔ ازالہ اوہام کی مندرجہ بالا عبارت میں در اصل "وحی نبوت" سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مراد ایسی وحی ہے جو کسی تشریعی یا مستقل رسول پر نازل ہو اور یہ ہمارا ایمان ہے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی یا مستقل رسول کی حیثیت میں نہیں آ سکتا۔

یہ واضح رہے کہ "وحی نبوت" کے ایک معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ایسی وحی کے بھی ہیں جس میں کسی شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کہا گیا ہو۔ چنانچہ حضور نے "اربعین" میں آیت کریمہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ (الحاقہ) اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر کے بتایا ہے کہ اس کے مطابق آپ اپنے

دعویٰ میں صادق ہیں کیونکہ آپ اپنے دعویٰ وحی پر تئیس سالہ میعاد جو معیارِ صداقت ہے پوری کر چکے ہیں۔ اس پر معترض نے کہا کہ جھوٹا مدعیٔ نبوت بھی اپنے دعویٰ کے بعد اتنی عمر پا سکتا ہے۔ حضرت اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس مقام سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے۔ اب اس کے مقابل یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے دعویٰ کیا، یا روشن دین جالندھری نے دعویٰ کیا یا کسی اور شخص نے دعویٰ کیا اور وہ ہلاک نہیں ہوئے یہ ایک دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کیے اور تئیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہیئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے جو انھوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا، یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحیٔ نبوّت میں ہے جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کرکے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے۔"

(اربعین ص ۱۲۵)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں آپ کو خدا تعالیٰ نے نبی اور رسول بھی کہا ہے اس لیے ان معنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی بھی وحیٔ نبوت ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ آپ مستقل نبی اور رسول نہیں یعنی آپ نے مقامِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر براہِ راست حاصل نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے مقامِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے حاصل کیا ہے اور اس طرح آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمتی بھی گویا بالفاظِ دیگر ظلّی نبی ہیں۔

ماسوا اس کے اُمتی پر اگر کیفیت اور کمیّت کے رُو سے کامل درجہ کی وحی نازل ہو تو حضرت اقدس کے بیان مندرجہ الوصیّت کے مطابق ایسی وحی باتفاقِ انبیاء نبوت ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ اپنے رسالہ الوصیّت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جبکہ وہ مکالمہ اور مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیّت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لیے فرمایا گیا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اور جن کے لیے یہ دعا سکھائی گئی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے،

اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔"

(الوصیت صفحہ ۱۶ مطبوعہ نظارت بہشتی مقبرہ)

اس عبارت میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کاملہ کو ہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم قرار دیا گیا ہے پس مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کاملہ ہی جب نبوت ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ یعنی جس کی وجہ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام بلا استثنٰے نبی کہلاتے رہے تو یہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کاملہ ایک معنی میں وحیِ نبوت ہی ہُوا۔ چونکہ شریعت جدیدہ نبی ہی کو ملتی ہے۔ غیر نبی کو نہیں ملتی۔ اس لیے جب کسی نبی پر احکام شریعت جدیدہ نازل ہوں۔ تو یہ احکام شریعت بھی ایک خاص اصطلاح میں وحی نبوت ہی کہلاتے ہیں۔ مگر نبی کے لیے شریعت کا لانا ضروری نہیں کیونکہ بعض نبی شریعت جدیدہ لاتے رہے ہیں اور بعض کی وحی صرف امورِ غیبیہ پر ہی مشتمل ہوتی رہی ہے۔ اور ایسے انبیاء صرف پہلی شریعت کی تجدید اور ترویج اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر اپنے نشانوں سے زندہ ایمان پیدا کرنے کے لیے آتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (سورۂ مائدہ ع) کہ ہم نے تورات نازل کی (یعنی موسیٰ کی کتاب شریعت) جس میں ھدایت اور نور تھا اور اس کے ذریعہ سے کئی نبی جو خدا تعالیٰ کے فرمانبردار تھے (یعنی خود بھی تورات پر عامل تھے) یہودیوں کے لیے فیصلہ دیا کرتے تھے۔ پس یہ تمام انبیاء غیر تشریعی نبی تھے اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت کامل طور پر پانے کی وجہ سے نبی کہلاتے تھے ان کی وحیِ نبوت ایسے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کاملہ پر ہی مشتمل ہوتی تھی۔ اس قسم کی وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کو مل سکتی ہے۔ اور ایسی وحی کے

پانے کی وجہ سے ہی مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں نبی اور رسول کہا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس "ایک غلطی کا ازالہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امّت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی کہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول پس مصفیٰ غیب پانے کے لیے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفیٰ غیب[1] حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔"

حضور کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ مصفیٰ غیب حسب منطوق آیت لا یظھر علے غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کو حسب وعدہ الہٰی حاصل ہو سکتا ہے اور ایسا مصفیٰ غیب نبوت

[1] یعنی جس میں بکثرت عظیم الشان امور غیبیہ پر اطلاع دی گئی ہو۔

اور رسالت کو چاہتا ہے اور اس کے پانے والے کے لیے نبی ہونا ضروری ہوتا ہے اور اسی مصفّٰی غیب کے حسب منطوق آیت پانے کی وجہ سے تمام انبیاءؑ نبی کہلاتے رہے ہیں۔ البتّہ اب اس قسم کا مصفّٰی غیب جس کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور جو نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے براہِ راست بغیر پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اُمّتی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس اس مصفّٰی غیب کی موھبت کو پانے کے لیے جس کے لیے نبی ہونا ضروری ہے اور جو نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے صرف بروز ظلّیّت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے جس اُمّتی کو خدا تعالیٰ آیت لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کے مطابق مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کاملہ سے مشرف کرے یعنی اسے عظیم الشان امورِ غیبیہ پر بکثرت اطلاع دے اور اس کا نام نبی رکھے تو اس کی وحی ایک معنی میں "وحی نبوت" ہی ہو گی۔ ہاں چونکہ اُمتی کو جب نبی کا نام ملے تو ایسا شخص ظلّی نبی یا اُمتی نبی ہوگا نہ کہ مستقل نبی اور اس کی وحی جو مصفّٰی غیب پر مشتمل ہو اور جس میں اُسے نبی قرار دیا گیا ہو وحی نبوت ظلّیہ ہو گی نہ کہ وحی نبوت مستقلہ۔ وحی نبوت مستقلہ منقطع ہے اور وحی نبوت ظلّیہ منقطع نہیں۔ مگر وحی نبوت ظلّیہ اور وحی نبوت مستقلہ میں جو تشریعی وحی پر مشتمل نہ ہو نفسِ نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ صرف دونوں کا ذریعہ حصول مختلف ہے۔ یعنی وحی نبوت مستقلہ سابق مستقل انبیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر براہِ راست نازل ہوتی رہی ہے اور وحی نبوت ظلّیہ ظلّی نبی پر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے نازل ہوتی ہے۔ ہاں اگر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اپنی کیفیت اور کمیّت میں کسی اُمّتی کو کمال درجہ حاصل نہ ہو تو یہ مکالمہ مخاطبہ

الہیہ محض ولایت ہوگا اور اس کا پانے والا محض ولی ہوگا نہ کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ پس فاروقی صاحب کا اس بات پر حصر کرنا کہ وحی نبوت صرف تشریعی وحی کو ہی کہتے ہیں درست نہیں۔ ہاں آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی اس قسم کی وحی نبوت پر مشتمل نہیں جو شریعت جدیدہ کی حامل ہو بلکہ آپ کی وحی صرف وحیٔ نبوت ظلیّہ پر مشتمل ہے۔

مسئلہ کفر و ایمان فاروقی صاحب کا یہ کہنا بھی کلّی طور پر درست نہیں کہ:۔

"چونکہ مجدّد تجدید دین کے لیے آتا ہے اس لیے
اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔" (فتح حق صـ۲۲)

یہ قول ان کا صرف ایسے مجدّد کے متعلّق تو درست ہے جسے خدا تعالیٰ نبی اور رسول نہ کہے۔ مگر ایسے مجدّد کے متعلّق درست نہیں جسے خدا تعالیٰ نبی اور رسول بھی قرار دے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے نبی اور رسول بھی قرار دیا ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

"فَاٰمِنْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ" (خطبہ الہامیہ)

کہ اے مخاطب ایمان لا اور کافروں میں سے نہ ہو۔

ہاں کفر کی ہمارے نزدیک دو قسمیں ہیں۔ اور تشریعی نبی اور اُمتی نبی کے انکار پر اُن کے منکرین کا کفر ہم ایک ہی قسم کا نہیں سمجھتے۔ بلکہ دونوں قسموں کے نبیوں کے انکار کرنے والوں میں یہ فرق ضرور ملحوظ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تشریعی نبی ہیں اس لیے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے تو ہمارے نزدیک منکر براہِ راست کافر ہو جاتا ہے اور غیر مسلم

قرار پاتا ہے۔ لیکن ایک شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا دعویدار ہو اور قرآن شریف کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہو وہ اگر مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرے تو اس کا کفر غیر مُسلم کے درجہ کا کفر نہیں ہوگا بلکہ جس طرح مسیح موعود اُمتی نبی ہیں اسی طرح آپ کا ایسا منکر اُمتی کافر ہوگا۔ یعنی امت محمدیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے تو وہ مسلمان کہلائے گا لیکن مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگا۔ کیونکہ مسیح موعود کا انکار براہ راست کفر نہیں بلکہ بالواسطہ کفر ہے جس طرح آپ کی نبوت بالواسطہ ہے۔ یہی مفہوم اس نکتہ کا ہے جو مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے:۔

> "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لائے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

فاروقی صاحب نے یہ عبارت تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ سے اپنی کتاب فتح حق کے صفحہ ۲۲ پر درج کی ہے۔ گو تریاق القلوب ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتاب ہے مگر اس میں جو کفر بیان کیا گیا ہے اس سے مراد کفر قسم اوّل ہی ہے جو شارع نبی کے انکار پر لازم آتا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں اس عبارت کی بنا پر آپ پر سوال ہُوا:

"حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبدالحکیم خاں کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے یعنی اب آپ کہتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۱۶۳)

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سوال کا جواب یہ دیتے کہ مجھے کافر قرار دینے والا تو کافر ہے اور نہ ماننے والا کافر نہیں اور سائل میری عبارتیں نہیں سمجھا تو پھر تو احمدیوں کے لاہوری فریق کا یہ مذہب یقیناً درست ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا منکر کافر نہیں لیکن حضرت اقدس لاہوری احمدیوں کے اس عقیدہ کے بالکل خلاف سائل کو یہ جواب دیتے ہیں کہ:

"عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۱۶۳)

اب فاروقی صاحب بتائیں کہ وہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں یا نہیں؟ اُن کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب نے "ردّ تکفیر اہل قبلہ" میں تو کافر ٹھہرانے والے اور نہ ماننے والوں کو دو قسم

کے انسان قرار دیا ہے یعنی لکھا ہے کہ:-

"ایسا شخص جو آپ کو کافر یا کاذب یا دجّال کہتا ہے وہ تو ضرور رفتوے حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آتا ہے لیکن ایسا کہنے والوں یا سمجھنے والوں کے علاوہ جو لوگ ایسے ہیں جنھوں نے دعویٰ کو قبول نہیں کیا یا ابھی بیعت نہیں کی وہ محض انکارِ دعویٰ سے کافر نہیں ہو جاتے۔" (ردّ تکفیر اہل قبلہ صفحہ ۳۹)

اب دیکھئے مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کو کافر یا کاذب یا دجّال کہنے اور سمجھنے والوں کو تو کافر قرار دیتے ہیں۔ لیکن آپ کے دعوے کو نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیتے۔ مگر آپ لوگوں کا یہ عقیدہ درست نہیں ہے کیونکہ حضرت اقدس ایسے ہی عقیدہ پر تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرما رہے ہیں کہ:

"عجیب بات ہے کہ آپ، کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی جماعت کا یہ عقیدہ کہ یہ دونوں قسم کے شخص ایک ہی قسم میں داخل ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک قابلِ تعجب نہیں بلکہ آپ کی تحریر کے مطابق ہے۔ لیکن لاہوری فریق کا عقیدہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک صریح طور پر قابلِ تعجب ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے آگے چل کر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ پر کافر کا لفظ مومن

کے مقابل رکھ کر کفر کی دو قسمیں قرار دی ہیں :-

" (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا ،

(دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا .... اس کو با وجود اتمام حجّت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچّا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے - اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونو قسم کے کفر ایک قسم میں داخل ہیں ...... اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا اور جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذّب اور منکر ہے - تو گو شریعت نے (جس کی بناء ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلّف اللہ نفساً الّا وسعہا قابل مواخذہ نہیں ہو گا - ہاں ہم اس بات کے مجاز نہیں

ہیں کہ ہم اُس کی نجات کا حکم دیں، اُس کا معاملہ خدا کے
ساتھ ہے ہمیں اس میں دخل نہیں"
(حقیقۃ الوحی ص۱۷۹ و ۱۸۰)

پس جب تک لاہوری فریق اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرے وہ سچے احمدی کہلانے کا حقدار نہیں۔ میں انھیں جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی ایک پُرانی عبارت سُناتا ہوں۔ آپ ریویو آف ریلیجنز میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارا آخری جواب اس سوال کا کہ آیا ہم ایمان رکھتے
ہیں یہ ہے کہ ہم اس وقت ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ
جبکہ ہم اُن آسمانی نشانوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ نے
اپنے مامور کی وساطت سے اس زمانہ میں ظاہر فرمائے
ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ اگر یہ
نہیں تو پھر ہمارا ایمان ہمارے منہ کی ایک بات جو محض
لاف ہی لاف ہے جس کی اصلیت کچھ نہیں"
(ریویو جلد ۳۔ ۱۱ ص۴۰۹)

آسمانی نشانات ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ہے جسے مومن بہ قرار دیا گیا ہے۔ (یعنی اس پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے)

باب چہارم

پیشگوئی اِسْمُہٗ اَحْمَد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ
اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ
یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ
مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ط فَلَمَّا جَآءَھُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ: اور جب عیسےٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرتا ہوا جو میرے سامنے تورات ہے اور ایک رسول کی خوش خبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا، اُس کا نام احمد ہے۔ سو جب وہ (عیسےٰ) ان کے پاس کھُلی دلیلیں لیکر آیا تو اُنہوں نے کہا یہ کھُلا جادو ہے۔

فاروقی صاحب کا بہتان | فاروقی صاحب نے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ آپ نے

"سورۃ الصف کی آیت مذکورہ کی یہ تفسیر بیان کی کہ
حضرت عیسیٰ رسول اللہ کی یہ بشارت خاتم النبیین

محمد رسول اللہ کے حق میں نہیں ...... حالانکہ خود حضرت
مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔"

(فتح حق صفحہ ۲۴)

ہمارے نزدیک یہ امر فاروقی صاحب کا سراسر بہتان ہے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد سب سے پہلے جو کتاب "قول فیصل" کے نام سے لکھی اس میں آپ نے صفحہ ۲۷، ۲۸ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو کتابوں ازالہ اوہام اور اعجاز المسیح سے دو عبارتیں نقل کر کے تحریر فرمایا ہے کہ:-

ان حوالوں سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت (مسیح موعود ناقل) نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آپ نے اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں چسپاں کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر پیشگوئیاں آپ کی اُمت کی ترقی کی نسبت ہیں ان کے پہلے مظہر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر آپؐ احمد نہ ہوتے تو مسیح موعود کیونکر احمد ہو سکتا تھا۔ مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جائے تو ساتھ ہی اس کی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جائے گی۔ کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کیسے آ سکتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد تھے

اور اس پیشگوئی کے اوّل مظہر وہ تھے۔" (قول فیصل ص۲۹)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی احمد رسول سے متعلق پیشگوئی کا مظہر اوّل یقینی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا صفاتی نام احمد رکھا جانے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے مظہر اوّل ہیں اور مسیح موعود کو صفاتی نام احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے یعنی صفاتی لحاظ سے آپ ظلّی احمد ہیں۔ لہذا انکوائری کمیشن کے سامنے آپ کا یہ بیان کہ :-

"ہمارے نزدیک اس کا اطلاق اصلی طور پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے لیکن ظلّی طور پر مرزا غلام احمد صاحب پر بھی ہوتا ہے۔"

"قول فیصل" کی مندرجہ بالا تحریر کے عین مطابق ہے جو اس مسئلہ کے متعلق غالباً آپ کی سب سے پہلی تحریر ہے۔

فاروقی صاحب نے اس بیان کے بالمقابل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتح حق ص۲۹ پر آپ کی تقریر "انوار خلافت" سے یہ بیان بھی درج کیا ہے :-

"پس اس آیت (مبشراً برسولٍ یأتی من بعدی اسمہ احمد) میں ضمنی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دی گئی ہے اور اس کے اصلی مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔"

"پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے۔"

اس عبارت کا بظاہر انکوائری کمیشن کے بیان سے ایک لفظی سا اختلاف نظر آتا ہے لیکن ان دونوں عبارتوں میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں اور اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیشگوئی کا مظہر اوّل ہونے سے ہرگز انکار نہیں کیا گیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد نام کا مظہر اوّل ہونے کی وجہ سے ہی ضمنی طور پر اس پیشگوئی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی خبر تسلیم کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیشگوئی کا صرف غیر ضمنی مصداق ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی صراحتاً آپ کے نزدیک مسیح موعود سے متعلق ہے اور آپ کی مسیح موعود علیہ السلام کے اس کا اصل مصداق ہونے سے مراد "انوار خلافت" میں یہی ہے کہ اس آیت میں بالتصریح پیشگوئی مسیح موعود سے متعلق ہے۔ کیونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "اعجاز المسیح" میں تحریر فرمایا ہے:

"اَشَارَ عِیْسٰی بِقَوْلِہٖ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ
شَطْأَہٗ اِلٰی قَوْمٍ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ
وَ اِمَامِھِمِ الْمَسِیْحِ بَلْ ذَکَرَ اسْمَہٗ
اَحْمَدَ بِالتَّصْرِیْحِ الخ

(اعجاز المسیح باب ثالث ص۲۳و۲۴)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول کزرع اخرج شطأہ میں آخرین منہم والی قوم (یعنی جماعت احمدیہ ناقل) اور ان کے امام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بلکہ اس امام کا نام تصریح کے ساتھ (یعنی کھلے طور پر) احمد بتایا ہے۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان کے مطابق حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے آپ کا نام کھلے طور پر اس پیشگوئی میں احمد بتایا ہے، تو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا انوار خلافت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیشگوئی کا اصل مصداق بمعنی مصداق صریح قرار دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفاتی لحاظ سے اس پیشگوئی کا مظہر اوّل مانتے ہوئے اس پیشگوئی کا ضمنی مصداق قرار دینا درست امر ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ میں لکھ دیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ سے متعلق ہے جو بروزی طور پر مسیح موعود کے رنگ میں ہوئی۔ چنانچہ حضور تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلّی تھا یعنی بعثت اوّل جلالی شان ظاہر کرنے کے لیے تھا مگر بعثت دوم جس کی طرف آیت کریمہ وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ اس طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدیٔ معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی فرمائے گا ...... لہذا جیسا کہ مومن کے لیے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے

ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔
(نمبر۱) بعثتِ محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالۂ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللّٰہ والّذین معہٗ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم۔
(نمبر۲) دوسرا بعثتِ احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالۂ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشّرا برسولٍ یأتی من م بعدی اسمہ احمد۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلۂ خلفا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ کے رنگ پر مبعوث فرمایا لیکن آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسےٰؑ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں (جو مسیح موعود ہے۔ ناقل) اُس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔"

(تحفہ گولڑویہ ایڈیشن اوّل صفحہ ۹۶)

اور اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ دوم جو تجلّیِ اعظم جو اکمل
اور اتمّ ہے وہ صرف اسمِ احمد کی تجلّی ہے۔ کیونکہ
بعثتِ دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم
کا تعلّق ستارۂ مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم
منجملہ خنّس کنّس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ
ماموریں کو خونریزی سے منع کرتا ہے اور عقل اور
دانش اور موادِ استدلال کو بڑھاتا ہے اس لیے
اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعثتِ دوم میں اسم محمدؐ
کی تجلّی ہے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل
ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ
کے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر
قہرِ سیفی نہیں بلکہ قہرِ استدلالی ہے اور وجہ یہ کہ اس
وقت کے مبعوث پر پرتوۂ ستارۂ مشتری ہے نہ
پرتوۂ مریخ۔ اس وجہ سے بار بار اس کتاب میں لکھا
گیا کہ ہزار ششم صرف اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی
تجلّی کو چاہتا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ ایڈیشن اوّل)

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت اسمہٗ احمد کا تفصیلی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ سے ہے جو ہزار ششم میں ستارۂ مشتری کی تاثیر کے نیچے

مسیح موعود کے رنگ میں ہوئی۔ جو آسمان پر مجازی احمد ہو کر آنحضرت صلعم کے اسمِ احمد کا مظہر اتم ہے اور یہ پیشگوئی اس مظہر اتم مسیح موعود کے زمانہ میں اپنے کمال کو پہنچی ہے اور مسیح موعود کے رنگ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت ثانیہ میں اسم احمد کی تجلی کے اتم اور اکمل مصداق ہیں اس لیے ضمناً ہی اس پیشگوئی کا تعلق بعثِ اوّل سے قرار دینا ضروری ہُوا۔

پس انکوائری کمیشن کے سامنے جو بیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دیا وہ آپ کی اس پہلی تحریر کے اس حصّہ کے بالکل مطابق ہے جو آپ نے مسندِ خلافت پر سرفراز ہونے پر زیر بحث مسئلہ پر لکھی تھی۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا صفت احمد کے لحاظ سے اوّل مصداق قرار دیا تھا اور مسیح موعود علیہ السلام کو طفیلی یعنی ظلّی طور پر۔ تعجّب ہے کہ فاروقی صاحب نے اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے متعلق اپنی کتاب "فتح حق" میں جو مضمون لکھا ہے اس میں کسی جگہ یہ اعتراف نہیں کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ ہونے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے مصداق ہیں، بلکہ وہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مصداق قرار دینے کی وجہ سے ناراض ہیں۔ حالانکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "اعجاز المسیح" میں صاف طور پر بیان فرمایا ہے کہ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ کی پیشگوئی میں حضرت عیسٰے علیہ السلام نے مسیح موعود کا نام بالتصریح احمد ذکر کیا ہے اور پھر حضرت اقدس نے اخبار الحکم میں بھی لکھا ہے:۔

"یہ لوگ بار بار پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم میں کہاں نام
آیا ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام

احمد رکھا ہے ۔ .... احمد نام پر بیعت
لیتے ہیں .... کیا یہ نام قرآن شریف میں
موجود نہیں ؟"

(الحکم ۷ ار اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۰)

خود مولوی محمد علی صاحب بھی قادیان کے زمانہ میں جبکہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے لکھتے ہیں کہ :-

" میرزا غلام احمد کون ہیں ؟ اس سوال کا جواب ہم
قرآن کریم کے الفاظ میں دیتے ہیں یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی
اِسْمُہٗ اَحْمَدُ "

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد ۱۲ ۷ء صفحہ ۲۳۶)

مگر قادیان سے چلے جانے کے بعد مولوی صاحب موصوف نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھ دیا ہے کہ احمد سے مراد صرف حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ دیکھو بیان القرآن تفسیر سورہ صف جلد سوم۔

کیا مولوی محمد علی صاحب کا یہ بیان اُن کے پہلے بیان کے خلاف نہیں ؟ دیکھ لیجئے جس طرح ان کا پچھلا بیان اُن کے اپنے پہلے بیان کے خلاف ہے اسی طرح ان کا یہ پچھلا بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات کے بھی خلاف ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم و عدل ہیں۔

فاروقی صاحب کی بلاوجہ سخت کلامی

فاروقی صاحب اس بات سے بھی چڑتے ہیں اور سخت الفاظ کے استعمال سے انھیں اجتناب نہیں کہ "جماعت ربوہ کے مبلغین AHMAD THE PROPHET یا احمد نبی اللہ کا غلط پروپیگنڈا آج کل بھی کرنے

ہیں۔ تو وہ جھوٹ بولتے اور دغا بازی کرتے ہیں۔" (فتح حق صفحہ ۳)

حالانکہ خود جناب مولوی محمد علی صاحب اپنی سابقہ تحریرات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول کی حیثیت میں پیش کرتے رہے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرآنی نام احمد بھی قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے تو آپ کو پیغمبر آخر الزمان کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ دیکھو ریویو جلد ۶ صفحہ ۸ اور موعود نبی بھی قرار دیا ہے۔ دیکھو ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۳ اور نبی آخر الزمان بھی قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"پیشگوئی کے بیان میں اوپر ذکر آچکا ہے کہ نبی آخر الزمان
کا ایک نام رجلٌ مِن ابناءِ فارس بھی ہے۔"

(ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۰)

پھر مولوی محمد علی صاحب نے خواجہ غلام الثقلین سے بحث میں اور مولوی کرم الدین جہلمی کے مقدمہ میں تو حلف اُٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدّعی نبوت قرار دیا ہے ان دونوں باتوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی آپ کا ذکر احمد کے نام سے موجود ہے۔ چنانچہ آپ کے الہامات ہیں:۔

(۱) "یا احمد جُعِلتَ مُرْسَلاً" (دیکھو تذکرہ صفحہ ۴۹۳)

اے احمد! تو رسول بنایا گیا ہے۔

(۲) "احمد زمان اس زمانہ کا احمد۔" (تذکرہ صفحہ ۶۸۵)

نیز خدا نے آپ کو مرسل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا دشمن آپ کو مرسل ماننے سے انکار کرے گا۔ چنانچہ الہام کے الفاظ یہ ہیں:۔

(۳) سَيَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلاً (تذکرہ صفحہ ۴۰۲)

پس فاروقی صاحب! آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت اور رسالت سے انکار کر کے حضور کے مخالفوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش نہ کریں۔ خدا تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے۔ اللّٰھم آمین!

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۱)

پھر حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی نئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس فاروقی صاحب کو ہمارے مبلّغین سے خفا ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ تمام احمدی مبلّغین غیر ممالک میں بھی انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول پیش کرتے ہیں جن معنوں میں حضرت اقدس نے خود اپنے آپ کو نبی اور رسول قرار دیا ہے۔

فاروقی صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد سے انکار

فاروقی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمدؐ اور احمد کو آپ کی صفت قرار دینے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> " احمد نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دوسرے نام محمدؐ کی طرح ہی ہے - یہ کوئی آپ کی صفت بیان نہیں کی گئی "
> (فتح حق صـ۲۰)

فاروقی صاحب خود ہی اس کے خلاف فتح حق میں یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:

> " احمد کے معنی ہیں "بہت حمد کرنے والا" یا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں "بہت زیادہ قابلِ حمد"۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالی نام ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی چونکہ جمالی صفت کے مظہر تھے اس لیے وہ نام ان کی بشارت میں ہونا لازم تھا "
> (فتح حق صـ۲۲و۲۳)

جب فاروقی صاحب کو یہ مسلّم ہے کہ احمدؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالی نام ہے تو پھر اُن کا یہ کہنا اس نام کے متعلق کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ " یہ کوئی آپ کی صفت بیان نہیں کی گئی " حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جیسا کہ آپ اُن کی عبارتوں سے معلوم کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محمدؐ نام کو جلالی اور احمد نام کو جمالی قرار دیا ہے۔ اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں ناموں کا صفاتی ہونا ظاہر ہے - ہاں محمدؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا عَلَم یعنی ذاتی نام بھی تھا۔ مگر احمد دوسرے صفاتی ناموں کی طرح آپ کا صرف ایک صفاتی نام ہی تھا اس لیے کلمہ طیبہ میں یا اذان میں اس کا کسی

روایت سے بھی داخل ہونا ثابت نہیں اور یہ امر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مسلّم ہے اور اس کے متعلق ہم "قول فیصل" سے آپ کا بیان بھی درج کر چکے ہیں کہ صفاتی نام احمد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل مظہر ہونے کے لحاظ سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی احمد رسول کے متعلق پیشگوئی کے اوّل مصداق ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پیشگوئی کے طفیلی یعنی ظلّی مصداق ہیں۔ ہاں احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عَلَم یعنی ذاتی نام غلام احمد کا اہم حصّہ بھی ہے اور غلام کا لفظ خاندانی نام ہے۔ اس لیے آپ کے والد صاحب میرزا غلام مرتضیٰ نے اپنے دونوں بیٹوں غلام قادر اور غلام احمد کے نام پر دو بستیاں آباد کیں تو اُن کا نام قادرآباد اور احمد آباد رکھا۔ پس احمد اس رنگ میں چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذاتی نام بھی ہے اس لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذاتی نام احمد کے لحاظ سے بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ یہ وہ امر ہے جس سے فاروقی صاحب کو انکار ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی چونکہ احمد نام سے اپنے الہامات میں مخاطب فرمایا ہے اس لیے ذاتی نام احمد کے لحاظ سے فاروقی صاحب کا مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیشگوئی کا مصداق نہ سمجھنا ہمارے نزدیک ان کا ایک غلط اقدام ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "اعجاز المسیح" میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے آپ کا نام احمد بالتصریح ذکر کیا ہے۔ پس جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دل سے قبول کرتا ہے، اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان کو بھی ضرور تسلیم کرنا چاہیئے۔ اور جو آپ کے اس بیان کو تسلیم نہیں کرتا اس میں نخوت، خودپسندی اور

خود اختیاری پائی جاتی ہے اور وہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی طرف سے حَکم نہیں مانتا بلکہ خود خدا کے مقرر کردہ حَکم پر حَکم بننا چاہتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

باب پنجم

پیشگوئی مصلح موعود

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰ سے صفحہ ۵۰ تک یعنی قریباً بیس صفحات میں مصلح موعود کی پیشگوئی پر بحث کی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خلاف سخت گند اچھالا ہے اور اس کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کا امر بھی زیر بحث لائے ہیں۔ ہم خلافت کا مضمون اس پیشگوئی سے الگ اگلے باب میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مصلح موعود کی پیشگوئی ایک نشانِ رحمت ہے جو خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس کی ہوشیارپور میں چالیس دن کی دعاؤں کے بعد آپ کو ان الفاظ میں دینے کا وعدہ فرمایا جو حضور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج فرماتے ہیں:—

"پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزّ وجلّ خدائے رحیم و بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی

رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا، سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام، خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پائیں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور انھیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ ؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمھارا مہمان آتا ہے

اس کا نام عمنوئیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح
دی گئی ہے وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے،
مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل
ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ
اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور
اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے بہتوں
کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے
کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ
تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور
دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے
گا، وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ
میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔
فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ
مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال
الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو
خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم
اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے
سر پر ہوگا، وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی
رستگاری کا موجب ہوگا۔ وہ زمین کے کناروں
تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی

تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا
وکان امراً مقضیاً"

جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی اپنی پوری عظمت اور شان کے ساتھ صاحبزادہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود میں پوری ہو گئی ہے۔ چونکہ یہ پیشگوئی آپ کی خلافت کے قیام میں بہت ممد تھی اور احمدیوں کے لاہوری فریق کے لیڈر اور اُن کے بعض ہوا خواہ آپ کی خلافت کے منکر تھے اور آپ سے بغض و عداوت کی وجہ سے آپ کو نیچا دکھانا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے حیلوں اور بہانوں سے اس پیشگوئی کو ٹالنا چاہا۔

چونکہ اتفاق سے اس پیشگوئی میں ایک ذوالوجوہ فقرہ یہ بھی موجود ہے کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" اور آپ دیکھ چکے ہیں پیشگوئی کرنے کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھ دیا تھا کہ "اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے"۔ اس لیے اس مبہم اور ذوالوجوہ فقرہ کو لے کر مولوی محمد علی صاحب نے اس کی یہ تشریح کر لی کہ "یہ پسر موعود مسیح موعود کے بعد چوتھی صدی میں ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے رسالہ المصلح الموعود میں لکھا:۔

"جس طرح حضرت صاحب نے تین کو چار کرنے والے میں
چوتھا مہینہ چوتھا دن چوتھا گھنٹہ مراد سمجھا ہے چوتھی صدی
ہی مراد ہو اور اس طرح پر وہ مصلح موعود تین صدیوں کو
چار کرنے والا بھی ہو۔"

اس پر حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "خلافتِ محمود مصلح موعود" میں مولوی محمد علی صاحب پر یہ گرفت کی تھی:۔

"کیا اس کا یہ مطلب نہ ہوا کہ تین صدیوں کو چار کرنے والی چوتھی صدی ہو گی نہ کہ مصلح موعود کی ذات، فرض کرو مصلح موعود چوتھی صدی میں پیدا نہ ہو تو پھر بھی چوتھی صدی تین صدیوں کو چار کرنے والی ہو گی کہ نہیں؟ کیا پہلی صدی کے گذرنے پر دوسری صدی نے آکر پہلی صدی کو دو اور تیسری صدی نے آکر گذشتہ صدیوں کو تین نہیں کر دیا تھا۔ ہر شخص جو توازنِ عقل کا بھی مالک ہو جانتا ہے کہ بیشک پہلی صدی کو دو کرنے والی دوسری صدی اور دوسری صدی کو تین کرنے والی تیسری صدی تھی۔ اسی طرح تیسری صدی کو چار کرنے والی چوتھی صدی ہو گی۔ نہ کسی انسان کا وجود اس میں خواہ مصلح موعود پیدا ہو یا نہ ہو وہ ضرور تین صدیوں کو چار کرنے والی کہلائے گی نہ کوئی مصلح موعود"

(خلافت محمود صفحہ ۴۰)

مر آگے چل کر کہا :-

"مصلح موعود کا وجود چوتھی صدی کے آنے میں کوئی روک نہیں ہو سکتا۔ اگر کہو کہ مصلح موعود عین تیسری صدی کے آخری دن کے ختم ہونے اور چوتھی صدی کی پہلی رات کے شروع ہوتے ہی پیدا ہو جائے گا اور اس طرح وہ تین صدیوں کو چار کرنے والا ہو گا تو یہ بھی غلط ہے۔ اوّل: اس لیے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ وہ اُسی دن پیدا ہو گا جس پر دلیل کوئی نہیں۔

دوم : بالفرض اگر ایسا ہی ہو تب بھی اس کا وجود تین صدیوں
کو چار کرنے والا نہ ہوگا۔ جیسا کہ پہلی صدیوں کو دو اور
تین کرنے والا کوئی انسانی وجود نہ تھا بلکہ زمانہ کی رفتار
لیل ونہار نے ہی آ کر ایک کو دو اور دو کو تین کر دیا
تھا، ایسا ہی تین کو چار کرنے والے بھی یہی رات و دن و
ماہ و سال ہیں۔" (خلافت محمود صفحہ ۴۹)

چونکہ فاروقی صاحب پر مولوی محمد علی صاحب کی اس توجیہہ کی کمزوری کہ مصلح موعود چوتھی صدی میں آئے گا خوب ظاہر ہو چکی تھی۔ اس لیے انھوں نے مولوی محمد علی صاحب کی توجیہہ کو چھوڑ کر "فتح حق" کے صفحہ ۳۰ پر لکھ دیا ہے کہ:۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ناقل) ایک اشتہار کے ذریعہ اس پیشگوئی کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی اس کا پُراسرار لیکن نہایت ضروری نشان یہ بتلایا کہ "وہ (لڑکا) تین کو چار کرنے والا ہوگا" اس عظیم الشان موعود لڑکے کے پیدا ہونے کے صحیح وقت کا تو اللہ تعالیٰ ہی کو علم تھا کیونکہ بجز الہام کے کوئی شخص کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ لڑکے سے مراد آپ کی نسل ہی میں لڑکا ہو یا تین کو چار کرنے سے مراد یہی ہو کہ وہ چوتھی نسل میں ہوگا یا لڑکے سے روحانی طور پر کوئی لڑکا مراد ہو مگر حضرت مرزا صاحب کی قدرتی خواہش تھی جیسا کہ اور مامورین من اللہ کی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے

جلد سے جلد سے اپنی پوری شان سے پورے ہوں اس
لیے آپ نے اجتہاد سے کام لیا اور متعدد بچوں پر
اسے چسپاں کیا جو کہ صحیح (نہ) نکلا۔

(فتح حق صد ۳۰، ۳۱)

نوٹ: اُردو کی کتاب فتح حق کے صد ۳۰ پر اس جگہ صحیح کے آگے "نہ" کا لفظ موجود نہیں۔ لیکن انگریزی مضمون میں ترجمہ کرتے ہوئے صد ۳۱ پر لکھا ہے: PROVED TO BE INCORRECT یعنی اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ اس لیے ہم نے اوپر اقتباس میں اس کے مطابق "صحیح" کے آگے "نہ" کا لفظ خطوط وحدانی میں بڑھا دیا ہے۔

پسرِ موعود کے ۹ سال میں پیدا ہونے کا وعدۂ الٰہی

مندرجہ بالا عبارت میں فاروقی صاحب مصلح موعود کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چوتھی نسل میں ظاہر ہونے کی توجیہہ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس موعود لڑکے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس کو یہ وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ ایسا لڑکا نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپ اشتہار "واجب الاظہار" مورخہ ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء میں رقمطراز ہیں:۔

"ابھی تک جو ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی
لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر بیس بائیس سال سے
زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا
بموجب وعدۂ الٰہی نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا
خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر
پیدا ہو جائے گا۔"

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ دے دیا گیا تھا کہ پسر موعود یعنی مصلح موعود نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا تو صاف ظاہر ہے کہ اس وعدۂ الہٰی کے مطابق نو سال کے عرصہ میں حضور کے گھر میں پیدا ہونے والے لڑکوں میں سے ہی کوئی لڑکا مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا تھا نہ کہ چوتھی صدی یا چوتھی نسل میں۔ چنانچہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا"

یہ الفاظ بھی اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ یہ لڑکا آپ کا حقیقی فرزند ہوگا نہ کسی آئندہ نسل میں۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی فرزندی کا رشتہ رکھنے کے ساتھ اس کی الہامی صفات یہ بھی بتائی گئی ہیں کہ وہ ایک بہت بڑا روحانی انسان بھی ہوگا۔ پس جب پسر موعود کے لیے نو سال کی مدّت میں ہی پیدا ہونا ضروری تھا تو اس کا چوتھی نسل میں انتظار تو سراسر وعدۂ الہٰی کے خلاف ہے کیونکہ اس کے لیے پہلی نسل ہی میں پیدا ہونا ضروری تھا۔ لہٰذا حضرت اقدس کی اس لڑکے کے جلد پیدا ہونے کی خواہش کسی اجتہاد کی بناء پر نہ تھی جو غلط بھی ہو سکتا ہو بلکہ وعدہ الہٰی کے مطابق تھی جو غلط نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" (رعد ۴/۳۲)

یعنی خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس جب نو سال میں پیدا ہونے والے لڑکوں میں سے ہی کوئی لڑکا مصلح موعود ہو سکتا تھا تو اس کے ظہور پر ہی اس پُر اسرار الہامی فقرہ کی حقیقت کہ وہ کس رنگ میں "تین کو چار کرنے والا ہوگا" کھل سکتی تھی۔

پیشگوئی میں اخفاء کا طریق

خدا تعالیٰ کا طریق پیشگوئیوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ اس کے بعض الفاظ میں کچھ اخفاء بھی رکھتا ہے۔ تاکہ پیشگوئی کے ظہور پر لوگوں کی آزمائش ہو سکے کہ کون عقل سلیم سے کام لیکر نشان کی شناخت کرتا ہے اور کون اپنی کج فہمی سے شناخت سے محروم رہتا ہے۔
"وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے الہامی فقرہ کے بعد حضرت اقدس نے لکھ دیا تھا کہ اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے لیکن ان الفاظ سے چونکہ بظاہر یہ ضرور معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کے ہاں چار لڑکے پیدا ہونگے۔ گو مصلح موعود چوتھا لڑکا ہونے کی صورت میں تین کو چار کرنے والا نہ ہو بلکہ وہ کسی اور رنگ میں اس پُراسرار فقرہ کا مصداق ہو اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعد میں اس پیشگوئی سے یہ اجتہاد ضرور کیا کہ آپ کے ہاں چار لڑکے ہونگے اور آپ نے اپنے ہاں پیدا ہونے والے پہلے تینوں لڑکوں کو بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا اور جب چوتھے کے پیدا ہونے کی نوبت آئی تو اس وقت اپنی کتاب انجام آتھم میں تحریر فرمایا:-

"فَتَحَرَّكَ فِيْ صُلْبِيْ رُوْحُ الرَّابِعِ بِعَالَمِ الْمُكَاشَفَةِ"
کہ عالم مکاشفہ میں میری صلب میں چوتھے لڑکے کی روح نے حرکت کی (انجام آتھم صہ ۱۸۳)

نیز یہ بھی تحریر فرمایا:
"بَشَّرَنِيْ رَبِّيْ بِرَابِعٍ وَقَالَ إِنَّهٗ يَجْعَلُ الثَّلَاثَةَ أَرْبَعَةً"
کہ خدا تعالےٰ نے مجھے چوتھے لڑکے کی بشارت دی اور

فرمایا کہ بے شک وہ تین کو چار کر دیگا۔

(انجام آتھم ص۱۸۲)

فاروقی صاحب ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴ سے اس چوتھے لڑکے کے متعلق حضرت اقدس کی پیشگوئی کا یہ اقتباس پیش کرتے ہیں:۔

"پھر ایک اور الہام ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت ان تینوں لڑکوں کا جواب موجود ہیں، نام ونشان نہ تھا اور اس الہام کے معنے یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کردیگا سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اسی نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں صرف ایک کا انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔"

فاروقی صاحب یہ اقتباس درج کر کے لکھتے ہیں:۔

"اب اس الہامی تعیین کے بعد ۱۸۹۹ء میں مبارک احمد (چوتھا لڑکا) پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب تریاق القلوب میں نہایت صاف الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ پیشگوئی تین کو چار کرنے والے کی جو پہلے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع ہوئی اور بعد میں تینوں لڑکوں، محمود، بشیر اور شریف کے پیدا

ہو جانے کے بعد انجام آتھم اور ضمیمہ میں خدا نے پھر
اطلاع دی کہ وہ تین کو چار کرنے والا یعنی مصلح موعود
اب آئے گا۔"

فاروقی صاحب کی خطرناک تحریف

مبارک احمد پسر چہارم کے لیے فاروقی صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم کی عبارت کو تو الہامی تعیین قرار دیدیا ہے اور پھر تریاق القلوب کے حوالہ میں یہ خطرناک تحریف کر دی ہے کہ اس میں تین کو چار کرنے والا کے آگے "یعنی مصلح موعود" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے جس سے خطرناک طور پر یہ غلط نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گویا الہامی تعیین سے مبارک احمد پسر چہارم کو مصلح موعود قرار دیدیا تھا۔ حالانکہ یہ بات صریح غلط ہے کیونکہ حضرت اقدسؑ نے نہ تو اس عبارت میں اور نہ تریاق القلوب کی کسی اور عبارت میں مبارک احمد کو چوتھا لڑکا قرار دیتے ہوئے مصلح موعود کہا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ فاروقی صاحب تا قیامت تریاق القلوب سے یہ نہیں دکھا سکتے کہ حضور نے مبارک احمد کو "مصلح موعود" قرار دیا ہے۔

پس فاروقی صاحب کا مبارک احمد کے لیے مصلح موعود ہونے کی الہامی تعیین قرار دینا سخت خلاف واقعہ امر ہے۔ اس طرح وہ غلط بیانی کرکے اور حق پر پردہ ڈال کر اپنے مضمون کے پڑھنے والوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ اگر فی الواقعہ الہامی تعیین مبارک احمد کے مصلح موعود ہونے کے متعلق ہو چکی ہوتی تو وہ چھوٹی عمر میں ہی وفات نہ پا جاتا۔ پھر مبارک احمد تو پیدا بھی ۹ سالہ میعاد کے بعد ہوا تھا تو حضرت اقدس اسکو مصلح موعود کیسے قرار دے سکتے تھے جس کا وعدۂ الٰہی کے مطابق نو سال کے اندر

پیدا ہونا ضروری تھا۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ تریاق القلوب میں یہ الہامی تعیین ہرگز موجود نہیں کہ آپ کا چوتھا لڑکا مبارک احمدؐ مصلح موعودؐ ہے بلکہ تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۱ پر اس کے برخلاف یہ لکھا ہے :۔

"الہام یہ بتاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے

اور ایک کو اُن میں سے ایک ٭ مردِ خدا

مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے ۔

سو خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکے پیدا ہو گئے۔"

پس حضرت اقدس نے تریاق القلوب میں الہام کے رُو سے مردِ خدا، مسیح صفت یعنی مصلح موعود چار لڑکوں میں سے ایک قرار دیا ہے، نہ کہ معیّن طور پر پسر چہارم مبارک احمد کو "مصلح موعود" لکھا ہے ۔

پس مبارک احمد کے مصلح موعود ہونے کی الہامی تعیین حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز نہیں کی ہاں چونکہ حضور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے پُر اسرار فقرہ "وہ تین کو چار کریگا" سے یہ بھی سمجھتے تھے کہ آپ کے ہاں چار لڑکے پیدا ہونگے اس لیے حضور نے پہلے تین لڑکوں کی طرح اس چوتھے لڑکے کو بھی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اس فقرہ کا مصداق قرار دیا اور الہام کی رُو سے صرف اتنی تعیین کی کہ ان چار لڑکوں میں سے ایک مصلح موعود ہے نہ کہ یہ چوتھا لڑکا ہی مصلح موعود ہے جو پیدا بھی نو سالہ میعاد کے بعد ہُوا تھا۔ پس اس وعدۂ الٰہی کے مطابق کسی آئندہ نسل میں مصلح موعود کا انتظار جائز نہیں ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبارک احمد کو اس لیے بھی

مصلح موعود قرار نہیں دے سکتے تھے کہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے الہام کی رُو سے اس کے جلد فوت ہو جانے کا امکان تھا۔ چنانچہ تریاق القلوب نشان ۱۲۱ جس میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی اطلاع دی گئی ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ میں تجھے اور لڑکا دونگا"
یہ وہی چوتھا لڑکا ہے جو اب پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا اور اسی کے پیدا ہونے کی خبر قریباً دو برس پہلے دی گئی اور پھر اس وقت دی گئی جب اس کے پیدا ہونے میں دو مہینے رہتے تھے اور پھر جب یہ پیدا ہونے کو تھا تو یہ الہام ہُوا:
اِنّی اَسْقُطُ مِنَ اللّٰهِ وَاُصِیْبُہٗ "
یعنی میں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں اور خدا ہی کی طرف جاؤنگے۔
میں نے اپنے اجتہاد سے یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی یا یہ کہ وہ جلد فوت ہو جائے گا اس بات کا علم خدا تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادہ کے موافق ہے"

(تریاق القلوب ایڈیشن اول صفحہ ۴۳ تقطیع کلاں)

پس جب مبارک احمد کے متعلق حضرت اقدس کو اس کے بڑی عمر پانے کا قطعی علم ہی نہ تھا بلکہ آپ کے نزدیک الہام کے رُو سے اس کے جلد فوت ہو جانے کا بھی احتمال تھا تو آپ اسے مصلح موعود قرار ہی کس طرح دے سکتے تھے۔

افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے حضرت اقدس کی عبارت میں صریح تحریف کرکے آپ کی طرف یہ منسوب کر دیا ہے کہ آپ نے مبارک احمد کو "مصلح موعود" لکھا ہے۔ یہ تحریف اس سے پہلے ان کے والد بزرگوار ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جو مولوی محمد علی صاحب کے خسر تھے اپنی کتاب مجدد اعظم میں پیشگوئی مصلح موعود پر بحث کرتے ہوئے کی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ فاروقی صاحب نے یہ محرّف اقتباس اپنے والد صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے اُن کی کتاب مجدّد اعظم سے ہی نقل کیا ہو۔ ورنہ اگر فی الواقعہ الہامی تعیین سے مبارک احمد مصلح موعود قرار پا چکا ہوتا تو پھر تو یہ ماننا پڑے گا کہ معاذاللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی نہ یہ کہ اس بارہ میں آپ کا کوئی اجتہاد غلط نکلا۔

فاروقی صاحب کے کلام میں صریح تضاد موجود ہے کہ فتح حق صـــ۳۱ پر وہ حضرت اقدس کے اجتہاد کا غلط نکلنا بیان کرتے ہیں اور آگے چل کر صـــ۳۱ کے صریح خلاف الہامی تعیین کے مطابق چوتھے لڑکے مبارک احمد کا مصلح موعود ہونا بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ جلد وفات پاکر ثابت کر گیا کہ وہ مصلح موعود نہ تھا۔ پس فاروقی صاحب کا اسے الہامی تعیین سے مصلح موعود قرار دینا باطل ہوا۔ جب ایک انسان حق کو چھوڑتا ہے تو اسی قسم کی متضاد باتیں ہی کرنے لگ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ مبارک احمد کو چوتھا لڑکا قرار دینے کے متعلق ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے بھی پہلے ۱۸۸۳ء میں ہی ایک الہام ہو چکا تھا، چنانچہ حضور نزول المسیح صـــ۱۹۶ میں لکھتے ہیں:۔

"۱۸۸۳ء میں مجھ کو الہام ہُوا کہ تین کو چار کرنے والا مبارک"

اور انجام آتھم کا الہام بھی اسے واقعی تین کو چار کرنے والا قرار دے رہا تھا اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا الہام بھی چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی بشارت پر مشتمل تھا۔ پس مبارک احمد تین کو چار کرنے والا ضرور تھا اس لحاظ سے کہ وہ چوتھا لڑکا تھا مگر وہ مصلح موعود ہرگز نہ تھا اور نہ الہامی تعیین کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اجتہاد میں۔ ہاں وہ بھی پہلے تین لڑکوں کی طرح ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق ضرور تھا۔ کیونکہ زیر بحث پُراسرار فقرہ سے آپ کے ہاں چار لڑکوں کا پیدا ہونا سمجھا جاتا تھا جن میں سے ایک کو حضرت اقدس نے تریاق القلوب میں الہام کی رُو سے مردِ مسیح صفت قرار دیا ہے۔

پس مبارک احمد کا تین کو چار کرنا اور رنگ میں تھا اور مصلح موعود کا تین کو چار کرنا ایک دوسرے رنگ میں تھا۔

مگر فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

"پھر اس کتاب تریاق القلوب صفحہ ۴۲ پر پچیسویں نشان میں مبارک احمد کو اس پیشگوئی کا مصداق تصوّر فرماتے ہیں مگر مبارک احمد کی وفات ۱۹۰۷ء میں ہوگئی تو حضرت مرزا صاحب نے اپنے اشتہار تبصرہ مورخہ ۵ ار نومبر ۱۹۰۷ء میں فرمایا: جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ خدا تعالیٰ نے الہام کیا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ يَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَكِ یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا شبیہ ہوگا"۔ (فتح حق صفحہ ۴۲)

آگے فاروقی صاحب نے فتح حق صـ۳۲ پر یہ نوٹ دیا ہے :-

"حضرت مرزا صاحب کو اجتہادی غلطی الہامات کے سمجھنے میں لگی۔"

واضح رہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارک احمد کو "مصلح موعود" قرار دیا ہوتا تو پھر تو فاروقی صاحب کو حق پہنچتا تھا کہ مبارک احمد کے وفات پا جانے کی وجہ سے اس امر کو حضرت اقدس کی اجتہادی غلطی قرار دیں اور الہام اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ يَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَكِ سے یہ نتیجہ نکالیں کہ "مصلح موعود" آئندہ کوئی پانچواں لڑکا ہوگا۔ لیکن چونکہ حضرت اقدس نے کہیں نہیں لکھا کہ مبارک احمد "مصلح موعود" ہے۔ نہ الہامی تعیین سے ایسا لکھا نہ ہی اجتہاداً ایسا لکھا۔ اس لیے اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ کے الہام کو مصلح موعود سے متعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پس بموجب بیان تریاق القلوب صـ۱۴۰ مصلح موعود کو اب حضرت اقدس کے باقی تینوں لڑکوں میں سے ہی کسی کو ہونا تھا۔

فاروقی صاحب کا جوڑ توڑ | فاروقی صاحب نے اپنے والد صاحب کی تقلید میں پہلے تو تریاق القلوب کے اقتباس تحریف کرکے حضرت مسیح موعود کی طرف یہ لکھنا منسوب کر دیا ہے کہ مبارک احمد آپ کا چوتھا لڑکا "مصلح موعود" ہے مگر پھر اس کے وفات پا جانے پر "مصلح موعود" کا ظاہر ہونا فاروقی صاحب کسی آئندہ زمانہ پر موقوف قرار دے رہے ہیں۔ نیز اپنی پہلی توجیہہ کو بھی کہ وہ پہلی نسل یا چوتھی نسل میں ہوگا (فتح حق صـ۳۱) خود ہی باطل کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ مصلح موعود سے متعلق الہام كُلَّ الْفَتْحِ بَعْدَهُ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ تذکرہ صـ۶۹۱ سے درج کرکے لکھ

رہے ہیں۔

"مصلح موعود کے نزول کے بعد ہی فتح مبین حاصل ہو گی۔ اور مرزا صاحب اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں ذکر کرتے ہیں کہ وہ غلبۂ دین کب آنے والا ہے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا، اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔"

{ (بحوالہ تذکرہ صـ۵۰۲ و صـ۵۰۳)
فتح حق صـ۳۳ }

اس عبارت کو درج کرنے کے بعد فاروقی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:۔

"ان حوالہ جات سے ایسا معلوم دیتا ہے کہ مصلح موعود سولہویں صدی ہجری کا مجدد ہو گا اور اس کے ہاتھ سے اسلام کا مکمل غلبہ ہو جائے گا۔"

(فتح حق صـ۳۳)

تعجب ہے کہ خدا کا الہامی وعدہ تو مسیح موعود کے بیان کے مطابق یہ تھا کہ مصلح موعود پیشگوئی کے بعد ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہو گا مگر فاروقی صاحب

اپنی کتاب کے صفحہ ۳ پر تو اس کا پہلی نسل یا چوتھی نسل میں پیدا ہونا بتا چکے ہیں اور اب اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر اسے سولھویں صدی ہجری کا مجدّد قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ ایک انسان کی چوتھی نسل تو سو سال میں پیدا ہو جاتی ہے اور سولھویں صدی ہجری حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو سو سال گذرنے کے بعد آئے گی۔

زیر بحث الہام الٰہی میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ کلّی فتح یعنی کامل فتح "مصلح موعود" کے بعد ہو گی۔ نہ کہ اس کی زندگی میں، مگر اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لیے فاروقی صاحب اس الہام کا مطلب یہ بتا رہے ہیں کہ مصلح موعود سولھویں صدی کا مجدّد ہو گا۔

فاروقی صاحب کی مصلح موعود کے چوتھی نسل میں پیدا ہونے کی توجیہہ تو ان کی اپنی سولھویں صدی میں ہونے والی توجیہہ سے باطل ہو گئی۔ اور سولھویں صدی میں مصلح موعود کے ظہور کی توجیہہ الہامی وعدۂ الٰہی کے رُو سے باطل ہے۔ کیونکہ الہامی وعدہ کے مطابق اُسے پیشگوئی کیے جانے کے بعد نو سال کے عرصہ میں پیدا ہو جانا چاہیئے تھا اور الہامی تعیین مندرجہ تریاق القلوب صفحہ ۱۴۲ کے مطابق اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہونے والے چار لڑکوں میں سے ایک مردِ خدا مسیح صفت ہونا چاہیئے۔ پس فاروقی صاحب کی صفحہ ۲۴ پر بیان کردہ یہی توجیہہ الہامی تعیین کے مطابق قرار دی جا سکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی نسل میں سے کوئی لڑکا ہو اور یہی بات درست ہے اور ان کی باقی توجیہات یکسر باطل ہیں۔

مصلح موعود کی تعیین لہذا اب فاروقی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی نسل میں ہی مصلح موعود کو تلاش کرنا چاہیئے اور حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف انھوں نے آگے چل کر جو زبان طعن دراز کی ہے اور گند اُچھالا ہے اس پر استغفار کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت اقدس کی اولاد میں سے مصلح موعود کے لیے آپ کا جانشین ہونا ضروری تھا۔ اور یہ شرف جانشینی آپ کے لڑکوں میں سے صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

پس یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ الہام الٰہی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوسرا فرزند جو بشارت کے ماتحت ہوا وہی جماعت میں آپ کا جانشین قرار پایا اور اس نے خلافت میں پچاس سال سے زیادہ عرصہ پایا۔ بشیر اوّل کی وفات پر حضرت اقدس نے سبز اشتہار میں تحریر فرمایا تھا۔

"دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان (یعنی لیکھرام پشاوری وغیرہ۔ ناقل) اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا لگاتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چُھپا ہُوا ہے۔"

(سبز اشتہار)

اور آگے چل کر اس اشتہار میں بشیر اوّل کی وفات پر معترضین کی نکتہ چینی کے جواب میں لکھا ہے کہ:

"آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا اور نہ یہ کہا کہ یہ مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں ہی فوت ہونگے پس سوچنا چاہیئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی جس قدر لوگوں میں ہم نے اشتہارات شائع کیے اکثر اُن کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی یہ عبارت کہ "خوبصورت پاک لڑکا تمھارا مہمان آتا ہے" یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اس لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے، جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہوا اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ (جس سے (یعنی گناہ سے) بکلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی پر دلالت کرتی ہے اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے، وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی

ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ "اُس کے
ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ
آئے گا"۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں
فضل رکھا گیا۔ نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام
اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام
فضل عمر بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا
آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا
ہے پیدا ہو کر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت
الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اوّل
جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لیے بطور ارہاص تھا،
اس لیے دونو کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا "

(سبز اشتہار)

پس مصلح موعود کے متعلق "اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا" کے الہامی الفاظ نے اس امر کی تعیین کر دی ہے کہ مصلح موعود بشیر اوّل کے بعد آنے والا لڑکا ہو گا جس کو "ساتھ" اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ مصلح موعود اور بشیر ثانی کے درمیان کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہو گی۔ اس کی تائید مصلح موعود کے الہامی نام "بشیر ثانی" سے بھی ہوتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں بشارت کے ذریعہ ہونے والے لڑکوں میں سے وہ دوسرا لڑکا ہو گا۔ پس وہ تین کو چار کرنے والا ان معنوں میں تو ہو نہیں سکتا کہ وہ چوتھا لڑکا ہو۔ کیونکہ وہ بشارت کے ماتحت ہونے والے لڑکوں میں سے دوسرا بشیر قرار دیا گیا ہے اور اس کے "فضل عمر" نام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح

اس کے خلیفہ ثانی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ پس مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق کی تعیین اس کے الہامی نام "بشیر ثانی اور فضل عمر" سے بھی خوب اچھی طرح ہو جاتی ہے۔

پس حضرت اقدس کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی تھے جو نو سال کے اندر الہامی وعدہ کے مطابق پیدا ہوئے اور پھر بشارت کے ماتحت ہونے والے فرزندوں میں سے الہامی وعدہ کے رُو سے دُوسرے بشیر بھی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ ہونے کی وجہ سے فضل عمر بھی۔

واقعات کے لحاظ سے تین کو چار کرنے والے آپ اس طرح ثابت ہوئے ہیں کہ آپ کے عہد خلافت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب جو احمدیت میں داخل نہ تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی فرزندی میں داخل ہو گئے اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین جسمانی اور روحانی فرزندوں کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے اپنی بیعت میں لینے سے چار بنا دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فاروقی صاحب کی غلط بیانیاں

(۱) افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے بَشَارَتٌ لَکَ غُلَامًا زَکِیًّا اور الہام جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کو نقل کرنے کے بعد یہ خلاف واقعہ بات بھی لکھ دی ہے کہ:

> " اور پھر ان الہاموں کے درمیان ایک الہامی دعا حضرت مرزا صاحب کی زبان پر جاری کر کے اس امر کی طرف ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا کہ موجودہ اولاد طیّب

اور پاک نہیں جیسا کہ الہام "ربّ ھب لی ذریۃً
طیبۃً" یعنی اے میرے رب مجھے پاک اولاد عطا
فرما کتاب تذکرہ صفحہ ۴۳۸ سے ظاہر ہے اور اس
الہامی دعا کے بعد حضرت مرزا صاحب کے ہاں
کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔" (فتح حق صفحہ ۳۲)

یہ صریح غلط بیانی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد سے بغض و عداوت کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو الہام ربّ ھب لی ذریّۃ طیبّۃ سے یہ اشارہ سمجھ ہی نہیں آیا کہ آپ کی موجودہ اولاد طیّب اور پاک نہیں ہے بلکہ آپ تو اپنی کتاب سراج منیر کی پیشگوئی ۱۷ میں اس کے خلاف یہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ پیشگوئی وہ ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۳۹ میں
درج ہے اور وہ یہ ہے یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
لِيَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی خدا اپنی نعمتیں
تجھ پر پوری کرے گا تا وہ مومنین کے لیے نشان ہوں
یعنی دنیا کی زندگی میں جو کچھ تجھے نعمتیں دی جائیں گی وہ
سب بطور نشان ہونگی یعنی قول بھی نشان ہوگا جیسا
کہ لوگوں نے جلسہ مذاہب لاہور اور عربی کتابوں میں
دیکھ لیا اور فعل بھی نشان ہوگا جیسا کہ خدا کے فعل
بطور نشان میرے واسطہ سے ظہور میں آرہے ہیں
اور اولاد بھی نشان ہوگی جیسا کہ خدا نے نیک اور
بابرکت اولاد کا وعدہ دیا اور پورا کیا۔" (سراج منیر صفحہ ۵)

(ب) اس کے بعد فاروقی صاحب نے الہام تَریٰ نَسْلاً بَعِیْداً (تذکرہ ص۴۰۱)
تُو دُور کی نسل دیکھے گا، درج کر کے لکھا ہے:

"یعنی تیری نسل دُور تک جاتی ہے اور یہ مصلح موعود
بعد میں آئے گا۔" (فتح حق ص۳۲)

اس کے جواب میں واضح ہو کہ الہام تریٰ نسلاً بعیداً کا تعلق اگر مصلح موعود سے ہوتا تو حضرت اقدس تریاق القلوب میں یہ کبھی نہ لکھتے کہ:-

"الہام یہ بتاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور ایک کو
ان میں سے مردِ مسیح صفت الہام نے بیان کیا۔ سو
خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکے پیدا ہو گئے۔"
(تریاق القلوب ص۱۴)

(ج) فاروقی صاحب نے اپنی کتاب فتح حق کے ص۳۷ پر لکھا ہے:-

"میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ قادیان بننے کے بعد ہی اُن کے "پالتو" مولویوں نے یہ لکھنا اور کہنا شروع کر دیا تھا کہ میاں صاحب ہی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مصداق ہیں، بعد میں میاں محمود احمد صاحب بھی اپنے آپ کو مصلح موعود سمجھنے لگے۔ کیونکہ ان چند سالوں میں اُن کے سلسلہ کو کافی ترقی حاصل ہوئی تھی اور کثرت نفوس، کثرت دولت کے گھمنڈ میں آکر فاتح عالم کے خواب دیکھنے لگے تھے مگر اپنے آپ کو مامور من اللہ نہیں کہتے تھے اس لیے کوئی اور ان کو مصلح موعود ماننے کے لیے مکلّف نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیل دینے سے وہ اور

گستاخ ہو گئے۔ بالآخر ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء میں یہ اعلان
کر ہی دیا "میں اُس قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں،
جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر
افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ
خدا نے مجھے اس شہر لاہور ۱۳ ٹمپل روڈ شیخ بشیر احمد
صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی
مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی مصلح موعود
ہوں جس کے ذریعہ سے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا
اور توحید دنیا میں قائم ہو گی۔" (دیکھو اخبار الفضل
مورخہ یکم فروری ۱۹۴۴ء)

فاروقی صاحب کی شستہ بیانی ملاحظہ ہو کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شان میں "گستاخ" کا لفظ اور علماء جماعت احمدیہ کی شان میں "پالتو" کا لفظ بطور تحقیر استعمال کر رہے ہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث نبوی میں وارد ہے "الحسدُ نارٌ تأکلُ الحسناتِ کما تأکلُ النارُ الحطبَ" کہ حسد ایک ایسی آگ ہے جو نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔

افسوس صد افسوس! فاروقی صاحب تو کہتے ہیں "پالتو" مولویوں نے یہ کہنا اور کہنا شروع کر دیا تھا کہ میاں صاحب ہی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں مگر کیا اُن کو معلوم نہیں کہ سب سے پہلے اس پیشگوئی کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مصداق قرار دینے والا کوئی مولوی نہ تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی پیر منظور احمد صاحب تھے۔

جو مصلح موعود کی پیشگوئی سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مصلح موعود حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ہی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک مضمون ۱۴ نکات پر مشتمل تحریر کر کے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں ۸ ستمبر ۱۳ئہ کو پیش کیا اور عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسرِ موعود میاں صاحب ہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے فرمایا کہ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ پیر صاحب نے یہ الفاظ قلم بند کر کے بغرض تصدیق آپ کی خدمت میں رکھے تو آپ نے اپنے قلم سے یہ عبارت اس مضمون کے آخر میں لکھی کہ :-

"ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے
کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا
کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ یہ لفظ میں
نے برادرم منظور احمد سے کہے ہیں۔"

"نورالدین ۱۰ ردسمبر"

ملاحظہ ہو تشحیذ الاذہان ۱۹۱۴ئہ و تاریخ احمدیت جلد چہارم ص ۳۶۹ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح کے لکھے ہوئے ان تمام الفاظ کا عکس شائع کیا گیا ہے۔

پس اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی جنھیں لاہوری فریق بھی خلیفۃ المسیح مانتا رہا ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ جو بشارت کے

ما تحت ہونے والے فرزندوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے فرزند تھے۔

مولوی عبدالمنان صاحب عمر نے جن کا مشورہ فاروقی صاحب کی کتاب میں شامل ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بعض نوٹ رسالہ فرقان ماہ مئی ۴۵ء میں جس کے وہ ان دنوں ایڈیٹر مقرر ہوئے تھے شائع کیے تھے۔ جن کا مفہوم یہ تھا کہ مصلح موعود کا ظہور ۳۰ سال بعد ہوگا۔ اور یہ نوٹ آپ نے اس وقت شائع کیے تھے جبکہ ۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کو الہامی طور پر یہ علم دیا جا چکا تھا۔ "اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ" کہ میں مسیح موعود ہوں اور مسیح موعود کا مثیل اور خلیفہ ہوں جس سے آپ یہ سمجھے کہ آپ ہی مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی کا جس میں اس پسر موعود کو مسیحی نفس قرار دیا گیا ہے اور حسن و احسان میں مسیح موعود کا نظیر مصداق ہیں۔ ۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پیشگوئی کے مطابق ٹھیک ۳۰ سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر انکشاف کر دیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اس طرح نہ صرف مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی آپ کے حق میں پوری ہوئی بلکہ آپ کے مخلص ترین صحابی اور آپ کے پہلے خلیفہ رضؓ کی پیشگوئی بھی مصلح موعود کے حق میں پوری ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔" اب اگر کوئی بے ہودگی سے یہ کہے کہ "پالتو" مولویوں نے میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ قادیان بننے کے بعد یہ لکھنا اور کہنا شروع کر دیا تھا کہ میاں صاحب ہی مرزا صاحب کی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں تو اسے یہ جان کر شرم آنی چاہیئے کہ سب سے پہلے اس پیشگوئی کو حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور پیر منظور احمد صاحب نے جو دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے مخلص صحابی تھے خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے متعلق قرار دیا تھا، ذیل میں ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی مصلح موعود کے ۳۰ سال میں ظاہر ہونے کی پیشگوئی کو نقل کر دیتے ہیں۔ مولوی عبدالمنان صاحب عمر نے فرقان بابت مئی ۱۹۴۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے نوٹوں کا عکس شائع کیا ہے، جس کے الفاظ دو کالموں میں یہ ہیں:۔

"ہم اور دوسروں میں فرق	کسی مجدد نے تیرہ سو برس سے یہ نہیں کہا کہ مجھے وحی ہوئی ہے۔ ہمارے مرزا صاحب کو وحی الہام دونوں ہوتے تھے پھر نبی کا لفظ اور کسی پر نہیں ہے پھر ایسی کامیابی بوجود اتنی مخالفت کے کسی کو نہیں ہوئی۔
خطرہ عظیم الشان	حضرت موسیٰؑ سے اللہ نے وعدہ کیا کہ تیری قوم نے مقدس زمین کو فتح کر لینا ہے تم بیشک جاؤ لیکن قوم نے نافرمانی کی کیا نتیجہ ہوا چالیس برس ڈھیل دی گئی اور ان میں حضرت موسیٰؑ بھی فوت ہو گئے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ حضرت صاحب سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں تمھارے عملوں نے اسے پیچھے رکھا ہوا ہے۔
نوٹ	تیس برس کے بعد انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ مجدد یعنی موعود ..... (قدرت ثانیہ) ظاہر ہوگا۔
نوٹ	انصار کی ذرا سی گستاخی سے حضور نبی کریمؐ

نے فرمایا کہ قیامت تک تم پر سلطنت حرام ہے
تم بھی گستاخ ہو رہے ہو۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کے یہ نوٹ ۱۹۱۲ء کے درس القرآن کے ہیں جنہیں نقل کرنے کے بعد مولوی عبدالمنان صاحب عمر مدیر فرقان لکھتے ہیں:-

"یہ الفاظ صاف اور ان کا مفہوم بالکل واضح ہے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے جو وعدے کیے
تھے وہ ہم میں سے بعض لوگوں کی غلطی سے معرضِ التوا
میں پڑ گئے اور اب سے تیس سال بعد اللہ تعالیٰ کا
ایک موعود بندہ جو قوم کی تجدید کرے گا اور مظہر قدرتِ ثانیہ
ہوگا اور پھر اس کے ہاتھ سے وہ وعدے پورے کیے
جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح سے کیے
ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے
ان الفاظ کے کہے جانے کی تاریخ سے تیس سال بعد
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مظہر قدرتِ ثانیہ ایدہ اللہ
تعالیٰ بنصرہ العزیز پر پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق
ہونے کا انکشاف کر دیا اور آپ نے الہام الٰہی کی
بنا پر اپنے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرما دیا۔"

افسوس کا مقام ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق مولوی عبدالمنان صاحب عمر نے فاروقی صاحب کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مسئلہ کے خلاف قلم نہ اٹھاؤ اور انہیں اپنے والد ماجد خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی یاد

نہ دلائی۔

مجدّدِ احمدیت تعجب ہے کہ فاروقی صاحب نے اپنی کتاب "فتح حق" کے صہ پر اپنی کتاب کا انتساب مولوی محمد علی صاحب کے نام پر کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں :۔

"انتساب

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جنہیں اگر مجدّدِ احمدیت کہا جائے تو بجا ہے"

لیکن اس کے خلاف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے مجدد احمدیت کے ظہور کو قدرتِ ثانیہ قرار دیتے ہوئے ۳۰ برس کے بعد ظاہر ہونے کی امید دلائی تھی اور ان کی یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کے حق میں لفظ بلفظ پوری ہوگئی ہے۔ کیونکہ اس نوٹ سے ٹھیک تیس برس بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر آپ کے مصلح موعود ہونے کا انکشاف ہوگیا۔ جو درحقیقت مجددِ احمدیت کہلانے کے اہل ہیں ؎

وہ تو سو بار ندامت سے جھکالیں آنکھیں
مگر آتا بھی ہو جب اُن کو پشیماں ہونا

فاروقی صاحب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مصلح موعود ہونے کے اعلان میں فرما دیا تھا کہ آپ مامور نہیں۔ فتح حق ص۳۷۔ یہی بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۱ء میں کہی ہے۔ چنانچہ ایک دوست نے سوال کیا :۔

"جس شخص کو حضور کے مصلح موعود ہونے کا علم دیا جائے اور اس پر حجت تمام کردی جائے تو پھر بھی

وہ حضور کا انکار کرے تو ہم اسے کیا کہیں گے"؟
حضور نے فرمایا: "ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے جب اللہ تعالیٰ
چاہے گا اسے ہدایت دیگا۔ دعوت پر اصرار کرکے منوانا
غیر مامور کا کام نہیں ہوتا۔" (الفضل ۳ جون ۱۹۶۱ء)

لہٰذا فاروقی صاحب کا ہرگز کوئی حق نہیں کہ وہ حضور کو مامورین میں شمار کرکے مامورین سے متعلقہ اس معیار پر آپ کو پرکھنے کی کوشش کریں کہ آپ نے دعویٰ کے بعد تئیس ۲۳ سال کی لمبی عمر پائی ہے یا نہیں؟

فاروقی صاحب خود حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب اربعین صہ۳ سے یہ حوالہ پیش کرچکے ہیں۔

"ہزارہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اس دلیل کو کفار کے
سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو
طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس
نے افترا کے طور پر مامور من اللہ کا دعویٰ کرکے تئیس
برس پورے کیے ہوں۔" (فتح حق صہ۳۸)

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں کیا تھا جس کے بعد حضور سترہ سال زندہ رہے، مگر آپ کی ماموریت کا زمانہ چونکہ اس سے بہت پہلے شروع ہوچکا تھا۔ اس لیے ماموریت کے الہام ہونے کے بعد آپ نے ۲۳ سال سے بھی زیادہ عمر پاکر مامورین سے متعلقہ معیاری عمر پوری کرلی تھی۔

گو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کو ماموریت کا دعویٰ تھا ہی نہیں تاہم یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ آپ کو خلافت پر سرفراز ہونے سے بھی کئی سال

پہلے ان الفاظ میں الہام ہو چکا تھا۔

" اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

کہ بے شک جو لوگ تیرا اتباع کریں گے وہ قیامت تک تیرے منکرین پر غالب رہیں گے۔" (الفضل ۲ نومبر ۱۹۳۷ء)

۱۹۳۷ء میں حضور نے مؤکّد بعذاب قسم کے ساتھ یہ الہام پیش کیا تھا۔ فرماتے ہیں: " اگر میں اس الہام کے سنانے میں جھوٹا ہوں تو خدا کی مجھ پر لعنت۔"

پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس الہام کے بعد خلافت پر سرفراز ہوئے اور پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ تک مسند خلافت پر سرفراز رہے اور چونکہ مصلح موعود کی پیشگوئی بھی دراصل آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان مسیحی نفس خلیفہ ہی قرار دیتی تھی نہ کہ نبی اور رسول اور مامور من اللہ۔ اس لیے آپ نے اپنے اس الہام پر جو خلافت میں آپ کی کامیابی کی بشارت اور آپ کے منکرین کے مغلوب رہنے کی خبر دیتا تھا تیئیس ۲۳ سال کی بجائے ۶۰ سال کے قریب مدّت پائی ہے اور اس کے خدا کا الہام ہونے کے متعلق مؤکّد بعذاب حلف اُٹھانے کے بعد آپ ۲۸ سال زندہ رہے ہیں۔

پس مصلح موعود کے متعلق جو آپ پر یہ الہام ہُوا " اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ " یہ درحقیقت آپ کے الہام انّ الّذین اتبعوک فوق الذین کفروا کی تشریح ہی ہے جو ایک وقت کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے کی گئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام جس کی روشنی میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور جس میں حضرت

مسیح کے وفات پا جانے اور آپ کے حضرت مسیح کے رنگ میں ہو کر آنے کا ذکر تھا در اصل اس پہلے الہام مندرجہ براہین احمدیہ یا عیسیٰ اِنّی متوفیک و رافعک اِلَیَّ اور الہام اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَۃً بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَشْبَہُ النَّاسِ بِہٖ خُلُقًا و خلقاً و زماناً "(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۲ بحوالہ براہین احمدیہ) کی تشریح ہی تھا۔ ان دونوں الہاموں کا ترجمہ یہ ہے کہ (۱) اے عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(۲) تیری عیسیٰ ابن مریم سے شدید ترین مشابہت ہے اور تو خلق، خلقت اور زمانہ کے لحاظ سے اس سے شدید ترین مشابہت رکھتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری پر فاروقی صاحب کا سنگدلانہ رویہ

فاروقی صاحب نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کو آپ کی آخری عمر میں مجنون اور مفلوج قرار دیکر معاذ اللہ ڈاکٹر ڈوئی سے جو مدعی نبوت تھا تشبیہ دی ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے تتمہ حقیقۃ الوحی میں لکھا تھا۔

"آخر کار اس (ڈوئی) پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اُسے اُٹھا کر لے جاتے رہے۔ پھر بہت سے غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔" تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۶

حضرت اقدس اس عبارت سے پہلے اس کی ناکامیوں اور نامرادیوں کا ذکر تحریر فرماتے ہیں۔

پس فاروقی صاحب نے نامکمل حوالہ پیش کیا ہے۔ ڈوئی حضرت اقدس

کی پیشگوئی کا نشکار ہُوا تھا چنانچہ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر میں اس کو مباہلہ کے لیے نہ بلاتا اور اگر
میں اُس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت
کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام
کی حقیقت کے لیے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا"

تتمہ حقیقت الوحی ص۷۳

پس ڈوئی کا مفلوج ہونا اس کے لیے پیشگوئی ہونے کی وجہ سے اس کی ذلّت کا موجب ہے ورنہ کئی نیک لوگ فالج سے وفات پاتے ہیں۔ خود لاہوری فریق کے بعض اکابر نے فالج سے وفات پائی ہے جیسے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ وغیرہ۔

فاروقی صاحب نے آپ کو معاذ اللہ آتھم سے بھی مشابہ قرار دیا ہے حالانکہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا نشکار ہوا تھا اور جس کے نتیجہ میں حضرت اقدس نے انجام آتھم کے ص۸ پر لکھا۔

"اس کے دل کا آرام جاتا رہا اکثر وہ روتا تھا"

پس یہ دونوں ڈوئی اور آتھم حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کا نشکار ہوئے تھے اور یہ فاروقی صاحب کو بھی مسلّم ہے مگر وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر خدمتِ اسلام اور خدمتِ قرآن مجید میں گذاری اور اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کی خدمت میں گذرا اور جس کے ہاتھ سے دنیا کے تمام کناروں میں اسلام کی آواز پہنچ گئی۔ سوء قسمتی سے فاروقی صاحب ایسے جاں نثار اور فدائی ملت اور بطل اسلام کے آخری دنوں کو ناپاک عیسائی مفتری ڈوئی اور دشمنِ اسلام عیسائی آتھم سے تشبیہ دے

رہے ہیں۔ افسوس کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا اپنے جوانی اور بڑھاپے کے ایام کو دن رات خدمت اسلام میں وقف کردینا اور علم اسلام کو غیر اسلامی ممالک میں بلند کرنا تعصب اور بغض کی وجہ سے فاروقی صاحب کی نظر میں نہیں جچتا۔ حالانکہ خدمتِ اسلام کے لیے آپ کی روح میں ایسی تڑپ موجود تھی کہ جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہُوا جس کے نتیجہ میں آپ ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے تو ابھی آپ کمزور ہی تھے کہ آپ ترجمۃ القرآن کے عظیم الشان کام میں لگ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے محنت شاقہ سے "تفسیر صغیر" کے نام سے بامحاورہ اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کرکے مع تفسیری نوٹوں کے شائع کرادیا۔

پھر اس کے بعد ایک عرصہ کے لیے آپ کا صاحب فراش ہوجانا درحقیقت آپ کو ایک زندہ شہیدِ اسلام ثابت کرتا ہے۔ ان ایام میں بھی آپ کی دعائیں اور روحانی توجہ جماعت کے ساتھ تھی۔ حدیث نبوی میں وارد ہے:۔

"عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ جُرِحَ جِرَاحَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خُتِمَ لَہٗ بِخَاتَمِ الشُّھَدَاءِ لَہٗ نُوْرٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَوْنُھَا مِثْلَ لَوْنِ الزَّعْفَرَانِ وَرِیْحُھَا مِثْلَ رِیْحِ الْمِسْکِ یَعْرِفُہٗ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ یَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ عَلَیْہِ طَابَعُ الشُّھَدَاءِ۔
رواہ احمد ورداۃ اسنادہٖ ثِقَاتٌ۔

(ترغیب ترھیب للمنذری برحاشیہ مشکوٰۃ مطبع نظامی دلی صفحہ ۲۱۹)

ترجمہ:۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو خدا کی راہ میں کوئی زخم پہنچا اس پر شہداء کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ قیامت کے دن اس کے لیے ایسا نور ہے جس کا رنگ تو زعفرانی ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ سب پہلے اور پچھلے لوگ اس کو پہچان کر کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مُہر لگی ہوئی ہے۔

پس وہ فدائی اسلام اور عاشقِ خیرالانام جو خدا کی راہ میں زخمی ہو کر زندہ شہید تھا فاروقی صاحب نے اسے مجنون اور مفلوج قرار دے کر اور ڈوئی اور آتھم سے تشبیہ دے کر انتہائی بغض وحسد اور سنگدلی کا مظاہرہ اور ہمارے جذبات کو سخت مجروح کیا ہے اور خلافِ شرع یہ سب بیہودگی آپ کے وفات پا جانے اور واصل باللہ ہو جانے کے بعد کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی آخری عمر میں آپ کی بیماری کے متعلق فاروقی صاحب نے جو ڈاکٹری رپورٹ اخبار الفضل سے نقل کی ہے وہ یہ ہے:۔

"اعصابی بے چینی بصورت نسیان اور جذبات کی شدت یعنی رقت جو مقدس ہستیوں یا مقدس مقامات کے ذکر پر عموماً پیدا ہو جاتی ہے کم وبیش جاری ہے چند دن ان علامتوں میں قدرے فرق محسوس ہوتا ہے تو پھر چند دن زیادتی معلوم دیتی ہے اور اس طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے۔ لیٹے رہنے کے باعث ٹانگوں میں کھچاوٹ اور اکڑاؤ بھی بدستور ہے کوئی کوشش بھی حضور کو چلانے میں کامیاب نہیں ہو رہی۔" (فتح حق صـ۳۸)

اس طبی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو صرف اعصابی

بے چینی کی تکلیف تھی، فالج اور جنون ہرگز نہ تھا۔ فالج کے مریض کے اعصاب تو ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اسی لیے اس کا دوسرا نام استرخاء بھی ہے لیکن طبی رپورٹ جو فاروقی صاحب نے نقل کی ہے بتاتی ہے کہ آپ کی ٹانگوں میں زیادہ عرصہ لیٹے رہنے کی وجہ سے کھچاؤ اور اکڑاؤ ہے جو استرخاء اور بے حسی کی ضد ہے۔ فالج کی خاص علامت اعصاب کا استرخاء اور بے حسی ہوتی ہے جس سے مریض کی ٹانگیں بے حس و حرکت ہو جاتی ہیں لیکن اکڑاؤ اور کھچاؤ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے اعصاب بالکل صحیح تھے۔ میڈیکل رپورٹ کی اردو عبارت کا جو ترجمہ انگریزی میں کیا گیا ہے وہ درست نہیں۔ اردو رپورٹ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ NUMBNESS ہو سکے جس کے معنی بے حسی ہوتے ہیں جو فالج کی علامت ہوتی ہے۔

اسی طرح جنون کا الزام بھی سراسر باطل ہے البتہ لمبا عرصہ بیمار رہنے کی وجہ سے آپ کا صرف جذبات پر کنٹرول ضرور کم ہو گیا تھا۔ اس لیے مقدس ہستیوں یا مقامات کے ذکر پر آپ پر رقّت طاری ہو جاتی تھی اور یہ لمبی بیماری کی وجہ سے کمزوری اور خدمت اسلام کے لیے شدّت جذبات کا اثر تھا جو آپ کے دل میں موجزن تھے کسی تکلیف، صدمہ یا بیماری کی حالت میں جذبات میں رقّت کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے جس سے انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کا ذکر اُن کے سامنے آیا، ابیضت عیناہ من الحزن تو آپ کی آنکھیں غم سے ڈبڈبا آئیں اور اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی بے ساختہ رو پڑے تھے۔

پس وفورِ جذبات سے رو پڑنے کو جنون قرار دینا محض شقاوت قلبی اور

بغض وحسد کا مظاہرہ ہے۔ اس سے بڑھ کر فاروقی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ بھی خدائی عذاب کا ایک نشان تھا" فتح حق ص۳۸

فاروقی صاحب کی یہ بات ان کے انتہائی تعصب، بغض اور سنگدلی کی علامت ہے۔ کیونکہ دین کی راہ میں کسی مسلمان کا زخمی ہونا تو ایک قابلِ عزت قربانی ہے اور ایسا شخص قابلِ صد احترام ہوتا ہے۔ کیا فاروقی صاحب کو علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگوں میں زخمی ہو گئے تھے۔ کیا فاروقی صاحب ان کے زخموں کو عذاب الٰہی کا نشان سمجھتے ہیں۔ ایسا خیال تو سراسر جہالت اور گستاخی ہے۔ پھر کیا حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے کی وجہ سنگدلی کے ساتھ کابل میں سنگسار کیا جانا فاروقی صاحب کے نزدیک اُن پر خدائی عذاب کا نشان تھا۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر فاروقی صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دین کی راہ میں زخمی ہونے کو عذاب الٰہی کا نشان قرار دینا محض سنگدلی اور بغض وحسد کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ مومنوں کو دین کی راہ میں جو زخم پہنچتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں جو مصائب اور صدمات اُٹھانے پڑتے ہیں وہ خدائی عذاب کا نشان نہیں ہوتے بلکہ یہ امور تو اُن کے خدا تعالیٰ کے حضور میں قرب کے بڑھانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ زخمی ہونے سے تو سیدنا و مولانا افضل الانبیاء والمرسلین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی محفوظ نہیں رہے۔ چنانچہ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کی پیشانی مبارک پر ایسا زخم لگا کہ حضور بیہوش ہو گئے اور اس پر دشمن نے مشہور کر دیا کہ آپ مارے گئے۔ پھر حضرت عمر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز کے وقت حملہ ہوا اور آپ اس سے شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح

الثانی رضی اللہ عنہ پر بھی مسجد میں نماز کے بعد حملہ ہوا جس سے آپ زخمی ہو گئے پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایک دشمن کے ہاتھوں معصومانہ طور پر زخمی ہو جانا خدا تعالیٰ کے حضور میں آپ کے تقرب کو بڑھانے کا ذریعہ ہے اور فاروقی صاحب کی طرف سے اسے عذاب الٰہی کا نشان قرار دینا اُن کی انتہائی سنگ دلی کا ثبوت ہے جس سے انہوں نے ہماری جماعت کے جذبات کو شدید مجروح کیا ہے۔

فاروقی صاحب کے بہتانات

فاروقی صاحب نے نہایت بے باکی اور گستاخی سے فتح حق کے صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ پر مستری عبدالکریم اور عبدالرحمٰن مصری کے گندے اور ناپاک الزامات کو بھی دہرایا ہے۔ ان گندے اور ناپاک الزامات کا حقیقی جواب تو انہیں خدا تعالیٰ ہی دے گا۔ قرآن مجید نے انہیں جو جواب دینے کا ہمیں حکم دیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایسے الزامات سُننے پر مومن مردوں اور عورتوں کے متعلق حسن ظنی سے کام لیں اور الزام لگانے والوں کو کہہ دیں ھٰذَآ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ۔" کہ یہ تو کھلم کھلا جھوٹا الزام ہے۔ افسوس ہے کہ فاروقی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وفات پا جانے کے بعد آپ پر گندے اور ناپاک الزامات لگا کر اسی طرح بد اخلاقی اور شرارت کا مظاہرہ کر رہے ہیں جس طرح آریہ اور عیسائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے خلاف گندے اور ناپاک الزامات لگا کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ مگر کیا عیسائیوں اور آریوں کے ایسے گندے الزامات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مشن کو کوئی نقصان پہنچا سکے ہیں ہرگز نہیں۔ پس فاروقی صاحب کے الزامات بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ یہ ان کے اپنے دل کے گندے ہو جانے کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے سے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کو بھی یہ خبر دے رکھی تھی کہ آپ کے دشمن نامراد اور ناکام رہیں گے اور غلبہ آپ کو ہی حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

افسوس حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر گندے الزام لگانے والے مسلمان ہی تھے جو صحابی بھی سمجھے جاتے تھے چنانچہ ایک ان میں سے مسطح تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروردہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ام المومنین پر بہتان لگایا جانے کا خود قرآن شریف میں ذکر کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ
لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ
لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ
وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَ
الْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا
هَٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ ۝ (نور آیت ۱۲-۱۳)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بہت بڑا اتہام باندھا تھا۔ وہ تم میں سے ہی ایک گروہ ہے تم اس کو اپنے لیے بُرا (فعل) نہ سمجھو بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے (کیونکہ اس کی وجہ سے ایک پُر حکمت تعلیم تمھیں مل گئی ہے جس پر عمل کرکے تم آئندہ ایسے الزامات لگانے سے بچ سکتے ہو) ہر ایک شخص کو جس نے ان میں سے جتنا گناہ کیا ہے اس کی سزا مل جائے گی اور جو اُن میں سے اس گناہ کے بڑے حصّہ کا ذمہ دار تھا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے اس بہتان کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے

اپنی (قوم کے) آدمیوں کے متعلق اچھا گمان کیا اور کیوں نہ یہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلا بہتان ہے۔"

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ
مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ
قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (نور آیت ۱۶/۱۷)

ترجمہ:" اس وجہ سے کہ تم اس بہتان کو ایک دوسرے سے سیکھنے لگے اور اپنے مونہوں سے ایسی بات کہنے لگے جس کا تمھیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات تھی۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے وہ بہتان سنا تو تم نے کہہ دیا کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم اس کے متعلق بات کریں اے خدا تو ہر عیب سے پاک ہے یہ تو ایک بہت بڑا بہتان ہے۔"

اب ہم بھی اس ارشاد ربانی کے ماتحت فاروقی صاحب کے ناپاک الزام کے اعادہ پر الٰہی ہدایت کے مطابق انھیں یہ کہتے ہیں۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

اِن آیات کے بعد اللہ تعالیٰ یہ نصیحت فرماتا ہے:۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (نور آیت ۱۹)

ترجمہ: خدا تمھیں ایسی بات کو آئندہ (کسی مسلمان کی نسبت) دوبارہ کرنے سے روکتا ہے اگر تم مومن ہو۔"

افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے ایسے ناپاک الزامات کو دہرا کر اپنے ایمان و تقویٰ کا لباس تار تار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اگلی آیت میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ
فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النور آیت ۲۰)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ مومنوں میں بے حیائی کی بات کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان باندھنے والے بھی اور مومنوں میں اس کی اشاعت کرنے والے بھی اس وعید الٰہی کے حصہ دار ہیں اگر وہ اس سے توبہ نہ کریں تو دنیا اور آخرت میں اس وعید الٰہی کے مطابق مقدر عذاب سے ضرور حصہ پائیں گے۔

پس فاروقی صاحب کے لیے مقامِ خوف ہے۔ خدا کرے کہ وہ آئندہ نصیحت پکڑیں اور استغفار کریں اور اس قسم کی بے حیائی کے ارتکاب سے باز آئیں۔

مباہلہ کا ڈھونگ فاروقی صاحب نے مستری عبدالکریم کے ذکر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے ناپاک الزام لگا کر خلیفہ صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیا جس کو خلیفہ صاحب بہانے بنا بنا کر ٹال دیتے تھے حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف لکھا ہے کہ دو حالتوں میں مباہلہ جائز ہے

(الف)" اوّل کافر کے ساتھ جو یہ دعویٰ رکھتا ہو کہ مجھے یقیناً

معلوم ہے کہ اسلام حق پر نہیں ...... الخ
(ب) دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔" (فتح حق صٓ)

مباہلہ کی یہ دونوں صورتیں ہمیں مسلّم ہیں۔ مگر ہم یہ تیسری صورت مباہلہ کی تسلیم نہیں کرتے کہ ایک شخص دوسرے کو ذلیل کرنے کے لیے تہمت بھی لگائے اور پھر خود ہی اسے مباہلہ کا چیلنج بھی دیدے۔ تہمت لگانے پر صرف مظلوم کو یہ اختیار ہے کہ وہ بہتان باندھنے والے کو مباہلہ کی دعوت دے۔ تہمت لگانے والے کا دوسرے کو مباہلہ کی دعوت دیدینا محض ایک ڈھونگ ہے اور اسلام سے تمسخر کے مترادف ہے اور شریعتِ اسلامیہ کی صریح ہتک ہے۔ ایسی صورت میں جس پر تہمت لگائی گئی ہو اُسے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق صبر سے ہی کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ خدا نے تو قرآن مجید میں مقدّم امر ایذاء پر صبر کو ہی قرار دیا ہے گو مسیح موعود علیہ السلام نے اس شخص کو جس پر تہمت لگائی گئی ہو مباہلہ کرنے کی اجازت بھی دی ہے مگر اتہام لگانے والوں سے جو اتہام لگانے کے بعد پھر خود ہی دوسرے فریق کو مباہلہ کی دعوت بھی دے دیں مباہلہ کرنا شریعت اسلامیہ کی رُو سے ہرگز جائز نہیں۔ لہٰذا اس موقعہ پر "کسی ٹال مٹول" کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ جماعت احمدیہ کا امام ایک خلاف شرع امر کا ارتکاب کرکے ایک ناجائز مثال قائم کردیتا۔ اس کا فرض تو اس موقعہ پر یہی تھا کہ قرآنی ارشاد کے مطابق بے جا تہمتوں پر صبر سے کام لیتا اور اتہام لگاکر مباہلہ کی دعوت دینے والوں کی دعوت کو رد کردیتا۔ کیونکہ اصل سزا تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ صبر کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔ تعجب ہے کہ فاروقی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پُر ہمّت صبر کو آپ

کی کمزوری پر محمول قرار دے رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی دعوت مباہلہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مستری عبدالکریم کی دعوت مباہلہ کو تو خلاف شرع ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کر سکتے تھے۔ مگر حضور نے ان لوگوں پر اتمام حجت کے لیے انہیں اپنی خلافت کے متعلق دعوت مباہلہ دی تھی۔ کیونکہ مستری عبدالکریم اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے دعاوی میں راستباز سمجھتا تھا۔ اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذیل کے پُرزور الفاظ میں دعا فرمائی:۔

"مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے اور ذلّت و عزّت ہے کہ مَیں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اس امر میں دھوکے سے کام لیتا ہوں تو اے خدا تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما۔ اب جس شخص کو دعویٰ ہو کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے۔ وہ بھی قسم کھالے اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کردے گا۔

{ مکتوب ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۷ء بنام بابو عبدالحمید صاحب شملوی
مطبوعہ رسالہ جواب مباہلہ صفحہ ۱ ۔ ۳۰ر جون ۱۹۲۹ء }

یہ دعوت مباہلہ مستری عبدالکریم کو قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

فاروقی صاحب کی غلط بیانی اور ایک غلط فیصلہ کی اشاعت

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:-

"خلیفہ صاحب نے شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب اور اُن کے رفقاء کو تنگ کرنا شروع کر دیا بعض پر تو قاتلانہ حملے بھی ہوئے۔ اسی سلسلہ میں ایک مقدمہ جو جی، ڈی کھوسلہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا اس نے اپنے فیصلہ میں لکھا:-

" اپنے دلائل کو سنوارنے اور فرقے کو ترقی دینے کے لیے انہوں (مرزائیوں) نے ان ہتھیاروں کا استعمال کیا جن کو عام طور پر ناپسندیدہ کہا جائے گا۔ یعنی ان اشخاص کے دلوں میں جنہوں نے ان کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا نہ صرف بائیکاٹ اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی بدتر مصائب کی دھمکیوں سے دہشت انگیزی پیدا ہوئی۔" (فتح حق صفحہ ۱۴)

اس بارہ میں عرض ہے کہ یہ بالکل غلط بات ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری سے کسی متعلقہ امر کے سلسلہ میں کوئی مقدمہ جی ڈی کھوسلہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ یہ مقدمہ جس کے فیصلہ کا فاروقی صاحب حوالہ دے رہے ہیں اس کا آخری فیصلہ تو ہائیکورٹ میں ۱۱ر نومبر ۱۹۳۵ء کو ہوا تھا اور عبدالرحمٰن صاحب مصری ۱۹۳۷ء میں جماعت سے خارج کیے گئے تھے۔ یہ مقدمہ دراصل سرکار بنام سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری تھا جو اُن کی ایک اشتعال انگیز تقریر کی بنا پر گورنمنٹ نے ان پر دائر کیا تھا اور جس میں انہیں ماتحت عدالت سے چھ ماہ کی سزا

ہوگئی تھی ۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے اس کی اپیل جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کی عدالت میں کی ۔ اس پر مسٹر کھوسلہ نے سید عطاء اللہ شاہ کی سزا میں تخفیف کر دی اور جماعت احمدیہ کے بانی اور موجودہ امام کے خلاف قابلِ اعتراض فقرات لکھے ۔

قدرتاً اس سے جماعت احمدیہ میں غم و غصہ کی شدید لہر پیدا ہوئی کیونکہ وہ فریقِ مقدمہ نہ تھے ۔ لہٰذا زیر دفعہ ۵۶۱ ۔ الف ضابطہ فوجداری اس فیصلہ میں سے بعض قابلِ اعتراض حصوں کے اخراج کی درخواست ہائی کورٹ میں پیش کی گئی ۔ اس درخواست کی سماعت آنریبل مسٹر جسٹس کولڈسٹریم نے کی ۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو پی ۔ سی وغیرہ نے پیروی کی ۔ ہائی کورٹ کے آنریبل جسٹس کولڈسٹریم نے پہلے جی ڈی کھوسلہ سیشن جج کے محولہ بالا فیصلہ کے الفاظ اپنے فیصلہ میں اس طرح نقل کیے :۔

" اب میں ان الفاظ کو لیتا ہوں کہ اپنے عقائد کو منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لیے انھوں نے (احمدیوں نے) ایسے ہتھیار استعمال کیے جو معمولی حالات میں نہایت ناپسندیدہ سمجھے جائیں گے ۔ جو لوگ ان میں شامل ہونے سے انکار کرتے یہ انہیں نہ صرف بائیکاٹ اور اخراج بلکہ اس سے بھی سخت تر اقدام کی دھمکیاں دیکر ڈراتے بلکہ بسا اوقات ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی تبلیغ کی تائید بھی کرتے ......" الخ

یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد آنریبل جسٹس نے تحریر فرمایا کہ :

" سیشن جج کے یہ الفاظ واقعات کا بالکل صحیح بیان نہیں

ہیں ۔اس بات کی کوئی شہادت نہیں کہ سوائے ان لوگوں کے جو جماعت کو چھوڑ گئے ہوں یا ان سے لڑ بیٹھے ہوں اور کسی کو اس وجہ سے کہ وہ کیوں قادیانیوں میں شامل نہیں ہوتا ڈرایا دھمکایا گیا ہو اس امر کی کافی شہادت ہے اور خود مرزا صاحب کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ جو اشخاص جماعت کی نظر میں قابل اعتراض ہو گئے ان سے قطع تعلق کر لیا گیا، یا تمدّنی رنگ میں اُن پر قادیان سے چلے جانے کے لیے دباؤ ڈالا گیا ۔ اگرچہ اس معاملہ میں یہ نتیجہ نکالنے کے لیے بہت کم وجہ موجود ہے کہ ایسے لوگوں کے متعلق کوئی خلاف قانون دباؤ ڈالا گیا ۔ جہاں تک سخت تر اقدام کی دھمکی کا تعلق ہے عبدالکریم کی گواہی موجود ہے کہ اُسے قتل کرنے کی دھمکی دی گئی ۔ فاضل سیشن جج نے اسے باور کر لیا"۔

{ ماخوذ از فیصلہ ہائیکورٹ بمقدمہ سرکار بنام عطاء اللہ شاہ بخاری ص۳۰ مطبوعہ جماعت احمدیہ لاہور }

فاضل جج ہائیکورٹ پنجاب کے اس فیصلہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے مسٹر جی اُڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے اس فیصلہ کو جسے فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں ہمیں ظالم ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے درست نہیں سمجھا بلکہ ردّ کر دیا ہے ۔ افسوس ہائی کورٹ کے فاضل جج کی اس تردید کے باوجود فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں جی ڈی کھوسلہ کے فیصلہ کو درج کر کے پبلک کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور محض ہماری جماعت اور اس کے امام سے بغض اور

حسد کا مظاہرہ کیا ہے۔

واضح رہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے جس کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی "یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ" کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس نکاح سے اس کی خاطر اولاد پیدا ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں:۔

"فَفِیْ ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُؤْتِیْہِ وَلَدًا
صَالِحًا یُشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَاْبَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ
عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ"

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۸ حاشیہ)

ترجمہ:۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود کو ایک صالح لڑکا دیگا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور اس کا منکر نہیں ہوگا اور خدا کے معزز بندوں میں ہوگا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نشان آسمانی میں نعمت اللہ ولی علیہ الرحمۃ کی پیشگوئی کا ذکر اپنے اس لڑکے کے متعلق ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"دورِ او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم"

اور اس کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گذر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا

دیگا، جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اس کے رنگ میں رنگین
ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہو جائیگا
یہ درحقیقت عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو
ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔"

(نشان آسمانی ص۱۳)

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری مبشر اولاد خدائی وعدوں کے مطابق نیک اور بابرکت تھی جیسا کہ حضور نے تحریر فرمایا تھا:

"اولاد بھی نشان ہوگی جیسا کہ خدا نے نیک اور بابرکت
اولاد کا وعدہ دیا اور پورا کیا" (سراج منیر ص۵۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد — بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اس کلام میں حضرت مسیح موعودؑ کی بشارت کے ماتحت ہونے والی اولاد کو خدائی وعدہ کے مطابق قطعی طور پر بربادی سے بچائے جانے اور اس کے دشمنوں کے رسوائی پانے کا ذکر ہے۔ پس جو بھی مسیح موعود علیہ السلام کی اس مبشر اولاد سے دشمنی رکھے گا وہ آپ کے دشمنوں میں شمار ہوگا اور رسوا ہوگا۔

خلیفۃ المسیح الثانی کی الزامات سے الہامی بریت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر منشی عبد الکریم اور شیخ عبد الرحمن مصری نے جو سنگین الزامات لگائے ہیں ان کے بارہ میں فاروقی صاحب لکھتے ہیں :۔

اگرچہ خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ دعویٰ کے بعد اعتراضات
کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر
حقیقت یہ ہے کہ اعتراضات تو ہوتے ہیں اور مکذّبین
کی طرف سے الزامات بھی لگائے جاتے ہیں۔ مگر
اللہ تعالیٰ اپنی تائید اور وحی کے ذریعہ سے اپنے فرستادہ
کی تربیت فرماتا رہا ہے۔" (فتح حق ص۴۱)

فاروقی صاحب کا یہ بیان درست ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر سنگین الزامات کی تردید اپنی اس پاک وحی میں خود فرمادی ہے جس وحی کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا فاروقی صاحب بھی انکار نہیں کرسکتے اور یہ وہ وحی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کے اہل بیت کی برأت اور تطہیر میں چار دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنی الفاظ میں نازل ہوئی۔ اس وحی کے الفاظ یہ ہیں :-

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا"

(یعنی خدا نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے اہل بیت
سے ناپاکی کو دور رکھے اور انھیں خوب پاک قرار دیدے)

پہلی بار : ۲۲ر جنوری ۱۹۰۷ء (تذکرہ ص۶۸۴)
دوسری بار : ۳ر فروری ۱۹۰۷ء " ص۶۸۸
تیسری بار : ۲ر مارچ ۱۹۰۷ء " ص۶۹۵
چوتھی بار : ۱۲ر مارچ ۱۹۰۷ء " ص۷۰۱

ممکن ہے چار دفعہ یہ الہام نازل کرنے میں خدا تعالیٰ کا اس طرف اشارہ ہو

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت پر چار دفعہ گند اُچھالا جانے والا ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے چاروں مواقع کے لیے چار بار یہ الہام نازل کر کے آپ کے اہل بیت کی اپنی پاک وحی کے ذریعہ الزامات سے بریت فرما دی۔ پہلی دفعہ مستری عبدالکریم کے الزام لگانے پر۔ دوسری دفعہ شیخ عبدالرحمٰن مصری کے الزام لگانے پر۔ تیسری دفعہ نام نہاد حقیقت پسند پارٹی کے الزام لگانے پر اور اب چوتھی دفعہ فاروقی صاحب مؤلف کتاب "فتح حق" کے ان الزامات کو دہرانے پر۔

اس موقعہ پر اس بات کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ پہلی بار یہ وحی نازل ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشفی حالت میں ہی کسی کو آواز دے کر بلند آواز سے کہتے ہیں "فتح فتح"۔ پس مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت کے لیے یقینی فتح الہامی طور پر مقدّر تھی نہ کہ دشمنانِ اہل بیت مسیح موعودؑ کے لیے۔

ایک حاسد کے لیے اسی دن یعنی ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو یہ بھی الہام ہوا:۔

"لاہور میں ایک بے شرم وَیْلٌ لَکَ وَلِاِفْکِکَ

(تذکرہ صفحہ ۔۔۔)

یعنی لاہور کے ایک بے شرم کو کہا گیا ہے تیرے لیے بھی ویل ہے اور تیرے بہتان کے لیے بھی ویل ہے۔

سمجھنے والے خود سمجھ لیں ہم کسی کی تعیین کرنا نہیں چاہتے۔

اصل میں جماعت کو ایسا امتحان ضرور پیش آنے والا تھا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے اسی دن جب کہ اہل بیت کی تطہیر کے لیے آخری الہام ہوا یہ الہام بھی نازل فرما دیا:۔

"ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور
بعض چھوڑے جائیں گے"

(تذکرہ صفحہ ۷ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء)

یہ امتحان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر پیش آیا۔ جو ٹھیک ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو اس الہام کے سات سال بعد ہوئی۔ اس وقت جماعت کے دو فریق ہو گئے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی تطہیر اور اُن سے اپنی معیت کا وعدہ کر رکھا تھا اس لیے جو جماعت اہل بیت مسیح موعود کی حامی ہوئی خدائی فیصلہ کے مطابق وہی حق پر قرار پائی اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی وحی سے فتح کا وعدہ دیا ہے۔ اُس دن یہ الہام بھی پورا ہوا:۔

"کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کیے جائیں گے اور کئی بڑے
ہیں جو چھوٹے کیے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے"۔

(تذکرہ صفحہ ۵۳۵)

کیا یہ قابل شرم حرکت نہیں کہ فاروقی صاحب اب مستری عبدالکریم اور شیخ عبدالرحمٰن مصری کے سنگین اور ناپاک الزامات کو دُہرا کر دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرت اقدس کے الہامات آپ کے اہل بیت کی تطہیر کے متعلق معاذ اللہ غلط ثابت ہوئے؟ شرم، شرم، شرم۔ صد افسوس۔

یوسفِ موعود | حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا کے الہام کے علاوہ جس میں اہل بیت کی تطہیر کا ذکر ہے یہ الہام بھی ہوا۔

"اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ۔

(تذکرہ صفحہ ۵۲۴)

"کہ میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم مجھے
سٹھیایا ہُوا کہو"

اس الہام میں مصلح موعود کا نام یوسف رکھ کر آپ پر سنگین الزامات لگنے اور اُن سے آپ کے پاک ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کو اس کی خوشبو آنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مصلح موعود ظاہر ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی حضور کو یہ الہام ہُوا "اِنِّیْ مَعَ الرُّوْحِ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ" (تذکرہ صـ۵۲۴) کہ میں روح کے ساتھ تمہارے اور تمھارے اہل کے ساتھ ہوں یعنی ان کی روحانی لحاظ سے نصرت کرونگا۔

پھر یہ الہام بھی ہُوا:۔

اِنِّیْ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ هٰذِهٖ" (تذکرہ صـ۵۲۷)

"کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اِن اہل کے ساتھ بھی ہوں"۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس وقت کے موجودہ اہل بیت کو خدا کی تائید اور نصرت دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ پھر حضور پر یہ الہام چار دفعہ ہُوا:۔

"انظر الیٰ یُوسُفَ وَ اِقْبَالِہٖ"

(تذکرہ صـ۲۱۵، صـ۲۴۶، صـ۲۸۴، صـ۸۳۲)

کہ یوسف اور اس کے اقبال کو دیکھ!

پس مصلح موعود کا نام یوسف رکھنے میں اور پھر اس کو اقبال دیا جانے میں اس کے پاک ہونے اور برحق خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

فاروقی صاحب کے پیشکردہ الہامات و رویا کی غلط تشریح کی تردید

فاروقی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات کو جن کا مصلح موعود کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ ان میں بعض اور لوگوں کی قباحت اور شناعت

بیان کی گئی ہے محض بغض و عداوت کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ "حضرت مرزا غلام احمد کی چند منذر پیشگوئیاں اور الہامات" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"اب حضرت مرزا صاحب خدا سے مدد کے خواستگار
رہتے تھے اور روحانی وارث کے لیے دعائیں مانگتے
رہتے تھے ربّ لاتذرنی فرداً وانتَ خیر
الوارثین (اے میرے رب تو مجھے اکیلا مت
چھوڑیو اور تو سب سے بہتر وارث دینے والا ہے)
آپ کی ان دعاؤں کے صلہ میں آپ کو آپ کی ذرّیت
میں سے ایک مصلح موعود کے آپ کی جماعت میں پیدا
ہونے کی خوش خبری دی۔" (فتح حق صفحہ ۴۶)

فاروقی صاحب! سنیئے، خدا نے تو کہا تھا کہ "تیرے مانگنے کے موافق میں نے تیری تضرّعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو بپایۂ قبولیت جگہ دی" (الہام متعلق مصلح موعود مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) اس سے تو ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کوئی نشان اپنے زمانہ کے لیے طلب فرما رہے تھے۔ لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مصلح موعود بقول فاروقی صاحب سولہویں صدی میں آنا چاہیئے۔ جبکہ مسیح موعودؑ کی یہی خواہش تھی اور اسی کے لیے آپ نے تضرّع سے دعائیں کیں کہ آپ کو ایک نشان رحمت دیا جائے اور خدا تعالے نے اس پر آپ کے ہاں ایک مسیحی نفس فرزند ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر ۹ سال کے اندر اس کے پیدا ہونے کا وعدہ دیا۔

(۱) آگے فاروقی صاحب لکھتے ہیں:-

(الف) "ایک الہام ہوا "الفتنۃ ھٰھُنا" (یعنی خاص فتنہ یہاں پہلے سے موجود ہے) تذکرہ ص۱۰۸
پھر مصلح موعود کی آمد اور پھر اس کے غلبے پر الہام ہوا "وامتازوا الیوم اَیُّھا المجرمون" تذکرہ ص۶۲۴
(یعنی فتنہ پردازوں اور مجرموں کا ظاہر ہو جانا) اور پھر اُن کا یہ کہنا "انّا کنّا خاطئین" تذکرہ ص۶۵۱
کہ واقعی ہم خطا کار تھے۔ اس بات کی طرف صاف دلالت کرتا ہے کہ فتنہ پرداز لڑکا پہلے پیدا ہوگا، اور مصلح موعود بعد میں آئیگا۔ (فتح حق ص۴۷)

الجواب: یہ نتیجہ جو اِن الہامات سے نکالا گیا ہے سراسر جھوٹ اور بے بنیاد ہے اِن میں سے پہلے الہام میں فاروقی صاحب نے الفتنۃ ھٰھنا کا ترجمہ یہ کیا ہے "اِس جگہ ایک فتنہ موجود ہے اور مراد اس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا وجود لیا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے حضرت اقدس اس جگہ پورے الہام کا ترجمہ جس کا فاروقی صاحب نے ایک حصہ پیش کیا ہے، یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر کر جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلّی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا یہ خدا کی قوت ہے جو اپنے بندے کے لیے وہ غنی مطلق ظاہر کرے گا"

یہ الہام ۱۸۸۳ء کا ہے ملاحظہ ہو ص۱۰۸ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اس الہام سے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ اور یہ الہام بقول فاروقی صاحب

اس فتنہ کے متعلق یہ بتانا ہے کہ "یہ خاص فتنہ یہاں پہلے سے موجود ہے" پس حضرت اقدس کے فرزند صاحب زادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے وجود سے اس فتنہ کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ اس فتنہ سے مراد وہ فتنہ ہے، جو غیر احمدی علماء نے فتویٰ تکفیر کی صورت میں حضرت مسیح موعود کے خلاف اس الہام کے نازل ہونے کے بعد کھڑا کیا۔

فاروقی صاحب نے الفتنۃ ھٰھنا کا جو ترجمہ کیا ہے کہ "فتنہ یہاں پہلے سے موجود ہے" یہ سراسر غلط ہے اور پھر اس کی یہ تشریح کہ فتنہ پرداز لڑکا پہلے پیدا ہوگا دیدہ دانستہ غلط بیانی ہے۔ پس ان کا ترجمہ بھی غلط ہے اور تشریح بھی غلط۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۴ میں حضرت اقدس نے اس الہام سے پہلے فتوے تکفیر والا الہام تحریر فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اِذْ یَمْکُرُبِكَ الَّذِیْ کَفَّرَ اَوْقِدْلِیْ
یَا هَامَانُ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔
مَاکَانَ لَهٗ اَنْ یَّدْخُلَ اِلَّاخَائِفًا وَمَا
اَصَابَكَ مِنَ اللّٰهِ اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ
کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ"۔

ترجمہ از مسیح موعودؑ: "اس مکر کرنے والے کو یاد کر جو تجھے کافر ٹھہرائے گا اور تیرے دعویٰ سے منکر ہوگا۔ وہ ایک اپنے رفیق سے استفتا پر فتویٰ لے گا تا عوام کو اس سے افروختہ کرے ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے جن سے وہ فتویٰ لکھا تھا...... اور وہ بھی ہلاک ہو گیا...... اس کو مناسب نہ تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے...... جو تجھے تکلیف پہنچے گی

وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یعنی خدا اگر نہ چاہتا تو یہ فتنہ برپا کرنا اس کی مجال نہ تھا" اور پھر فرمایا "اس وقت دنیا میں بڑا شور اُٹھیگا اور بڑا فتنہ ہوگا۔ پس تجھ کو چاہیئے کہ صبر کرے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے" صـ۶۶

اِس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک اس فتنہ کا تعلق جو الہام میں مذکور ہے اس فتنہ سے تھا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے حضرت اقدس کے خلاف فتویٰ کفر تیار کرنے پر سارے ملک میں اُٹھا تھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

> "اس سے پہلی پیشگوئی اس استفتاء کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے ہاتھ سے فتویٰ لکھنے سے ظہور میں آیا۔ جس سے ایک دنیا میں شور اُٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا۔ اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب سمجھا" صـ۶۶

الہام وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ کا تعلق بھی مصلح موعود سے نہیں ہے۔ اس الہام کا سیاق یہ ہے "انی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (تذکرہ صـ۶۲۴)

ترجمہ از مسیح موعودؑ:۔ میں ہر ایک کو جو اس گھر میں ہے نگاہ رکھوں گا۔ اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے۔

پہلے الہام میں "دار المسیح" میں رہنے والوں کے طاعون سے محفوظ

رہنے کا وعدہ ہے اور یہ وعدہ متقیوں اور مجرموں کے درمیان امتیاز اور نشان قرار دیا گیا ہے اور اس نشان کے ذریعہ حق کا فتح پانا اور باطل کا شکست کھانا بیان کیا گیا ہے۔ هٰذَا الَّذِی کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ سے مراد بھی عذاب الٰہی ہے جو مخالف طلب کرتے تھے۔ پس ان الہامات کا مصلح موعود کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔

"تذکرہ ص۶۵۱ کا الہام اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ ترتیب میں مندرجہ ذیل الہامات کے درمیان واقع ہے:۔

"رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ هٰذَا اَخَّرَهُ اللّٰهُ اِلٰی وَقْتٍ مُسَمًّی تَرٰی نَصْرًا عَجِیْبًا یَخِرُّوْنَ عَلَی الْاَذْقَانِ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ"

ترجمہ از مسیح موعود علیہ السلام:۔

"اے خدا بزرگ زلزلہ کے ظہور میں کسی قدر تاخیر کر دے۔ خدا نمونہ قیامت کے زلزلہ میں ایک وقت مقررہ تک تاخیر کر دے گا۔ تب تو ایک عجیب مدد دیکھے گا اور تیرے مخالف ٹھوڑیوں کے بل گریں گے یہ کہتے ہوئے اے خدا ہمیں بخش دے اور ہمارے گناہ معاف کر ہم گناہ گار تھے اور زمین (یعنی اہلِ زمین ناقل) کہے گی اے خدا کے نبی میں تجھے شناخت نہ کرتی تھی۔ اے خطا کار د آج تم پر کوئی ملامت نہیں خدا تمہیں بخش دیگا وہ ارحم الراحمین ہے" (تذکرہ ص۶۵۰-۵۱)

اس پیشگوئی کا تعلق پانچویں زلزلہ سے معلوم ہوتا ہے۔پس یہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہوگی۔اور اس دن اہل زمین حضرت اقدس کو اے نبی اللہ کہہ کر کہیں گے کہ وہ آپ کو نہیں پہچانتے تھے شاید اس دن سارے منکرین خلافت (یعنی فاروقی صاحب اور اُن کے ہمنوا) بھی حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ مان لیں۔

آج کل خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ منکرین خلافت احمدیہ یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کو نبی بنا دیا۔مگر وقت بھی کیسا عجیب ہوگا کہ اس دن ساری دنیا آپ کو نبی اللہ تسلیم کر لے گی۔ پس حق کی فتح اس طرح ہوگی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساری دنیا میں نبی اللہ تسلیم کیے جائیں گے۔

(۲) فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں:۔

"پھر الہام ہوتا ہے۔" ولا تکلّمنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون" (اور مجھ سے ان ظالم لوگوں کے بارے میں مت کہہ یا خطاب کر کیونکہ وہ غرق ہونے والے ہیں۔" (تذکرہ ص۶۰)

" اور جب ہم قرآن شریف میں دیکھتے ہیں تو قریب یہی الفاظ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کہے تھے اور ان کے لڑکے کے متعلق کہا تھا انّہ عمل غیر صالح۔جبکہ اس کے بچانے کے لیے نوح نے التجا کی تھی۔ مگر بالآخر وہ لڑکا ہلاک ہوا حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا انّہ عبد غیر صالح (اور وہ بدکار لڑکا ہے) (تذکرہ ص۸)

الجواب : فاروقی صاحب نے اِنَّهٗ عَبْدٌ غَیْرُ صَالِحٍ کا ترجمہ اس الہام کو اس کے سیاق سے الگ کر کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کو رد کر کے "وہ بدکار لڑکا ہے" کر دیا ہے۔ یہ امر فاروقی صاحب کے خود غلط کار ہونے کا ایک روشن ثبوت ہے کیونکہ پورا الہام یوں ہے :-

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ
لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ
فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ یَا اِبْرَاهِیْمُ
اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ عَبْدٌ غَیْرُ صَالِحٍ اِنَّمَا
اَنْتَ مُذَكِّرٌ وَّمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِمُسَیْطِرٍ"

ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

"کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ غرق کیے جائیں گے۔ اے ابراہیم اس سے کنارہ کر یہ صالح آدمی نہیں تو صرف نصیحت دہندہ ہے ان پر داروغہ نہیں۔"

یہ ترجمہ کرنے کے بعد بطور تشریح حضرت اقدس لکھتے ہیں :-

"یہ چند آیات جو بطور الہام القا ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۹ و ۵۱۰)

اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں اس الہام کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض اپنی قوم کے لوگوں سے اور قریب کے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا پڑا

تھا پس میری نسبت یہ پیشگوئی تھی کہ تمہیں بھی بعض قوم
کے قریب لوگوں سے قطع تعلق کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا
ہی ظہور میں آیا۔"

پس یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کے دعویٰ بلکہ خلافت سے پہلے ہی پوری ہو چکی تھی۔

یہ براہین احمدیہ حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی ہے جس میں یہ الہامات درج ہیں مگر مصلح موعود کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو کی گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس پیشگوئی کے مطابق بموجب وعدۂ الٰہی ۹ سال کے عرصہ میں ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے گویا اس وقت حضرت مسیح موعود کی مبشر اولاد ہی سے کوئی وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ جسے غیر صالح قرار دیا جاتا۔

اس الہام میں دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نوح کہہ کر نہیں بلکہ ابراہیم قرار دیکر ایک عبد غیر صالح سے اعراض کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور ابراہیم آپ کو اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ آپ کے ہاں حضرت اسماعیل کی طرح ایک عظیم الشان موعود فرزند پیدا ہونے والا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا:۔

"يُخْرِجُ هَمَّهٗ وَغَمَّهٗ دَوْحَةَ إِسْمٰعِيْلَ فَاَخْفِهَا
حَتّٰى يَخْرُجَ" (تذکرہ ص ۵۹۸)

ترجمہ: اس کا (یعنی مسیح موعود کا ناقل) ہمّ اور غم اسماعیل کے درخت کو نکالے گا۔ پس اس کو مخفی رکھ کر یہاں تک کہ وہ نکل آئے۔"

اسماعیل کے معنی ہیں خدا نے تیری سُن لی۔ اس میں اشارہ تھا کہ یہ اسماعیل آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہوگا۔ فاخفہا میں ہدایت تھی کہ اس کی تشریح نہ کریں کیونکہ دراصل واقعات اس کی پوری تشریح کرنے والے تھے۔ چنانچہ

واقعات نے اس الہام کو حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت کر دیا ہے آپ نے حضرت اسماعیل کی طرح اپنی والدہ کے ساتھ ایک وادئ غیر ذی زرع میں ہجرت فرمائی اور شہر آباد کیا جس کا نام ربوہ ہے۔ اس اسماعیل کو درخت اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس کی شاخوں تلے لوگ روحانی راحت پانے والے تھے چنانچہ آپ کی شاخیں اب مشرق و مغرب میں پھیل کر دنیا کو روحانی سایہ سے مستفیض کر رہی ہیں جو دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض ہے۔

یزیدیوں کا اخراج فاروقی صاحب لکھتے ہیں:-

> "پھر مرزا صاحب کو قادیان کے متعلق الہام ہوا اُخْرِجَ مِنْهُ الْيَزِيدِيُّونَ تذکرہ صفحہ ۱۸۱ یعنی یزیدی صفت لوگ اس بستی میں پیدا ہونگے۔ اب یزیدی کسی خاص قوم یا قبیلہ کا نام نہیں بلکہ یزید پلید کی رعایت سے اس کے پیروکاروں کو یزیدی کہا جاتا ہے۔ کوئی ایسا خلیفہ ہوگا جو یزید کی طرح خلافت حقہ اسلامیہ کا دعویدار ہوگا۔ پھر خدا تعالیٰ ایسے سامان کرے گا کہ یہ خلیفہ مع اپنے پیرو کے قادیان سے نکال دیا جائے گا جیسا کہ اخرج کے لفظ سے ظاہر ہے اس کی تخصیص کرنے کے لیے حضرت مرزا صاحب کو "بلائے دمشق" تذکرہ صفحہ ۱۷۰ کا بھی الہام ہوا تھا۔ واضح ہو کہ یزید کا پایہ تخت دمشق تھا اسی قسم کی ایک بلا قادیان میں بھی پیدا ہو جائے گی۔ (فتح حق صفحہ ۴۸-۴۷)

الجواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ درج کرکے ازالہ اوہام

کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۱-۷۲)

پھر یہ الہام درج کرنے کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں۔"

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ یزیدیوں سے اس زمانے میں قادیان میں رہنے والوں میں سے خبیث فطرت انسان مراد لیے ہیں ہاں اُخرج کے ایک لغوی معنے نکالے گئے کے بھی ہیں اس صورت میں الہام اُخْرِجَ مِنْہُ الْیَزِیْدِیُّوْنَ کے بطور پیشگوئی یہ معنے بنتے ہیں کہ یہ یزیدی طبع لوگ قادیان سے نکالے جائیں گے۔

یزیدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے دشمن تھے اس صورت میں اس پیشگوئی کے مصداق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو اہل بیت مسیح موعودؑ سے دشمنی ہو اور اس دشمنی نے انھیں قادیان سے خارج کر دیا ہو۔ فاروقی صاحب خوب جانتے ہیں کہ اہل بیت مسیح موعودؑ کے دشمن کون ہیں۔

"بلائے دمشق" تذکرہ صفحہ کا الہام اخرج منہ الیزیدیون سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے بلکہ یہ دمشق میں پیش آنے والی کسی مصیبت پر دلالت

کرتا ہے ۔چنانچہ ہمارے ایک قابل قدر مبلغ مولانا جلال الدین شمسؔ کو دمشق میں وہاں کے علماء کی سازش کی وجہ سے شدید زخمی کردیا گیا اور معجزانہ طور پر ان کی جان بچی ۔

(۴) فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں :۔

"حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اپنی جماعت کے لیے اور پھر قادیان کے لیے دعا کر رہا تھا کہ یہ الہام ہُوا " زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں" تذکرہ ص۵۱۲ فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا یعنی ان کو اس گمراہی کی وجہ سے پیس ڈالا جائے گا ۔سو جس طرح قادیان سے اس محمودی جماعت کو اکھاڑ پھینکا گیا ہے وہ اب تاریخ کا حصّہ ہے ۔" (فتح حق ص۴۸)

الجواب : ہمارے نزدیک پہلا الہام احمدیوں کے لاہوری فریق سے متعلق ہے کیونکہ اسلامی زندگی کا فیشن قیامِ خلافت سے وابستہ ہے پس جن لوگوں نے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو چھ سال تک خلیفۃ المسیح تسلیم کرکے خلافت ثانیہ کا انکار کیا وہی زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں ۔

" فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا " کا الہام فاروقی صاحب نے جماعت احمدیہ کی قادیان سے ہجرت پر چسپاں کیا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس دعا کا تعلق ان لوگوں سے بتایا ہے جو ماموروں کی راہ میں روک ہوتے ہیں ۔چنانچہ حضور نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے ۔

"ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں ۔ان کو ہٹا دیا کرتا ہے ۔

یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں ان کو دیکھ کر
خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بڑھتا ہے" (تذکرہ صـ۵۱۳)

پس اس الہام کا جماعت کی ہجرت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ مسیح موعودؑ کی راہ میں روک ہونے والے منکرین سے متعلق ہے۔ ماسوا اس کے مومنوں کی جماعت کے لئے ہجرت کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ ہجرت تو انبیاء اور ان کی جماعتوں کو کرنی پڑتی ہے اور مہاجرین کے لیے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرَاغَمًا کَثِیْرًا وَّ سَعَةً (سورۃ نساءع) کہ جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے وہ بہت فراخی اور وسعت پائیگا۔ چنانچہ یہ ہجرت جماعت احمدیہ کے لیے نہایت بابرکت ثابت ہوئی ہے اور پاکستان میں ان کا ایک مضبوط مرکز دار الہجرت ربوہ میں قائم ہوگیا ہے۔ جہاں سے مبلّغین تیار کر کے تبلیغ اسلام کے لیے تمام دنیا میں بھیجے جا رہے ہیں اور اس طرح اسلام اکناف عالم میں پھیلایا جا رہا ہے۔ پھر قادیان میں بھی خدا کے فضل سے ہمارا مرکز قائم ہے جس کے ذریعہ سارے ہندوستان میں تبلیغ ہو رہی ہے اور اسی ہجرت سے "وہ تین کو چار کرے گا" کی پُر اسرار پیشگوئی کا پورا ہونا ایک اور رنگ میں بھی ظاہر ہوگیا ہے۔ اسلام کا پہلا مرکز مکہ تھا، دوسرا مدینہ منورہ اور تیسرا قادیان اور اب چوتھا مرکز المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے ہاتھوں ربوہ میں بنایا گیا ہے۔

پس آپ نے تین اسلامی مرکزوں کو چار بنا دیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یہ ہجرت ضروری تھی کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا تھا:۔
"داغِ ہجرت" تذکرہ صـ۷۶۸

فاروقی صاحب کے والد ماجد ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے کسی وقت لکھا تھا:-

"آج میاں محمود صاحب کی گدی کے زمانہ میں جو کچھ ترقی اس فریق کو ہے وہ محض اس وجہ سے ہے کہ بنا بنایا کام بنی بنائی جماعت، بنی بنائی قومی جائیدادیں، سکول بورڈنگ روپیہ، خزانہ سبھی کچھ مل گیا۔ (اس وقت خزانے میں صرف چند آنے تھے۔ ناقل) قادیان کا مرکز اور مسیح موعود کا بیٹا ہونا کام بنا گیا۔ قادیان کی گدی نہ ہوتی، مسیح موعود کا بیٹا نہ ہوتے اور کہیں باہر جا کر میاں محمود صاحب اپنے عقیدہ تکفیر و نبوت کو پھیلا کر دکھاتے اور پھر نئے سرے سے جماعت بنتی اور ترقی ہوتی تو کچھ بات ہوتی۔ (پیغام صلح ۱۵ دسمبر ۱۹۳۴ء)

فاروقی صاحب آپ دیکھیں کہ ربوہ میں قادیان کی طرح مضبوط مرکز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی توجہ سے بن گیا ہے یا نہیں۔ اگر اب بھی آپ لوگوں کو خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی کامیابی نظر نہ آئے تو ہم بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

فاروقی صاحب کی یہ بات بالکل دروغ بے فروغ ہے کہ میاں محمود احمد نے وہاں (قادیان ناقل) سے برقع پہن کر عورت کا بھیس بدل کر جان بچائی۔ (فتح حق صفحہ ۴۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔

ایک خواب اس کے بعد فاروقی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خواب بیان کیا ہے جس میں یہ ذکر بھی ہے۔

> "اتنے میں میاں محمود احمد کو دیکھا اس کے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوگیا۔ پہلے اس جگہ کھڑا ہُوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں پھر اس چوبارہ کی طرف آگے بڑھا جہاں بیٹھ کر میں کام کرتا تھا گویا اس کے اندر جا کر تلاشی کرنا چاہتا ہے۔ (تذکرہ صـ۵۹۷ فتح حق صـ۴۸)

افسوس ہے کہ اس خواب کا اگلا حصّہ فاروقی صاحب نے نقل نہیں کیا۔ اور اس کی تشریح کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے عمداً چھوڑ دیا ہے خواب کا بعد کا حِصّہ یوں درج ہے :-

> "اس وقت میں نے دیکھا کہ میرزا صرنواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے اس نے بطور اشارہ مجھے کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگریز تلاشی کرے گا اور میرے دل میں گذرا کہ اس میں صرف دو کاغذات پڑے ہیں جو تالیف کتاب کا مسوّدہ ہیں وہی دیکھے گا اتنے میں آنکھ کھل گئی"
>
> (تذکرہ صـ۵۹۷ و صـ۵۹۸)

اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یہ نوٹ دیتے ہیں :-

"اس خواب میں محمود کا دیکھنا اور پھر میر ناصر نواب کا دیکھنا نیک انجام پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ محمود کا لفظ خاتمہ محمود کی طرف اشارہ ہے یعنی اس ابتلاء کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ اور ناصر نصرت سے ابتلاء سے رہائی دے گا۔ آخر یہ ابتلاء نشان کی صورت میں ہو جائے گا۔" (تذکرہ صفحہ ۵۹۸)

فاروقی صاحب نے اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور رؤیا اس طرح درج کیا ہے :-

"میں نے خواب میں دیکھا کہ قادیان کی طرف آتا ہوں اور نہایت اندھیرا ہے اور مشکل راہ ہے اور میں رجماً بالغیب قدم مارتا جاتا ہوں۔ ایک غیبی ہاتھ مجھ کو مدد دیتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں قادیان پہنچ گیا۔ جو مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے وہ مجھے نظر آئی۔ پھر میں سیدھی گلی میں جو کشمیریوں کی طرف سے آتی ہے چلا اس وقت میں نے اپنے تئیں سخت گھبراہٹ کے عالم میں پایا کہ گویا اس گھبراہٹ سے بے ہوش ہوتا جاتا ہوں۔ اور اس وقت بار بار ان الفاظ سے دعا کرتا ہوں۔ ربِّ تجلّٰ ربِّ تجلّٰ اے میرے رب اب تجلّی فرما اے میرے رب اب تجلّی فرما (یعنی روشنی کر دے) اور ایک دیوانے کے ہاتھ میں میرا ہاتھ

ہے۔ وہ بھی ربّ تجلّی کہتا ہے۔ اور بڑے زور سے
میں دعا کرتا ہوں اور اس سے پہلے مجھے یاد ہے کہ میں
نے اپنے لیے اپنی بیوی کے لیے اور اپنے لڑکے محمود
کے لیے بہت دعا کی۔"

(تذکرہ ایڈیشن دوم ص۸۳۳ ، ص۸۳۴)

یہ دونوں خواب درج کرنے کے بعد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اب ظاہر ہے کہ ان منذر الہاموں اور خوابوں کی وجہ سے
حضرت مرزا صاحب خدا کے حضور سربسجود چلاتے ہونگے
کہ اللہ تعالیٰ ان تلخ تقدیروں کو ٹال دے اور رو برحمت
ہو۔" (فتح حق ص۴۷)

اس کے بعد فاروقی صاحب حضرت اقدس کی تین دعائیں "چنانچہ آپ کی فریاد سنو" کہہ کر نقل کرتے ہیں:۔

الف۔ ایلی ایلی لما سَبَقْتَنِیْ ۔ تذکرہ ص۵۹۰
ب۔ ربّ انّی مغلوب فانتصر تذکرہ ص۶۵۵
ج۔ اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ تذکرہ ص۶۵۵

فاروقی صاحب کا شرارت آمیز نوٹ

اور پھر ان پر فاروقی صاحب یہ شرارت آمیز نوٹ لکھتے ہیں کہ:۔

"اس گریہ زاری پر اتنا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تسلّی دی
کہ اگرچہ جماعت احمدیہ حضرت کے بیٹوں کے ہاتھوں
خراب ہوگی مگر بالآخر اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا
کریگا کہ ان کی اصلاح ہو سکے چنانچہ اس پر الہامات

ہوئے۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۔ یُصْلِحُ اللّٰہُ
جَمَاعَتِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ ۔ اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ
واذ کففت عن بنی اسراءیل ۔یعنی میرے ساتھ
میرا ربّ ہے جو میری ہدایت کرے گا میری جماعت
کی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ اصلاح کر دیگا اور ہم اس
جماعت کو تیری طرف لوٹائیں گے جس طرح کہ (فرعون
کے شرّ سے) بنی اسرائیل کو بچالیا: تذکرہ ص۹ ص۷۶۴ ص۲۸۳
(فتح حق ص۴۹)

نوٹ کی تردید واضح رہے کہ آخری الہامات تین الگ الگ ٹکڑے ہیں۔ جن کو فاروقی صاحب نے تذکرہ کے مختلف مقامات سے لیکر جوڑا ہے اور ان کا ترجمہ بھی اپنی عادت کے مطابق جوڑ توڑ کر کے غلط کیا ہے۔ان الہامات میں ہرگز اس بات کا ذکر نہیں کہ احمدیت حضرت اقدس کے کسی بیٹے کے ہاتھوں خراب ہوگی جس پر خدا تعالیٰ نے ان الہامات کے ذریعہ تسلّی دی۔پس بیٹے کے ہاتھوں جماعت کا خراب ہونا قرار دینا فاروقی صاحب کی اپنی قلبی حالت کا آئینہ ہے۔الہام انّا رادّوھا الیک کا تعلق ہرگز جماعت سے نہیں بلکہ یہ الہام محمدی بیگم صاحبہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ تذکرہ کے ص۲۸۳ سے ظاہر ہے۔ تذکرہ صفحہ ۶۴۷ پر صرف یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ تعالیٰ کا الہام درج ہے اس میں آپ کی جماعت کے بذریعہ مصلح موعود اصلاح پانے کا اشارہ ہے یہ نہیں کہ مصلح موعود کوئی ایسا مامور ہے جو سولھویں صدی کا مجدّد ہوگا اور ایک نئی جماعت بنائے گا۔بلکہ مصلح موعود سے متعلقہ الہامات بتاتے ہیں کہ وہ جلد آئے گا اور اس کے ذریعہ سے آپ کی جماعت ہر طرح سے ترقی

کرے گی جیسا کہ ہم مصلح موعود کی پیشگوئی میں مفصّل بیان کر چکے ہیں۔

فاروقی صاحب کی ایک الہام کی غلط تشریح

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر حضرت اقدس کا یہ الہام درج کیا ہے :۔

"ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادتگاہ میں ان کے چولھے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔
(ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۷۶)

اِس پر فاروقی صاحب نے یہ نوٹ دیا ہے :۔

"حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حدیث لا نبی بعدی جو مختلف پیرایوں میں تقریباً چالیس مرتبہ حدیث میں آتی ہے اس کے خلاف خلیفہ صاحب س حدیث کو کترتے ہوئے مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔" (فتح حق صفحہ ۵)

حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تشریح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح میں لکھتے ہیں :۔

"ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی سی پیالیاں ہیں جن کو ہندوستان میں سکوریاں کہتے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں۔ جو دنیا سے بھرے ہوئے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷)

خدا تعصّب کا بُرا کرے کہ جو الہام حضرت اقدس کے مخالف مولویوں

کے متعلق تھا، فاروقی صاحب حسبِ عادت اُسے اپنی جبلت کے تقاضے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصریحات کو نظرانداز کرکے اُسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کررہے ہیں۔ پھر حدیث لانبی بعدی کی موجودگی میں تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تئیں نبی قرار دیا ہے اور اپنی ظلّی نبوت کو اس حدیث کے خلاف قرار نہیں دیا۔ آپ نے صرف مستقلہ نبوت کو اس حدیث کی رو سے ممتنع قرار دیا ہے ملاحظہ ہو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ جس کے شروع صفحات میں یہ حدیث زیر بحث ہے۔

بالآخر عرض ہے کہ فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر سنگین الزامات لگا کر آپ کو بجائے مصلح کے معاذ اللہ مفسد قرار دے کر ایک رنگ میں دشمن اسلام لیکھرام کی نمائندگی کی ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف یہ لکھا تھا کہ آپ کے ہاں کوئی مصلح پیدا نہیں ہوگا اور اگر پیدا بھی ہوا تو وہ مصلح موعود کے صفات کے برعکس صفات رکھتا ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محمود بہشت میں اس باب کو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض رؤیاء پر ختم کرتے ہیں جو اہل صفوت لوگوں کے لیے حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے نیک انجام کی بشارت پر مشتمل ہیں گو اُن میں انذار کا پہلو بھی ہے:۔

حضور تحریر فرماتے ہیں:

"آج بوقت قریب دو بجے رات کے میں نے خواب میں دیکھا کہ میری بیوی آشفتہ حال کسی طرف گئی ہوئی ہے میں نے ان کو بلایا اور کہا چلو تمہیں وہ درخت دکھا آؤں پس میں باہر کی طرف لے گیا جب درخت کے قریب پہنچے،

جہاں قریب ایک باغ بھی تھا تو میں نے اپنی بیوی سے
پوچھا کہ محمود کہاں ہے؟ اس نے کہا بہشت میں۔ پھر
کہا قبر کے بہشت میں۔" (تذکرہ صفحہ ۸۳۲)

اس الہام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیک انجام کی طرف اشارہ ہے اور چونکہ آپ وفات پا کر ربوہ کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے اس لیے ربوہ کے اس مقبرہ کے "بہشتی مقبرہ" ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔"

حضرت محمود کے متعلق ایک اور رویاء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے خواب میں دیکھا کہ اوّل گویا محمود کے کپڑوں کو
آگ لگ گئی ہے میں نے بجھا دی ہے۔ پھر ایک اور
شخص کے آگ لگ گئی۔ اس کو بھی میں نے بجھا دیا ہے
پھر میرے کپڑوں کو آگ لگا دی گئی ہے اور میں نے اپنے
اوپر پانی ڈال لیا ہے اور آگ بجھ گئی ہے۔ گویا آگیں
سب بجھ گئی ہیں مگر کچھ سیاہ داغ سا بازو پر نمودار
ہے اور خیر ہے وافوّض امری الی اللّٰہ"

(تذکرہ صفحہ ۲۶۹ صفحہ ۲۷۰)

اس سے مراد فتنہ کی آگ ہے جو حضرت محمود ایدہ اللہ الودود اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلاف بھڑکائی گئی اور خدا تعالیٰ نے اسے اپنے فضل و رحمت کے پانی سے سرد کر دیا۔

ایک اور خواب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے ابھی وہ پیدا نہیں

ہُوا تھا، جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی
گئی اور مَیں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا
کہ محمود تب مَیں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے
لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی
تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔"

(تریاق القلوب صہ ۴۵ تذکرہ صہ ۱۷۰)

مسجد سے مراد جماعت ہے اور مسجد پر محمود نام لکھا ہُوا دکھایا جانا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے جماعت کا امام ہونے کی طرف کشفی اشارہ ہے۔

باب ششم

خلافت اور انجمن

فاروقی صاحب نے مصلح موعود کی پیشگوئی کے ضمن میں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیّت" کے عنوان کے تحت اپنی کتاب فتح حق صہ ۳۳ پر یہ لکھا ہے :۔

"آپ نے (یعنی حضرت مسیح موعود نے ناقل) ایک صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اس انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ (یعنی خود مرزا صاحب) کی جانشین قرار دیا، بلکہ ایک موقع پر یہ تحریر لکھ کر دی کہ میری رائے تو یہ ہے کہ جس پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کریگی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری

زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا
اجتہاد کافی ہوگا۔"

(مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ، ۲۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء)

فتح حق ص۳۳

الجواب: بے شک انجمن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جانشینی میں اُس سے متعلقہ بعض ذمہ داریاں اپنی زندگی میں ہی سپرد کر دی تھیں تاکہ تقسیم عمل کی وجہ سے آپ پر کام کا زیادہ بوجھ نہ رہے اور مذکورہ تحریر حضور نے انجمن کے لیے اس لیے لکھ کر دی تھی کہ تا انجمن کے ماتحت کام کرنے والے لوگ انجمن کے احکام کی پابندی کریں اور سرتابی نہ کریں۔ اور اپنے بعد آپ نے انجمن کو سپرد کردہ امور سے متعلق ہی انجمن کے اجتہاد کو کافی قرار دیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر رسالہ الوصیت اور ۲۷؍اکتوبر کی اس تحریر پر کس طرح عمل کرتی ہے۔

فاروقی صاحب کی خلافت کے متعلق غلط بیانی

فاروقی صاحب تو لکھتے ہیں:۔
"واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کی جملہ تحریرات اور الہامات میں کہیں بھی اپنے بعد خلافت کے قیام کا تذکرہ نہیں۔"

(فتح حق ص۳۴)

الجواب: اگر یہ بات فاروقی صاحب کی درست ہوتی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ اور جماعت احمدیہ کیوں حضرت اقدس کے بعد حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح اور جماعت کا واجب الاطاعت امام تسلیم کرتی۔

فاروقی صاحب تو آج یہ کہتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کی جملہ تحریرات اور الہامات میں کہیں بھی اپنے بعد خلافت کے قیام کا تذکرہ نہیں" حالانکہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے حضرت اقدس کی وفات پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "وصیّت" کے مطابق ساری جماعت کو ایک شخص کے ہاتھ پر اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین اور اپنے لیے واجب الاطاعت امام سمجھتے ہوئے بیعت کر لینی چاہیئے۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے یہ بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے ہاتھ پر خود بھی کی اور جماعت سے بھی کرائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو واجب الاطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیا بلکہ ان لوگوں نے یہ اعتراف بھی کیا کہ آپ کا حکم ہمارے لیے ایسا ہی ہوگا جیسا خود حضرت مسیح موعود کا حکم۔ پس صدر انجمن اور ساری جماعت کا ایک خلیفہ کے ہاتھ پر جمع ہو جانا اس بات کا عملی اقرار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی وصیت یا تحریر کو پس پشت نہیں ڈالا گیا، بلکہ انھیں ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ، واجب الاطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیا گیا ہے۔

پس جب صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ساری جماعت کا آپ کی خلافت پر اجماع ہو گیا اور صدر انجمن احمدیہ نے بھی اپنے اجتہاد سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کو واجب الاطاعت مان لیا تو ۲۷ اکتوبر کی تحریر پر بھی عمل ہو گیا۔ کیونکہ صدر انجمن نے اپنے اجتہاد سے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح اور واجب الاطاعت امام تسلیم کر لیا۔ حدیث نبوی میں آیا ہے:۔

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ

کہ میری امت ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی۔

پس جماعت احمدیہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر پہلا اجماع خلافت پر ہُوا ہے اس لیے اسی سنت کے مطابق دوسرے خلیفہ کے تقرر کے وقت یہ سوال اُٹھانا ہرگز جائز نہ تھا کہ مسیح موعودؑ کی جانشین صرف صدر انجمن احمدیہ ہے اور کوئی شخصِ واحد اس کے ساتھ بطور خلیفہ جماعت میں برسرِ اقتدار نہیں ہونا چاہئیے کیونکہ خلافتِ اولیٰ کا قیام نہ صدر انجمن احمدیہ کی جانشینی کے خلاف سمجھا گیا تھا اور نہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۵ئہ کی تحریر کے خلاف۔

پس جب صدر انجمن احمدیہ بلکہ ساری جماعت چھ سال تک حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خلافت پر جمع رہی تو اب جماعت کو مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کا کسی اور راہ پر ڈالنا اور صرف انجمن کو ہی جانشین قرار دینا کسی طرح درست نہ تھا۔ صدر انجمن احمدیہ تو مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی آپ کی جانشین تھی۔ پھر خلیفہ اوّل رضؓ کے زمانہ میں اُن کے واسطہ سے آپ کی جانشین رہی اور اس کے بعد خلافتِ ثانیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن کاموں میں جانشین رہی جو کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجمن کے سپرد کر رکھے تھے۔ خود صدر انجمن احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اجتہاد کر چکی تھی کہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ واجب الاطاعت ہونا چاہیئے اور ساری جماعت احمدیہ کا بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی خلافت پر اجماع ہو گیا۔ بلکہ پرانے احمدیوں کے لیے بھی صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے خلیفۃ المسیح کی بیعت ضروری قرار دی۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے ممبر خود بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت کر کے آپ کے تابع فرمان ہو گئے۔ لہٰذا خلافتِ ثانیہ کے موقعہ پر پہلی خلافت سے مختلف قسم کی کوئی خلافت یا امارت جماعت میں قائم نہیں ہو سکتی تھی۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ "الوصیّت" میں صاف تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ وہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے۔ ترجمہ ماخوذ از حاشیہ) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجّت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھوں سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر کہ جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جن کے ذریعہ

سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

(۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بیوقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے (نہ کسی انجمن کو نا قل) دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے تھام لیا اور

اس وعدہ کو پورا کردیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔" (الوصیت صفحہ ۵-۶)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا وہ مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمھارے پاس بیان کی (یعنی اپنی وفات قریب ہونے کے متعلق الہامات۔ ناقل) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمھارے لیے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمھارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی (نہ کہ انجمن جو پہلے ہی موجود تھی۔ ناقل) جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمھارے لیے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گی۔"

(الوصیت صفحہ ۷ مطبوعہ بہشتی مقبرہ۔)

اِس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رض کی مثال دیکر اور خلافت کے متعلق وعدہ والی آیت کا ذکر فرما کر جماعت کو تسلّی دی ہے کہ خدا تعالےٰ جماعت احمدیہ میں اپنی سنتِ قدیمہ کے مطابق آپ کی وفات کے بعد دوسری قدرت جماعت کے لیے بھیجدیگا۔ یہ دوسری قدرت جماعت میں قدرتِ ثانیہ کے نام سے بھی معروف ہے اور یہ خلافت ہی ہوسکتی ہے نہ کہ انجمن، کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں وہ دوسری قدرت آنہیں سکتی۔ جب تک میں نہ جاؤں۔ پس اس دوسری قدرت سے انجمن مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ انجمن تو آپ کی زندگی میں ہی آپ کے ساتھ موجود تھی۔

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے روح القدس پاکر کھڑا ہونے والا موعود بھی قدرت ثانیہ ہے مگر وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ ہی ہے پس دوسری قدرت کے پہلے مظہر اوّل حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔

> "حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی وفات کے بعد تمام
> جماعت احمدیہ کا مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کو خلیفۃ المسیح
> مان لینا حقیقت میں حضرت صاحب کے حکم "سب میرے
> بعد مل کر کام کرو" پر عمل کرنے کے مترادف تھا۔"
>
> فتح حق ص۳۵

فاروقی صاحب پر حجتِ نامہ — گویا حضرت اقدسؑ کے حکم "سب میرے بعد مل کر کام کرو" سے فاروقی صاحب نے تسلیم کرلیا ہے کہ اس حکم کا

اشارہ خلافت کی طرف ہی تھا تبھی تو اس حکم کے ماتحت حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ واجب الاطاعت خلیفۃ المسیح تسلیم کیے گئے ورنہ مل کر کام تو انجمن بھی کر سکتی تھی۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ اور جماعت احمدیہ نے بقول فاروقی صاحب اس فقرہ سے اجتہاداً انجمن کی جانشینی نہیں سمجھی بلکہ خلیفہ کی جانشینی سمجھی ہے پس یہ لکھ کر فاروقی صاحب نے اپنے خلاف خود حجت قائم کر دی ہے کہ جماعت احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر نظام خلافت جاری ہوا اور یہ کہ خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی خلافت برحق خلافت تھی اور رسالہ "الوصیّت" کے مطابق تھی۔ اور انجمن نے ان کی خلافت کو قبول کر لیا تھا۔ اور ایک خلیفہ کا جماعت میں منفرد ہونا منشاء الوصیّت کے خلاف نہ تھا۔

فاروقی صاحب کی ایک غلط بیانی

فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں:۔

"اسلامی نقطۂ نگاہ سے حضرت مسیح موعود مجدّد صدی چہاردہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ دیگر نبی کی حیثیت میں بموجب الوصیّت قدرت اولیٰ ہو کر۔ ناقل) اگرچہ مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کہلائے اور اکثر احمدیوں نے (نہیں بلکہ سارے احمدیوں نے سوائے ایک کے۔ ناقل) اُن کی بیعت بھی کی (جن میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی شامل تھے: ناقل) مگر جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی ان کے لیے دوبارہ بیعت کرنا ضروری نہ تھا۔" (فتح حق ص۳۵)

یہ آخری فقرہ جس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے صریحاً غلط ہے کیونکہ حضرت

خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت فیصلہ یہی ہُوا تھا کہ نئے اور پُرانے سارے احمدی آپ کی بیعت کریں۔ پس آپ کی بیعت سارے احمدیوں کے لیے ضروری قرار دی گئی تھی۔ اور اس پر قوم کا اجماع ہو گیا تھا۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سیکرٹری انجمن احمدیہ نے جون ۱۹۰۸ء کے اخبار "بدر" میں" اطلاع از جانب صدر انجمن" کے عنوان کے تحت پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی نعش کو لاہور سے قادیان لائے جانے کا ذکر کرنے کے بعد یہ اعلان کرتے ہیں:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ الوصیّت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعودؑ باجازت حضرت ام المومنینؓ کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے:۔

مولانا حضرت سید محمد احسن صاحب، صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خان صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ خلیفہ رشید الدین صاحب و خاکسار خواجہ

کمال الدین)

موت اگرچہ بالکل اچانک تھی۔ اور اطلاع دینے کا بہت ہی کم وقت ملا تاہم انبالہ، جالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، جموں، گجرات، بٹالہ، گورداسپور مقامات سے معزز اصحاب آگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ ایک کثیر جماعت نے قادیان اور لاہور میں پڑھا۔ حضرت قبلہ حکیم الامت سلمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے احباب اور دیگر کل حاضرین قادیان نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کل سلسلۂ ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذاتِ خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔"

خواجہ کمال الدین پلیڈر سیکرٹری انجمن احمدیہ

یہی مضمون اخبار "الحکم" کے غیر معمولی پرچہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا ہے۔ بیعت کے الفاظ یہ تجویز کیے گئے "تین دفعہ کلمہ شہادت کے بعد یہ اقرار

"آج میں نورالدین کے ہاتھ پر تمام اُن شرائط کے ساتھ بیعت کرتا ہوں، جن شرائط سے مسیح موعود اور مہدی معہود بیعت لیا کرتے تھے۔ نیز اقرار کرتا ہوں کہ خصوصیت سے قرآن و احادیثِ صحیحہ کے پڑھنے، سُننے اور اُس

پر عمل کرنے کی کوشش کرونگا اور اشاعت الاسلام میں
جان و مال سے بقدر وسعت وطاقت کمربستہ رہوں گا۔
اور انتظام زکوٰۃ بہت احتیاط سے کرونگا اور باہمی
اخوان میں رشتہ محبّت کے رکھنے میں اور قائم کرنے میں
سعی کرونگا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ
اَتُوْبُ اِلَیْہِ (تین بار) رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ
وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ
لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ ترجمہ: اے میرے
ربّ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور میں اپنے گناہوں کا
اقرار کرتا ہوں۔ میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے
والا نہیں۔ آمین!

درخواست بخدمت مولوی نورالدین صاحب | مفتی محمد صادق صاحب

ایڈیٹر اخبار ”بدر“ لکھتے ہیں:۔

”جب حضرت بیوی صاحبہ حضرت ام المومنین سے دریافت
کیا گیا، تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مولوی صاحب موصوف
سے بڑھ کر کون اس قابل ہوسکتا ہے کہ حضرت اقدس
کا جانشین ہو۔ حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب
نے بھی اس پر اتفاق کیا۔ چنانچہ جب جنازہ باغ میں رکھا
ہوا تھا اور سب دوست بھی جمع تھے تو اس وقت احباب
کے اتفاق سے عاجز راقم (محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر
بدر) نے کھڑے ہو کر مفصلہ ذیل تحریر پڑھی جو حضرت

مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست کے تھی،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النّبییّن محمد المصطفیٰ وعلے المسیح الموعود خاتم الاولیاء امّا بعد

مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیّت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں عالم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار دے چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر سے

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے

ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔"

(اخبار بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱ کالم ۱ تا ۲)

اس درخواست کے نیچے معتمدینِ صدر انجمن احمدیہ اور کئی دوسرے احباب کے نام درج ہیں جن میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے نام بھی شامل ہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے اعلان اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی اس درخواست سے ظاہر ہے کہ اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے تمام حاضر ممبران نے پُرانے احمدیوں کے لیے بھی بیعت اسی طرح ضروری قرار دی جس طرح نئے احمدیوں کے لیے ضروری سمجھی۔

لہذا فاروقی صاحب کا یہ کہنا۔کہ

"جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی
ان کے لیے دوبارہ بیعت کرنا ضروری نہ تھا"

سراسر ایک باطل بات ہے۔ لہذا جب خلافتِ اولیٰ جماعت احمدیہ میں قائم ہو چکی اور ساری جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رض کی بیعت کر لی، تو خلافت ثانیہ کے موقع پر بھی اسی طرح کی خلافت قائم ہونی چاہیئے تھی۔ اور جن لوگوں نے جماعت احمدیہ میں سے خلیفۃ المسیح الثانی رض کی بیعت نہ کی اور لاہور جا کر ایک نئی انجمن کی بنیاد رکھی اُن کو انکارِ خلافت اور نئی انجمن بنانے کا کوئی حق نہ تھا اور یہ نئی انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین قرار نہیں دی جا سکتی تھی۔ کیونکہ حضور کی خود قائم کردہ انجمن سلسلہ کے مرکز قادیان میں موجود تھی۔

فاروقی صاحب کی ایک اور غلطی | فاروقی صاحب نے الہام

"برسرِ سہ صد شمار ایں کار را"

کو از خود مصلح موعود کے متعلق قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ تذکرہ طبع دوم صفحہ ۷۶۴ اور صفحہ ۸۳۳ پر اس الہام کے مصلح موعود سے متعلق ہونے کے بارے میں کوئی نوٹ

درج نہیں ہے۔ مصلح موعود کو خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود کے ہاں پیشگوئی ۱۸۸۶ء کے بعد بموجب وعدۂ الٰہی نو سال کے اندر پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ سو وہ پیدا ہو گیا۔ یہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب تھے جو حضرت مسیح موعود کے دوسرے خلیفہ اور جانشین قرار پائے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

بے شک قدرت ثانیہ مصلح موعود بھی ہے۔ جس کا صاحبِ الہام ہونا بھی ضروری تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسے نہ مامور من اللہ قرار دیا ہے اور نہ مامور من اللہ سمجھا ہے۔ اگر آپ اُسے مامور من اللہ سمجھتے۔ تو پھر اسے اپنی موجودہ اولاد میں سے ہونے والا مردِ خدا مسیح صفت قرار نہ دیتے دیکھو تریاق القلوب ص۴۲ بلکہ یہ فرماتے کہ وہ چوتھی صدی میں آئیگا۔ کیونکہ تین صدیاں تو میرا زمانہ ماموریت ہے۔ پس الہام" بر سر سہ صد شمار ایں کار را" سے صرف یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ماموریت کا زمانہ تین سو سال ہے نہ کہ مصلح موعود کے ظہور کا وقت جس کے لیے بموجب وعدہ الٰہی نو سال کے اندر پیدا ہونا ضروری تھا۔

خلافتِ اولیٰ کے خلاف بعض لوگوں کی ریشہ دوانیاں قدرت ثانیہ سے مراد حضرت خلیفہ المسیح الاوّل رضؓ کے نزدیک بھی خلافتِ احمدیہ ہی ہے۔ چنانچہ آپ کی خلافت کے عہد میں آپ کی خلافت کے خلاف" اظہار الحق" نامی دو ٹریکٹ ایک گمنام شخص کی طرف سے لاہور سے شائع ہوئے اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد اخبار پیغام صلح لاہور میں بابو منظور الٰہی اور سیّد انعام اللہ منیجر پیغام صلح نے ان ٹریکٹوں کے مضامین سے اپنا اتفاق ظاہر کیا۔ اور" انصار اللہ" کے نام ایک کھلی چٹھی شائع کر کے ان کو موردِ الزام

قرار دیا۔ تو اس پر" انصار اللہ" کی طرف سے جواب میں"خلافت احمدیہ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا گیا۔ یہ رسالہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ئہ کو شائع ہوا۔ اس کے ضمیمہ میں درج ہے :۔

" اگر ہم سیّدنا ومولانا حضرت خلیفۃ المسیح علیہما السلام کی اس مہربانی کا شکریہ نہ ادا کریں، تو یہ بڑی ناقابل تلافی فروگذاشت ہوگی، جو کہ حضور نے رسالہ خلافت احمدیہ کے طول وطویل مسوّدہ کو اس ضعف پیری اور ازدحام مشاغل کے باوجود ایک ہی مجلس میں سارے کو شرف ملاحظہ عطا فرما کر اور اشاعت کی اجازت اور دعدہ دعا فرما کر اظہار فرمائی " (ضمیمہ خلافت احمدیہ صہ۲)

اخبار پیغام صلح کا" اظہار الحق" کی تائید میں مضمون شائع کردینا ایک ایسا معقول فعل تھا کہ یہ خلیفہ وقت کو"پیغام جنگ دینے کے مترادف تھا۔

" اظہار الحق" کے ٹریکٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ" الوصیت" میں" قدرت ثانیہ کا جو وعدہ ہے اس سے خلیفہ مراد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خلیفہ تو آدمی ہوگا اور حضرت صاحب نے تو لکھا ہے کہ" قدرت ثانیہ تو ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گی" اس سوال کے جواب میں رسالہ" خلافت احمدیہ" میں ایک جواب یہ بھی دیا گیا تھا کہ قدرت ثانیہ کی پیشگوئی سے بھی خلفا کا سلسلہ مراد ہے اور باوجود تمھارے دھوکہ دینے کے تم اس کے اور کوئی معنے نہیں کرسکے۔ کیونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرما دیا ہے کہ قدرت ثانیہ کے معنی خلیفہ کے ہیں۔ اس کے ثبوت میں الوصیت کی وہ عبارت پیش کی گئی ہے جس میں دو قدرتوں کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے اور جس میں دوسری قدرت کا مظہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے۔

پس ہم فاروقی صاحب کو بھی وہی جواب دیتے ہیں جو جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے " اظہار الحق " لکھنے والے کو دلوایا تھا ۔ معترض نے قدرت ثانیہ کے دائمی ہونے کی وجہ سے انکارِ خلافت کیا تھا ۔ اس کے جواب میں خلافت احمدیہ کے ص۱۷ پر لکھا گیا ۔

" خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے ۔"

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد جمہوری طاقت نہیں بلکہ بعض افراد کی طاقت ہے اور اُن کی نسبت آپ نے خود لکھ دیا ہے کہ وہ خلفاء ہونگے ۔" ص۱۷

اظہار الحق ۲ کے جواب میں جس میں بیس اعتراضات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی خلافت کے خلاف درج تھے ۔ انصار اللہ نے رسالہ " اظہارِ حقیقت " لکھا : یہ وہ ریشہ دوانیاں ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں خلافت کے مخالفین نے شروع کر دی تھیں ۔"

اس وقت تو مولوی محمد علی صاحب نے بھی پیغام صلح لاہور کے اس مضمون کو ناپسند کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس تحریر میں خلیفۃ المسیح کی شان میں نہایت نامناسب اور بے ادبی کے الفاظ تھے ۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

" میں صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے اپنے پانچ سالہ تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جن امور میں آپ (خلیفۃ المسیح اوّل) حکم دیتے ۔ تو کوئی انکار کرنے والا نہ تھا ۔ آپ نے ہمیشہ معاملات کو مشورہ احباب کے سپرد کیا ۔"

پس مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پوزیشن یہ تھی کہ جماعت میں آپ کے حکم کا کوئی انکار نہ کرسکتا تھا (دیکھئے ضمیمہ خلافت احمدیہ صـ۱۲)۔ اظہار الحق ٹریکٹ لکھنے والے نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے متعلق لکھا تھا :-

"جناب مولوی نورالدین صاحب کی میرے دل میں عزّت ہے، مگر افسوس ہے کہ ایسا موحّد شخص اپنے امام کے کھلے کھلے منشاء کے خلاف ایک ہونہار قوم میں پیر پرستی کا بیج بونا چاہتا ہے"

{ ملاحظہ ہو ٹریکٹ "بعض خاص کارنامے" مرتب کردہ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل مرحوم }

جس میں "اظہار الحق" نامی اشتہار درج ہے جس سے ہم نے یہ فقرات لیے ہیں۔ یہی اعتراض پیر پرستی کا خلافت ثانیہ کے وقت غیر مبائعین دہراتے رہے ہیں۔ "اظہار الحق" ٹریکٹ ۲ میں یہ معترض لکھتا ہے۔

"صدر انجمن کے بزرگ اراکین کی غفلت سے ساری قوم صرف جناب مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اور بانیٔ سلسلہ کی وفات کے اضطراب میں "الوصیت" کو پس پشت ڈال دیا گیا"

پھر یہی گندہ دہن ٹریکٹ نویس جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مولوی نورالدین صاحب کی اس کے دل میں عزت ہے۔ نہایت گستاخانہ طریق سے لکھتا ہے :-

"ایک ایسا شخص جو عالمِ قرآن و حدیث ہے اور تجربہ کار بھی ہے کس شرعی بناء پر آپے سے باہر ہو گیا۔ نہ مجرم

کو جرم کا پتہ ۔ نہ اُس پر فرد جرم لگائی گئی ۔سکھا شاہی
حکومت کی طرح ایڈیٹر اور دوسرے متعلقین پیغام صلح
کو زبانی اور بذریعہ الفضل ، ذلیل و خوار کرنا شروع کر دیا
کیا یہی انصاف اسلام سکھاتا ہے ۔جس پر احمدی قوم
کو چلانا مقصود ہے ۔"

پھر یہ لکھتا ہے :۔

" صرف پانچ سال کی پیر پرستی نے ہماری قوم سے اخلاقی
جرأت چھین لی ہے ۔"

ان دونوں ٹریکٹوں کے تمام وساوس کا جواب حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل علیہ الرحمۃ نے رسالہ " بعض خاص کارنامے " میں دیا ہے ۔مگر افسوس کہ خلافت ثانیہ کے قیام پر مولوی محمد علی صاحب نے بھی گمنام ٹریکٹ لکھنے والے کی طرح جماعت احمدیہ پر پیر پرستی کا الزام لگا دیا ۔

فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کی تقریر میں سے ایک فقرہ لکھا ہے :۔

" میاں صاحب نے یہاں تک تعلّی سے کام لیا کہ اگر
کوئی ان پر سچا اعتراض بھی کرے تو وہ موردِ عذاب
ہوگا ۔" (فتح حق صہ ۴۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا منشا تو ایسا کہنے سے یہ تھا کہ انسان اعتراضات کرنے سے بچے ۔چنانچہ خود مولوی محمد علی صاحب نے ایک لمبے تجربہ کے بعد ۱۹۳۷ء میں اپنے فریق کو یہ ہدایت دی کہ :۔

" خدا نے ...... کسی کی غیر حاضری میں اس کے خلاف

سچی بات کرنے سے بھی روک دیا۔"

(پیغام صلح، ۲۲ر اپریل ۱۹۳۷ء)

مزید فرماتے ہیں:۔

"عیب شماری کی بیماری کو چھوڑ دو۔ اس سے خدا کی پناہ مانگو اور ان باتوں سے الگ ہو جاؤ جو جماعت کو کمزور کرنے والی ہیں۔ دنیا میں کوئی کام نہیں۔ جہاں نقص نہ ہو۔ اگر اس بات میں لگے رہو گے تو کام کیا کرو گے۔"

نیز آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"اعتراض کرنے کو مقصد قرار دے لو گے تو اصل کام تو گیا۔ پس نکتہ چینی سے بچو اور قوم کے خلاف ہر بات کو ردّ کردو۔"

پھر پیغام صلح اور منکرین خلافت کے اکابر جو قادیان میں گدّی بن جانے اور پیر پرستی کا الزام دیا کرتے تھے لیکن جس امر کو یہ لوگ پیر پرستی قرار دیا کرتے تھے لمبے تجربہ کے بعد اسی کی مولوی محمد علی صاحب بر سر منبر خطبہ جمعہ میں یوں تلقین فرماتے ہیں:۔

"نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر ہے۔ کہ اسمعوا واطیعوا سُنو اور اطاعت کرو۔ جب تک یہ روح نہ پیدا ہو جائے۔ جب تک تمام افراد جماعت ایک آواز پر حرکت پر نہ آجائیں۔ جب تک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آجائیں

ترقی محال ہے " (خطبہ مندرجہ پیغام صلح ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء)

اور خود پیغام صلح لکھتا ہے :-

"جب تک عنان ایسے امیر کے ہاتھ میں نہ ہو جس
کے ہاتھ پر عملی طور پر تن من دھن کی قربانی کی بیعت
کی ہو مستقل اور پائندہ ترقی محال ہے ....
یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ ایک واجب الطاعت امیر
کے ہاتھ میں جماعت کی باگ ڈور ہو۔ تمام افراد اس
کے اشارہ پر حرکت کریں۔ سب کی نگاہیں اس کی
ہونٹوں کی جنبش پر ہوں۔ جونہی اس کی زبانِ
فیض ترجمان سے کوئی حکم مترشح ہو سب بلاحیل و
حجت اس پر عمل پیرا ہوں " (پیغام صلح ۷ فروری ۱۹۳۷ء)

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، جماعت کو ایسی ہدایات دیتے تھے۔ تو یہ امران لوگوں کے نزدیک پیر پرستی ہوتا تھا۔ لیکن ۲۳ سال کے تجربہ کے بعد جب یہ امران لوگوں کی سمجھ آ گیا۔ کہ واجب الاطاعت امیر کے بغیر صحیح تنظیم قائم نہیں ہو سکتی۔ تو ان کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو واجب الاطاعت امیر قرار دینے کی کوششیں ہونے لگیں۔ مگر جماعت کا واجب الاطاعت امیر تو خلیفہ ہی ہو سکتا ہے ۔

اب پچھتائے کا ہوت ، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

ایک اہم واقعہ کا ذکر:- ایک اہم واقعہ کا ذکر اس موقعہ پر ازبس ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے زمانہ میں جب بعض لوگوں کے متعلق جماعت میں یہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کہ وہ خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی پوزیشن کو گرانے کی

میں ہیں۔ اور انجمن کی جانشینی کو ان کی خلافت پر فوقیت دیتے ہیں۔ تو حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ نے بعض سوالات لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کئے۔ اور ان کے سلسلے میں آپ سے مسئلہ خلافت پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے یہ سوالات باہر کی جماعتوں میں بھجوا دیئے۔ جب جماعتوں کی طرف سے ان کے جوابات آگئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ نے ایک تاریخ مقرر کی جس میں بیرونی جماعتوں کے نمائندوں کو بھی بلایا۔ تاکہ ان سے مشورہ لیا جائے۔ اس موقعہ پر لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ نے اپنے مکان پر ایک جلسہ کیا۔ جس میں جماعت لاہور کو بلایا گیا۔ کہ سلسلہ پر ایک نازک وقت ہے کہ اگر دُور اندیشی سے کام نہ لیا گیا۔ تو سلسلہ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل جانشین انجمن ہی ہے۔ اگر یہ بات نہ رہی تو جماعت تباہ ہو جائے گی۔ اور سب لوگوں کے اس امر پر دستخط لیے گئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق انجمن ہی آپ کی جانشین ہے۔ چونکہ لاہور کی جماعت کو یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی یہی خیالات ہیں اس لیے اکثر نے اس پر دستخط کر دیئے۔ مگر قریشی محمد حسین نے دستخط نہ کیے اور کہا کہ ہم ایسے محضر نامہ پر دستخط کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم جب ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور وہ ہم سے زیادہ عالم اور زیادہ خشیت رکھنے والا ہے تو جو کچھ وہ کہیگا ہم وہی کرینگے۔ تمھارے خیالات کی ہم تصدیق نہیں کریں گے۔ ان کی وجہ سے ایک دو اور دوست بھی دستخط کرنے سے رک گئے۔ جب سب نمائندے قادیان میں جمع ہو گئے تو حضرت خلیفہ اوّل رضؓ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا:-

"تم نے اپنے عمل سے مجھے اِتنا دکھ دیا ہے کہ میں اُس
حصّہ مسجد میں بھی کھڑا نہیں ہُوا ہوں جو تم لوگوں کا
بنا یا ہُوا ہے بلکہ میں اپنے پیر کی مسجد میں کھڑا ہُوا
ہوں .....

(لوگوں نے جب حضرت خلیفۂ اوّل رضؓ کے یہ خیالات سنے تو گو جماعت کے بہت سے لوگ خواجہ صاحب وغیرہ کے ہم خیال ہو کر آئے تھے مگر اُن پر اُن کی غلطی واضح ہوگئی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ اور بعض تو زمین پر تڑپنے لگے۔ اس وقت مسجد ماتم کدہ معلوم ہوتی تھی۔ پھر حضرت خلیفۂ اوّل رضؓ نے فرمایا)

.... کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا
اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک ملّاں
بھی کرسکتا ہے۔ اس کے لیے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں
اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ
ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی
ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔"

آپ کی اِس تقریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے دل صاف ہوگئے اور ان پر واضح ہوگیا کہ خلیفہ کی اہمیت کیا ہے۔

تقریر کے بعد آپ نے خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ وہ دوبارہ بیعت کریں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میں اُن لوگوں کے طریق کو بھی پسند نہیں کرتا جنھوں نے خلافت کے قیام کی تائید میں جلسہ کیا ہے اور فرمایا جب ہم نے لوگوں کو جمع کیا تھا تو ان کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ الگ

جلسہ کرتے ہم نے اُن کو اس پر مقرر نہیں کیا تھا۔ پھر جبکہ خدا نے مجھے یہ طاقت دی ہے کہ مَیں اس فتنہ کو مٹا سکوں تو انہوں نے یہ کام خود بخود کیوں کیا۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی صاحب سے بھی جو اس جلسہ کے بانی تھے، آپ نے فرمایا آپ دوبارہ بیعت کریں۔ غرض خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب سے دوبارہ بیعت لی گئی۔

مجلس کے خاتمہ پر مسجد سے نیچے اُترتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ یہاں میری بہت ہتک ہوئی ہے، مَیں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا۔ یہ بات معلوم کرکے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ جلدی سے مولوی محمد علی صاحب کو منوالیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا "ڈاکٹر صاحب! میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب سے کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں"۔ خلیفہ رشید الدین صاحب نے جب یہ سُنا تو اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ اور کہا کہ میرے نزدیک تو بڑا فتنہ ہوگا۔ حضرت خلیفہ الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ڈاکٹر صاحب! مَیں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اگر فتنہ ہوگا، تو میرے لیے ہوگا۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ انہیں کہہ دیں کہ وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں تو کل کی بجائے آج ہی چلے جائیں"۔

نوٹ: یہ مضمون "خلافتِ احمدیہ کے مخالفین کی تحریک" بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ سے مختصر کرکے نقل کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب پر خواجہ کمال الدین صاحب کا رنگ چڑھ گیا اور اختلافی مسائل متعلق نبوت مسیح موعود اور کفر و اسلام پیدا ہوئے۔

۱۹۰۸ء اور ۱۹۰۹ء تک صرف خلافت کا جھگڑا تھا۔ کفر و اسلام اور نبوت کے مسائل باعثِ اختلاف نہ تھے۔ اس وقت ان لوگوں کے دلوں میں اس خیال نے زور پکڑا کہ ایک شخص کو خلیفہ مان کر اور اس کی اطاعت کا اقرار کر کے ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ اب کسی طرح یہ غلطی دور کر دینی چاہیئے تا جماعت دوبارہ اس غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔ چنانچہ خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت ان لوگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی وصیّت سے انحراف کر کے خلافت ثانیہ کا انکار کر دیا۔ نیز سلسلہ احمدیہ میں خلافت کے جاری رہنے سے بھی انکار کر دیا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کا ایک پُرشوکت اعلان

اپنے ایام خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے یہ پُرشوکت اعلان فرما دیا تھا:۔

> "مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے"

(بدر۔ ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ خلیفہ کے عزل کے قائل نہیں تھے۔ نیز اعلان فرمایا:۔

> "اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے ناقل) نہ تم میں سے کسی

نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا۔ مَیں اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ مَیں تمھارے مال اور تمھاری کسی بات کا بھی روادار نہیں اور میرے دل میں اتنی بھی خواہش نہیں کہ کوئی مجھے سلام کرتا ہے یا نہیں۔ تمھارا مال جو میرے پاس نذر کے رنگ میں آتا تھا۔ اس سے پہلے اپریل تک میں اسے مولوی محمد علی کو دیدیا کرتا تھا۔ مگر کسی نے غلطی میں ڈالا اور اس نے کہا کہ یہ ہمارا روپیہ ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ تب مَیں نے محض خدا کی رضاء کے لیے اس روپیہ کا دینا بند کر دیا۔ کہ مَیں دیکھوں کہ یہ کیا کر سکتے ہیں۔ ایسا کہنے والے نے غلطی کی، نہیں بے ادبی کی۔ اسے چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔ اب بھی توبہ کرے۔ اب بھی توبہ کرے۔ ایسے لوگ اگر توبہ نہ کریں گے تو اُن کے لیے اچھا نہ ہوگا۔

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

پھر لاہور میں حضرت خلیفہ الاوّل رضؓ نے تقریر فرمائی کہ :-

"خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ مَیں جب مر جاؤنگا تو پھر وہی کھڑا ہوگا، جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اسے آپ کھڑا کرے گا

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کیے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں۔ اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دوگے۔ تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دیں گے"

(بدر جولائی ۱۲ ۱۹ء)

ایک اور اہم واقعہ

حکیم مولوی فضل دین صاحبؓ کی وصیت میں انجمن کو بھیرہ میں ایک حویلی ملی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے حضور بھیرہ کے ایک شخص نے ایک خاص وجہ کی بنا پر یہ حویلی اسے رعایت سے دئیے جانے کی درخواست کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے اسے رعایت سے یہ حویلی دیا جانے کا مستحق سمجھا اور اسے بازاری نرخ سے کم قیمت پر دیا جانے کا ارشاد فرمایا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہم خیال ممبرانِ انجمن نے اس میں اختلاف کیا۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے اعلان فرمایا کہ میں ان لوگوں کو عید الفطر تک موقع دیتا ہوں اگر انھوں نے اپنی اصلاح کر لی تو بہتر ورنہ میں اس عید کے روز انھیں جماعت سے خارج کر دونگا۔ آخر عید کے موقع پر ان لوگوں نے معافی مانگ لی۔ جس پر حضور نے درگذر فرمایا۔ اور خطبہ عید الفطر میں اس بات کا اعلان فرمایا اور یہ بھی اس خطبہ میں بیان فرمایا کہ :-

"حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ

ہے وہ تمھیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور اُدھر چودہ[۱۴] اشخاص (معتمدین صدر انجمن احمدیہ۔ ناقل) کو فرمایا کہ تم بہثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمھارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پہ بیعت کرا دی کہ اس کو اپنا خلیفہ مانو۔ اور اس طرح تمھیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ[۱۴] کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کے خلاف کرنے والا ہے وہ خدا تعالیٰ کا مخالف ہے ..... پس تم کان کھول کر سنو۔ اب اگر اس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ کے مصداق بنو گے۔ میں نے تمھیں یہ کیوں سنایا اس لیے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔“

”خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں بالکل تمھاری پرواہ نہیں کرتا اور نہ کرونگا۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو۔ پھر دیکھو

کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو....
مجھے ضرورتاً کچھ کہنا پڑا ہے۔ اس کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تمھارا ساتھ دونگا۔ مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے پہلے وعدہ پر قائم رہو، ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ...... جلد بازی سے کوئی فقرہ منہ سے نکالنا آسان ہے مگر اس کا نگلنا بہت مشکل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری نسبت نہیں، بلکہ اگلے خلیفہ کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمھیں کب معلوم کہ وہ ابوبکرؓ اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے........ مجھے ایک دفعہ شیخ صاحب نے کہا تھا کہ میں نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے۔ میں تمھاری نگرانی کرونگا تو میں نے کہا تھا بسم اللہ دو فرشتے میرے نگہبان پہلے ہی سے مقرر ہیں۔ ایک تم آ گئے۔ میں آج کے دن ایک کام کرنے والا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے روک دیا۔ اور میں اس کی مصلحتوں پر قربان ہوں۔
...... میں ایسے لوگوں کو جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھیں، پھر سمجھ جائیں، پھر سمجھ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں ان کی ٹھوکر کا باعث بنوں۔ میں اخیر میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں تباغض دتحاسد کا رنگ چھوڑ دو۔ کوئی امر امن کا یا خوف کا پیش آجاوے

عوام کو نہ سناؤ۔ ہاں جب کوئی امر طے ہو جائے تو
بے شک اشاعت کرو۔
اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ باتیں تمہیں ماننی پڑینگی
اور آخر کہنا پڑیگا۔ اتینا طائعین جو کچھ میں کہتا
ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے
اور تمہیں ہدایت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر کرے
آمین!" (خطبہ عید الفطر مندرجہ اخبار بدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

سر الخلافہ کی عبارت کا مفہوم | فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔
"حضرت مسیح موعود کے نزدیک خلفاء دو قسم کے ہوتے
ہیں۔ ایک وہ جو آیت استخلاف کے ماتحت ہوتے
ہیں۔ دوسرے وہ جو آیت استخلاف کے ماتحت نہیں
ہوتے۔ اور کتاب سر الخلافہ میں صـ۲ پر حضرت
علیؓ کی خلافت کا ذکر کیا ہے۔ جس میں امن نہیں تھا
.... اس لیے حضرت علیؓ خلیفہ تو بے شک تھے
مگر آیت استخلاف کے ماتحت نہ تھے۔ چونکہ انتخاب
خلیفہ خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا اس لیے اس
بنا پر اسے معزول نہ کر سکنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔"
(فتح حق صـ۲۳)

واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب سر الخلافہ شیعہ اصحاب کی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے لکھی تھی۔ اور اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ بلا فصل

ثابت کیا ہے اور دوسرے خلفاء پر اُن کی افضلیت کا ثبوت دیا ہے اس میں یہ ثابت کرنا مقصود نہیں تھا کہ دوسرے خلفاء کی خلافت کلی طور پر آیت استخلاف کے ماتحت نہیں تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر الخلافہ کے صفحہ ۱۸ پر بطور الزامِ خصم تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت صدیق رضؓ کی شان تمام صحابہ میں سے اعظم و ارفع
تھی اور بلا ریب وہی خلیفہ اوّل ہیں اور انہی کے بارہ میں
آیاتِ خلافت نازل ہوئی تھیں۔ اور اگر تم کسی اور کو اُن
کے زمانہ کے بعد اس کا مصداق سمجھتے ہو تو واضح پیشگوئی
لاؤ۔ اگر تم سچے ہو" (ترجمہ از عربی عبارت)

اگر اس عبارت کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا ان کے بعد اس موعودہ خلافت کا کوئی مصداق نہیں تو یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری تحریرات کے صریح خلاف ہے۔ حضور شہادۃ القرآن میں آیت ہذا نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ آیت درحقیقت اس دوسری آیت اِنَّا نحن نزلنا
الذکر وانا لہ لحافظون کے لیے بطور تفسیر کے واقع
ہے اور اس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ حفاظتِ قرآن
کیونکر اور کس طور سے ہوگی۔ سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں
اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۴۳)

پھر آیت استخلاف کے ساتھ آیت ویزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ اور تحل قریباً من دارھم حتی یاتی وعد اللہ ان اللہ

لا یخلف المیعاد اور آیت "وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً" درج کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان آیات کو اگر کوئی شخص تامّل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیوں کر کہوں کہ وہ اس بات کو نہ سمجھ جائے، کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لیے خلافتِ دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔ اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لیے اس کا دور ختم ہوگیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کے لیے ابوابِ سعادت مفتوح رکھے۔"

(شہادۃ القرآن ص۵۷)

پس شیعوں کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سر الخلافۃ میں صرف یہ بتایا ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی خلیفہ اول اور اس آیت کا اکمل مصداق تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی کی خلافت ثابت ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس آیت کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ خدا خلافت کے ذریعہ خوف کو امن سے بدل دیگا اور حضرت علی اس امن والے حصّہ کے مصداق ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں بدامنی تو پیدا ہوئی مگر امن قائم نہ ہوسکا۔ ویسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت علی رضؓ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے ہیں بلکہ آپ نے اس کتاب میں دعا کی ہے "اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ" (سر الخلافۃ ص۳۴) یعنی اے اللہ جو حضرت علی سے محبت رکھتا ہے تو اُس سے

محبّت رکھ اور جو حضرت علی رضؓ کا دشمن ہے تو اس کا دشمن ہو جا۔

اور آپ نے سرّ الخلافۃ میں صاف لفظوں میں یہ بھی لکھا ہے:۔

"وَالْحَقُّ اَنَّ الْحَقَّ کَانَ مَعَ الْمُرْتَضٰی
وَمَنْ قَاتَلَهٗ فِیْ وَقْتِهٖ فَبَغٰی وَطَغٰی لٰکِنَّ
خِلَافَتَهٗ مَاکَانَ مِصْدَاقَ الْاَمْنِ الْمُبَشَّرَ
بِهٖ مِنَ الرَّحْمٰنِ بَلْ اُوْذِیَ الْمُرْتَضٰی مِنَ
الْاَقْرَانِ الخ (سرّ الخلافۃ صٓ۳)

ترجمہ: سچی بات یہ ہے کہ حق علی المرتضیٰ کے ساتھ تھا اور جس شخص نے آپ کے وقت میں آپ سے جنگ کی ہے اس نے بغاوت اور سرکشی کی ہے۔ لیکن ان کی خلافت خدا کی طرف سے بشارت دیئے گئے امن کی مصداق نہ تھی۔ بلکہ مرتضیٰ اپنے ہم عصروں کے ہاتھوں ایذا دیئے گئے۔

پس ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کا اصل مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد آیت استخلاف کے اکمل مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضؓ تھے، اور اوّل مصداق بھی وہی تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"آیاتِ استخلاف میں خدا تعالےٰ نے مسلمان مردوں اور
عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان میں سے بعض مومنین
خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے خلیفہ بنائے جائیں گے اور
خدا ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ فَهٰذَا اَمْرٌ
لَانَجِدُ مِصْدَاقَهٗ عَلٰی وَجْهٍ اَتَمَّ وَ
اَکْمَلَ اِلَّا خِلَافَةَ الصِّدِّیْقِ۔ (سرّ الخلافۃ صٓ۱۵)

یعنی یہ وہ امر ہے جس کا مصداق اُتم اور اکمل طور پر ہم حضرت صدیق رضؓ

کی خلافت کو پاتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ دوسرے خلفائے راشدین کی خلافت کے آیت استخلاف کے ماتحت ہونے سے انکار نہیں کیا گیا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد اس کا اکمل اور اتم مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے پس خلفائے راشدین کے عزل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکرؓ کے پہلے خطبہ کا مفہوم

فاروقی صاحب نے ذیل کا اقتباس حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ سے عزل خلفاء کو جائز ثابت کرنے کے لیے یوں دیا ہے کہ:۔

"اے مسلمانو! میں تمہارے جیسا اُمّت کا ایک فرد ہوں میں صرف شریعت کی پیروی کرنے والا ہوں۔ میں اس میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کر سکتا۔ اگر میں اس شریعت پر سیدھا چلتا رہوں۔ تو میری اتباع کرنا اور اگر میں اس سے اِدھر اُدھر ہو جاؤں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔"

(فتح حق صفحہ ۴۳ و ۴۴)

واضح ہو کہ اس اقتباس کا پہلا حصّہ سراسر انکسار پر مبنی ہے اور اس سے اگلا حصّہ اس ٹھوس حقیقت پر مشتمل ہے کہ خلیفہ وقت شریعت میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتا۔ لہذا آپ کا یہ فقرہ کہ "جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں تو تم بھی اطاعت کرتے رہو۔ اور اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں" صرف یہ بتانے کے لیے کہ میں بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں اور انہی کے احکام میں تم پر میری اطاعت واجب ہے۔

فاروقی صاحب! آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو خدا کے مامور خلیفہ تھے آپ اس امر سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ مگر آپ کی بیعت کی شرائط پڑھ کر دیکھو تو اس میں اطاعت در معروف کی ہی شرط پاؤ گے۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے کہ خواتین نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو اس میں خدا تعالیٰ نے بھی یہ ہدایت کی تھی کہ وہ یہ اقرار کریں۔ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (سورہ ممتحنہ ع ۲) کہ اے نبی معروف کاموں میں وہ تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو کیا اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کوئی بُرا کام بھی بتا سکتے تھے جس کی وجہ سے یہ شرط لگائی گئی۔ پس ایسی عبارتوں سے خلفائے راشدین کے عزل کا استدلال بالکل نادرست ہے۔ جب رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلافت کو خدا کی قدرت ثانیہ قرار دیا ہے تو خدا کی قدرت کو کون معزول کر سکتا ہے؟

شیخ مصری صاحب کا جماعت سے اخراج ہوا تھا

ہر سچی جماعت میں کچھ منافقین بھی ہوتے ہیں۔ فاروقی صاحب نے شیخ عبدالرحمٰن مصری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بیعت سے علیحدہ ہوئے (ط ۴۷) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ جماعت میں ایک عرصہ تک منافقانہ طور پر رہے اور ان کے نفاق کا علم ہونے پر انھیں جماعت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ وہ آپ علیحدہ نہیں ہوئے تھے۔

نام نہاد حقیقت پسند پارٹی

اسی طرح ۱۹۵۶ء میں چند منافقین علیحدہ ہو گئے اور ازراہ شرارت انھوں نے ایک پارٹی بنام حقیقت پسند بنائی اور منکرین خلافت احمدیہ حسب عادت ایسے منافقین کی حرکات کو ہوا دیتے ہیں چنانچہ فاروقی صاحب نے ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے۔

"۱۹۵۶ء میں تو ان کے بہت سے مریدوں نے تنگ
آکر اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ (فتح حق ص۴۱-۴۲)

حالانکہ یہ صرف چند افراد تھے۔ جنہیں فاروقی صاحب نے بہت سے مرید قرار دیکر ایک صریح غلط بیانی کا ارتکاب کیا ہے۔ منافقین تو آغاز اسلام میں بھی موجود تھے اور ان کی مذموم حرکات کا بھی قرآن کریم میں ذکر موجود ہے۔ کہ ان کا کام الزام تراشی۔ اور شرارت ہی تھا۔ ان کے بارہ میں ایک خاص سورۃ "المنافقون" کے نام سے قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس منافقوں کا احمدیہ جماعت میں پایا جانا اور پھر ان کا الگ کیا جانا یا ان کا آپ ہی الگ ہو جانا تو جماعت احمدیہ کی سچائی کا ایک ثبوت ہے اور اس بات کی روشن دلیل کہ ہماری تنظیم خدا کے فضل سے ایسی ہے کہ منافق اس میں زیادہ عرصہ پنپ نہیں سکتا۔ اور زود یا بدیر اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔
پس منافقین سچی جماعت کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

طریق انتخاب خلافت

اسلام میں انتخاب خلیفہ کا جو سادہ اور آسان طریق ہے اس کا ذکر مقدمہ ابن خلدون ص۱۶۱ مطبوعہ مصر میں یوں ہے:۔

"جب طے ہو گیا کہ امام کا مقرر کرنا اجتماعی طور پر واجب ہے تو یہ امر فرض کفایہ قرار پایا۔ اب ارباب حل وعقد کے ذمہ ہو گا کہ وہ خلیفہ کا تقرر کرے اور باقی جماعت پر واجب ہو گا کہ سب کے سب خلیفہ کی اطاعت کریں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اطیعوا

اللّٰہ واطیعوا الرسولؐ واولی الامر منکم“

ایڈیٹر ”المنار“ مصر نے اپنی کتاب الخلافۃ میں بھی اس امر کی تائید کی ہے اور اس جگہ لکھا ہے کہ علامہ سعید الدین تفتازانی شرح المقاصد میں متکلمین اور فقہاء کے ہم نوا ہو کر لکھتے ہیں کہ ارباب حل وعقد سے مراد علماء اور قوم کے سردار اور بڑے لوگ ہیں (الخلافۃ صـ۱۱)

جماعت احمدیہ میں انتخاب خلافت کے طریق میں یہ بیانات بھی مدّنظر رکھے گئے ہیں۔ بے شک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر ”خلافت حقّہ اسلامیہ“ میں عیسائیوں میں پوپ کے انتخاب کے سادہ طریق کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ مگر اسی تقریر میں ”المنار“ مصر کے ایڈیٹر علامہ رشید رضا کے مندرجہ بالا حوالہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ پوپ کے طریق انتخاب کے ذکر سے فاروقی صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اس خواب کی تعبیر ہو گئی جس میں لکھا تھا کہ محمود انگریز (دجّال) کو لیکر ہمارے گھر احمدیت میں داخل ہو گیا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام بھی ہے ـــ نرُدّھا علی النصاریٰ (تذکرہ صـ۶۶۷) اس میں بھی خلیفہ صاحب کے مکر اور جماعت کی گمراہی کا ذکر ہے۔ یہاں ”ھا“ بطور تانیث آئی ہے جس سے عورت کی چال والی جماعت مراد ہے جنہوں نے عیسائیوں سے مشابہت اختیار کر لی۔ (فتح حق صـ۴۵-۴۶)

فاروقی صاحب کا یہ بیان سراسر غلط بیانی پر مبنی ہے۔ انگریز کے آگے (دجّال) اور ہمارے گھر کے آگے (احمدیت) کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں لکھے اور الہام نرُدّھا علی النصاریٰ میں ”ھا“ کی ضمیر بھی جماعت کی طرف نہیں پھرتی۔ یہ الہام مکمل صورت میں تذکرہ صـ۲۸۴ پر

پران الفاظ میں درج ہے:۔

"اِنَّ النَّصَارٰی حَوَّلُوا الْاَمْرَ سَنَرُدُّھَا عَلَی النَّصَارٰی لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ"

اس کا ترجمہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرہ صفحہ ۲۹۲ پر یہ درج فرمایا ہے :۔

"نصاریٰ نے حقیقت کو بدل دیا ہے سو ہم ذلّت
اور شکست کو نصاریٰ پر واپس پھینک دیں گے۔
اور آتھم نابود کر دینے والی آگ میں ڈالدیا جاویگا"

اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس الہام کا تعلق مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی سے ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود نے پندرہ ماہ کے اندر ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور چونکہ مسٹر آتھم نے رجوع کر لیا تھا اس لیے وہ پندرہ ماہ کے اندر ہلاک نہ ہوا۔ مگر اس پر عیسائیوں نے اپنی فتح کا ڈنکا بجایا اور جلوس نکالے اور مسٹر آتھم اس پر خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا کہ ہم یہ ذلّت نصاریٰ پر لوٹا دیں گے اور آتھم ہلاک ہوگا اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسٹر آتھم اخفائے حق کی وجہ سے پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جلد ہلاک ہوگیا اور دوزخ کا ایندھن بنا۔

فاروقی صاحب نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے معانی بگاڑنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے مندرجہ بالا الہام کے بالکل غلط معنی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرما چکے ہیں جس میں نصاریٰ کی ذلّت شکست کا بیان ہے نہ کہ جماعت احمدیہ کی

گمراہی اور ان کے کسی خلیفہ کے مار کا ذکر۔
چونکہ جماعت کے لیے خلافت کا طریق انتخاب مقرر کر دینے پر جماعت احمدیہ میں آئندہ فتنہ کا دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ اس لیے فاروقی صاحب نے پوپ کے طریق انتخاب کا ذکر تو اعتراض کی خاطر کر دیا ہے مگر فقہائے اسلام کے بیان کردہ اسلامی طریق انتخاب کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور لکھا ہے:۔

"اس کے مطابق میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان حکم دیتے ہیں: "آئندہ یہ نہ رکھا جائے کہ ملتان اور کراچی اور حیدرآباد اور کوئٹہ اور لٹ ورسب جگہ کے نمائندے جو پانچ سو کی تعداد سے زیادہ ہوتے ہیں وہ آئیں تو انتخاب ہو بلکہ صرف ناظروں اور وکیلوں اور مقررہ اشخاص (یعنی ملازم عملہ) کے مشورہ کے ساتھ اگر وہ حاضر ہوں خلیفہ کا انتخاب ہوگا جس کے بعد جماعت میں اعلان کر دیا جائے گا کہ جماعت اس شخص کی بیعت کرے گی۔" (فتح حق ص۳۴)

یہ عبارت انہوں نے قوسین کے اندر خلافت حقّہ اسلامیہ کی تقریر ص۵۶ کے حوالہ سے لکھی ہے۔ مگر ان الفاظ میں فاروقی صاحب نے حسب عادت سراسر تحریف سے کام لیا ہے۔ ورنہ تقریر کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"پس اسلامی طریق پر جو کہ میں آگے بیان کروں گا آئندہ خلافت کے لیے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی خلافت کے انتخاب کا وقت آئے

تو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور ممبر اور تحریک جدید کے وکلا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے زندہ افراد اور اب نظر ثانی کرتے وقت یہ بات بھی بعض دوستوں کے مشورہ سے زائد کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی جن کو فوراً بعد تحقیقات صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ صحابیت کے سرٹیفکیٹ دیں اور جامعۃ المبشرین کے پرنسپل اور جامعہ احمدیہ کے پرنسپل اور مفتی سلسلۂ احمدیہ اور تمام جماعت ہائے پنجاب و سندھ کے امیر اور مشرقی پاکستان کا امیر مل کر اس کا انتخاب کریں۔"

"اسی طرح نظر ثانی کرتے وقت میں یہ امر بھی بڑھاتا ہوں کہ ایسے سابق امراء جو دو دفعہ کسی ضلع کے امیر رہے ہوں گو انتخاب کے وقت بوجہ معذوری امیر نہ رہے ہوں وہ بھی اس لسٹ میں شامل کیے جائیں اسی طرح تمام مبلغ جو ایک سال تک غیر ملک میں کام کر آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ کی طرف سے ان پر کوئی الزام نہ آیا ہو۔ ایسے مبلغوں کی لسٹ شائع کرنا مجلس تحریک کا کام ہوگا۔ اسی طرح ایسے مبلغ جنہوں نے پاکستان کے کسی ضلع یا صوبہ میں رئیس التبلیغ کے طور پر کم سے کم ایک سال تک کام کیا ہو۔ ان کی فہرست بنانا صدر انجمن احمدیہ کے ذمہ

ہوگا، مگر شرط یہ ہوگی کہ اگر وہ موقعہ پر پہنچ جائیں۔
سیکرٹری شوریٰ تمام ملک میں اطلاع دے دیں
کہ فوراً پہنچ جاؤ اس کے بعد جو نہ پہنچے اس کا اپنا
قصور ہوگا اور اس کی غیر حاضری خلافت کے انتخاب
پر اثر انداز نہ ہوگی۔"

{تقریر خلافت حقّہ شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ صـ ۱۵-۱۶}

اب فیصلہ میں قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں۔ وہ حوالہ جات کے پیش کرنے میں فاروقی صاحب کی غیر ذمہ دارانہ حرکت ملاحظہ فرمائیں اور دیکھ لیں انتخاب کا یہ طریق فقہائے اسلام کے بیان کردہ طریق کے مطابق ہے یا نہیں؟

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ جماعت پر ٹھونسا نہیں بلکہ ۱۹۵۷ء کی مجلس مشاورت میں حضور نے اسے بطور تجویز مجلس شوریٰ پیش کیا اور اس پر ممبران مجلس شوریٰ کی رائے لی گئی اور باتفاق رائے یہ تجویز بصورت ریزولیوشن پاس ہوئی۔ (دیکھو رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء صـ ۹ تا ۱۶)

اور یہ امر فاروقی صاحب کی دیدہ و دانستہ غلط بیانی ہے کہ:۔
"میاں محمود احمد صاحب نے اپنے بیٹے کو اپنے بعد
اپنی گدّی پر متمکن کرنے کا ڈھونگ رچایا اور دوسرے
پیروں کی گدیوں اور اس میں فرق نہ رہا۔"

(فتح حق صـ ۴۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ کے انتخاب کے لیے یہ

لائحہ عمل بتاتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے اس مشورہ کے مطابق فیصلہ کرکے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آئندہ خلافت کے انتخاب کے موقعہ پر ہرقسم کے فتنہ کا دروازہ بند کردیا۔ خواہ اس کے نتیجہ میں آپ کا کوئی بیٹا خلیفہ ہو یا جماعت میں سے کوئی اور موزوں بزرگ۔

البتہ اگر آپ کا کوئی بیٹا اہل ہو اور جماعت اسے انتخاب کرلے تو پھر بیٹا ہونے کی وجہ سے اس انتخاب کو کس طرح ناجائز یا کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ کسی خلیفہ کے بیٹے کا انتخاب سے خلیفہ مقرر کیا جانا شرعاً ممنوع نہیں۔

افسوس ہے کہ فاروقی صاحب نے (معاذاللہ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو یزید کی خلافت سے تشبیہ دی ہے۔ حالانکہ یزید تو وہ تھا جسے اس کے باپ نے اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کیا تھا اور اس کے حق میں لوگوں سے اپنی زندگی میں بیعت لی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تو یہ طریق اختیار نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ آپ نے فقہائے اسلام کے بیان کردہ طریق کے مطابق ارباب حلّ وعقد کے فیصلہ پر چھوڑا ہے۔

پس فاروقی صاحب کا آپ کی خلافت کو یزید کی خلافت سے تشبیہ دینا سراسر ناخدا ترسی اور ظلم عظیم ہے۔

اے خدا! تو ان لوگوں کی آنکھیں کھول تا یہ اپنے نفع ونقصان کو پہچان سکیں اور قیامت کی رسوائی سے بچ جائیں۔ اللّٰھم آمین!

باب ہفتم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
پر
تبدیلیٔ عقیدہ کے الزام کی حقیقت

اپنی کتاب کے آخری باب میں فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ:

(الف) "سن ۱۹۱۰ء تک میاں محمود احمد صاحب کا یہ اعتقاد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے اور آج تک کوئی نبی نہیں آیا اور نہ آئندہ ہوگا۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان میں (جو قادیان سے شائع ہوتا تھا) اپریل سن ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سینکڑوں نبی گذرے ہیں جن کو ہم مانتے ہیں۔ مگر آنحضرت ؐ کے دعوے کے بعد تیرہ سو سال گذر گئے۔ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔"

(ب) "۱۹۱۱ء تک میاں محمود احمد صاحب کا یہ اعتقاد تھا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ
کر دیا گیا۔آپ کی تابعداری اور مہر سے مثیل انبیا پیدا
ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔چنانچہ
اخبار بدر ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں میاں محمود احمد صاحب
لکھتے ہیں:۔

" اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین
کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا
ہے۔آپ کے کمالات اس حد تک پہنچے کہ آپ کے بعد
کوئی مامور من اللہ نہیں ہو سکتا جب تک آپ کی اس
پر اتباعت (اتباع۔ناقل) کی مہر نہ ہو"

(فتح حق صفحہ ۵۰۔۵۱)

الجواب: ان دونوں اقتباسات میں سے پہلے اقتباس میں "آج تک کوئی نبی نہیں آیا اور نہ آئندہ ہوگا" سے مراد مستقل نبی ہے اور دوسرے اقتباس میں "کوئی مامور من اللہ نہیں ہو سکتا جب تک آپ کی اتباعت (اتباع۔ناقل) کی مہر نہ ہو" سے مراد اُمتی اور ظلّی نبی ہے۔

پس ان دونوں اقتباسوں سے جو نتیجہ فاروقی صاحب نے نکالا ہے وہ صریحاً لغو و باطل ہے کیونکہ ان حوالجات سے بہت پہلے ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان" کے پہلے پرچہ کے انٹروڈکشن میں صفحہ ۱ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے دنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے:۔

"کیا یہ تیرا خیال ہے کہ میں کسی بڑی قوم کا ہوں۔ یا میرے
پاس زر و جواہر ہیں۔ یا میری قوتِ بازو بہت لوگ ہیں
یا میں بہت بڑا رئیس یا بادشاہ ہوں یا بڑا ذی علم
انسان ہوں، سجادہ نشین ہوں یا فقیر ہوں اس لیے
مجھکو اس رسول کے ماننے کی کوئی حاجت نہیں"

نیز صٖ پر لکھا ہے :۔

"غرضیکہ ہر ایک قوم ایک نبی کی منتظر ہے اور اس کے لیے زمانہ
بھی یہی مقرر کیا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول محمد صلی
اللہ علیہ وسلم نے جو نشانات اس نبی کی پہچان کے بتائے ہیں
اور اس کے پہچاننے کے لیے جو جو آسانیاں ہمارے لیے پیدا
کردی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کا
مرتبہ کس قدر بلند اور بالا تھا"

پھر صہ اور ص٦ پر لکھا ہے کہ :۔

"یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت ہے یا
نہیں۔ اس زمانہ کو اچھا کہا جائے یا بُرا۔ جہاں تک دیکھا
جاتا ہے اس زمانہ سے بڑھ کر دنیا میں فسق و فجور کی ترقی
نہیں ہوئی۔ تمام دنیا ایک زبان ہو کر چلّا اُٹھی ہے کہ
گناہوں کی حد ہو گئی ہے۔ یہی زمانہ ہے کہ دنیا میں
ایک مامور کی حد سے زیادہ ضرورت ہے"

یہ وہ مضمون ہے جس پر مولوی محمد علی صاحب نے بھی پُرزور ریویو لکھا
تھا جس کا ایک اقتباس یہ ہے :۔

"اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا البشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں ۱۴ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھیگی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں، اور مردار دنیا پر گدھوں کی طرح گر جاتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت ہمیشہ سے خداتعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم کو پھیلائے اور لوگوں کو حقیقی راہ دکھلائے۔ یہ لوگ جو معاصی میں اندھے ہوئے ہوتے ہیں وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں یا اسے دکھ دیتے ہیں اور اس کے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا، بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے کہ آخر کار وہی مغلوب ہونگے اور بعض کو ہلاک کرکے خدا دوسروں کو راہِ راست پر لے آویگا سو ایسا ہی ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ

سے چلی آئی ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہوا۔"

یہ شاندار ریویو جو مولوی محمد علی صاحب نے اس مضمون پر لکھا، صاف ثابت کرتا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور جناب مولوی محمد علی صاحب دونو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں نہ کہ غیر نبی۔ اور دنیا کے سامنے حضرت اقدس کو نبی کی ہی حیثیت میں پیش کرتے تھے نہ کہ محض ایک ولی کی حیثیت میں۔

اب ۱۹۱۰ء کی بات سنیئے۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جو تقریر کی اس کے ذیل کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

الف: "یہ بھی یاد رکھو کہ مرزا صاحب نبی ہیں اور بحیثیت رسول اللہ (کے) خاتم النبیین ہونے کے آپ کی اتباع سے آپ کو نبوت کا درجہ ملا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اور کتنے لوگ یہی درجہ پائیں گے۔ ہم انہیں (حضرت مرزا صاحب کو۔ ناقل) کیوں نبی نہ کہیں جب خدا نے انہیں نبی کہا ہے۔ چنانچہ آخری عمر کا الہام ہے کہ "یا ایھا النبیّ اطعموا الجائع والمعترّ (دیکھئے تذکرہ ص۷۴۲، ناقل)

ب: وہ جو مسیح موعودؑ کے ایک لفظ کو بھی جھوٹا سمجھتا ہے وہ خدا کی درگاہ سے مردود ہے۔ کیونکہ خدا اپنے نبی کو وفات تک غلطی میں نہیں رکھتا۔"

ج: "تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو تم ایک برگزیدہ نبی کو مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔"

د : "ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا اگر اس کی اتباع
کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرام کے لیے مقرر
ہو چکے ہیں"

ان اقتباسات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۱۹۱۰ء میں بھی جبکہ حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتے تھے۔

اس کے بعد فاروقی صاحب نے ۱۹۱۱ء کے مضمون کا ذکر کیا ہے جس کا عنوان ہے "مسلمان وہ ہے جو سب مامورین کو مانے" اس مضمون میں مسئلہ کفر و اسلام درج ہے۔ فاروقی صاحب لکھتے ہیں :۔

"مسلمانوں کی تکفیر کے اعلان پر میاں صاحب سے سوال
ہوا کہ صرف نبی کا منکر کافر ہوتا ہے، کیا آپ حضرت
مسیح موعود کو نبی سمجھتے ہیں۔ تو اس پر میاں محمود احمد صاحب
نے اپنے سابقہ مذکورہ بالا مضامین کے برخلاف یہ
اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ یہ دوسری تبدیلی
ہے جو میاں محمود احمد صاحب نے اپنے عقیدہ میں
کی۔ (فتح حق ص۵)

الجواب : فاروقی صاحب نے یہ سوال کیے جانے کے متعلق کوئی حوالہ نہیں دیا سو یہ سوال ان کی اپنی ہی بناوٹ ہے۔ ورنہ یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے تو ۱۹۰۶ء کے مضمون اور ۱۹۱۰ء کی تقریر کی طرح خود اس مضمون میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی ہی کی حیثیت میں ہی پیش کیا تھا۔ چنانچہ آپ اس مضمون میں لکھتے ہیں :۔

"ہمارا ایمان ہے کہ حضرت صاحب خدا کے مرسل تھے اور مامور من اللہ تھے، ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے اور نہ معلوم اور کتنے انبیاء بھیجے گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ حضرت نبی کریم محمد رؤف، رحیم، رسول اللہ، خاتم النبیین کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں آیا اور آپ ہر قسم کی نبوتوں کے خاتم ہیں اور آئندہ جس کو اللہ تعالیٰ تک رسوخ ہوگا وہ آپ ہی کی اطاعت کے دروازے سے گذر کر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ اور اسی میں آپ کی عزت ہے کیونکہ کیا وہ شخص معزز کہلا سکتا ہے جس کے ماتحت کوئی بھی افسر نہ ہو، بلکہ معزز وہی ہوتا ہے جس کے ماتحت بہت سے افسر ہوں، دنیا ہی میں دیکھ لو کہ تم بادشاہ کے لقب کو زیادہ چاہتے ہو یا شہنشاہ کے لقب کو۔ پس شہنشاہ کا لفظ اس لیے کہ اس میں بادشاہوں پر حکومت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ بادشاہ پر معزز ہے ادنیٰ نہیں، اس طرح پر ایسی نبوت جس کے ماتحت اور نبوتیں بھی ہوں اس نبوت سے اعلیٰ اور افضل ہے جس کے ماتحت اور نبوت کوئی نہ ہو پس ہم اسی اصل کے ماتحت حضرت مسیح موعود کو بموجب احادیث صحیحہ نبی اور مامور

مانتے ہیں"

{ تشحیذ الاذہان جلد ۶ ۔ ۴ صفحہ ۱۳۰ و صفحہ ۱۳۱
بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء }

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ "مسلمان وہ ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے" والے مضمون میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بموجب احادیثِ صحیحہ نبی قرار دیا تھا۔ پس آپ کے عقیدہ میں تبدیلی کا یہ الزام کہ "حضرت مسیح موعود کو غیر نبی مانتے ہوئے نبی قرار دینے لگے"۔ ہر طرح سے باطل ہے

اس کے بعد فاروقی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ۱۹۱۴ء کی یہ عبارت نقل کی ہے:۔

" نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی ہی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر دکھایا جاتا ہے ۔ اس لیے مصلحتِ وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ اس لیے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں ۔ مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج ۔

(خط بنام محمد عثمان صاحب لکھنوی)

اِس کے متعلق فاروقی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ مصلحت بعد میں حقیقت بن گئی۔ ۱۹۵۳ء میں فرقہ احمدیہ کے خلاف مغربی پاکستان میں ایجی ٹیشن شروع ہوا اور فسادات ہوئے اور بعد میں مارشل لا بھی لگایا گیا۔ (فتح حق صہ ۵۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت اپنے مضمون میں صاف ہے کہ آپ اپنی خلافت کے ایام میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی ہی مانتے تھے ہاں آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ ظلی نبی بھی ایک قسم کا نبی ہی ہوتا ہے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے انھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہہ دینا ہی کافی تھا۔ مگر چونکہ غیر مبائعین اُس زمانہ میں حضرت اقدس کے درجہ کو گھٹا کر پیش کرتے تھے اس لیے مصلحت وقت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کی نبوت کی حیثیت بار بار پیش کی جائے تا جماعت آپ کے صحیح مقام سے آگاہ ہو جائے اور لاہوری فریق کی پیدا کردہ غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہو۔ ورنہ مصلحتاً نبی کے لفظ کو کسی اور پیرائے میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنا ایک الہام یوں درج فرماتے ہیں:-

"دنیا میں ایک نبی آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔"

اور اس پر یہ نوٹ دیتے ہیں:-

"ایک قرأت اس الہام کی یہ بھی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا" یہی قرأت براہین میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لیے یہ دوسری قرأت درج نہیں کی گئی۔

(تذکرہ صہ ۱۰۸ بحوالہ مکتوب ۷ راگست ۱۸۹۹ء
مندرج الحکم ۷ راگست ۱۸۹۹ء صہ ۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو اس لفظ کے کثرت استعمال سے

اس فتنہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نہ نکال لیں۔ سو اگر پیغام صلح اور اس کے ہمنوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے آپ کو بار بار غیر نبی قرار دینے اور نبوت کی بحث کو ۵۰ سال تک جاری نہ رکھتے تو ۵۲-۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف وہ ایجی ٹیشن شروع نہ ہوتی اور فسادات نہ ہوتے جن کے بعد لاہور میں مارشل لا لگایا گیا تھا۔ پس اس ابتلاء کے پیدا ہونے کا موجب زیادہ تر لاہوری فریق کا وہ پروپیگنڈا ہے جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے خلاف جاری کر رکھا تھا۔ کہ یہ حضرت مرزا صاحب کو نبی اور اُن کے منکرین کو کافر مانتے ہیں۔

یہ منکرین خلافت احمدیہ تو اب بھی یہ پروپیگنڈا چھوڑنے کو تیار نہیں چنانچہ اس بارہ میں حال ہی میں ان کے تازہ ٹریکٹ شائع ہو رہے ہیں اور فاروقی صاحب کی کتاب بھی اسی کا ایک شاخسانہ ہے جو منکرین خلافت احمدیہ نے ہماری جماعت کے خلاف کھڑا کر رکھا ہے۔

فاروقی صاحب کا یہ لکھنا صریح غلط بیانی ہے کہ یہ مصلحت بالآخر حقیقت بن گئی۔ کیونکہ جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ کبھی مستقل نبی قرار دیا تھا اور نہ اب قرار دیتی ہے بلکہ ہمیشہ امتی نبی ہی مانا ہے۔ لیکن اس بات کا کیا علاج ہے کہ مخالف علماء نے اس اصل حقیقت کو دنیا سے چھپا کر ایجی ٹیشن کی تھی۔

انکوائری کمیشن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا بیان

میں نہیں سمجھ سکا کہ فاروقی صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے

انکوائری کمیشن کے سامنے دئے گئے بیان کو درج کرنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ وہ ہمارے خلاف اپنا پرانا پروپگنڈا جاری رکھیں جس سے اب تک انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ آپس میں جھگڑ کر فریقین کی بہت سی طاقت زائل ہی ہوئی ہے۔ حالانکہ یہی طاقت تبلیغ اسلام پرصرف ہونا چاہیئے تھی۔ مگر لاہوری فریق اب تک یہ پروپگنڈا چھوڑنے کو تیار نہیں، اس لیے ہمیں بھی ان کے مقابلہ میں جواب دینا پڑتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے ۵۰ سالہ بحث میں فریقین کے اختلافی مسائل پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ پڑھنے والا اس سے آسانی سے صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر جو لوگ ہماری مخالفت کو ہی اپنی کامیابی کا راز سمجھتے ہوں گو وہ ہر طرح سے ناکام ہی رہے ہوں وہ بھلا مخالفانہ پروپاگنڈے سے کیسے باز آسکتے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو انھیں ہدایت دے۔

انکوائری کمیشن کے سامنے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہی بیان دیا ہے، کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور آپ کا انکار کفر ہے اور یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ یہ کفر قسم اوّل کا نہیں جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے انکار سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ عدالت میں آپ پر سوال ہوا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مرزا صاحب کو "نافل" نبی کہا ہے؛

جواب : جی ہاں!

سوال : مرزا صاحب نے پہلی مرتبہ کب کہا کہ وہ نبی ہیں؟

جواب : جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

یہ جواب درج کرکے فاروقی صاحب لکھتے ہیں۔

"۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۰ء تک ۹ سال کا عرصہ ہوتا ہے جس میں بقول میاں محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت سمجھ نہیں آئی حالانکہ بقول ان کے اللہ تعالیٰ نے خود ان کو نبی کہا تھا...... الخ"

الجواب: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شروع دعویٰ مسیح موعود سے ہی جو ۱۸۹۱ء میں ہوا نبی ہیں۔ گو آپ لفظ نبی کی تاویل محدّث یا جزوی نبی کرتے رہے لیکن اپنے دعوے کی جو کیفیت آپ نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیان کی چونکہ وہ دراصل نبوت ہی ہے اس لیے اسی زمانہ میں اپنی محدثیت کی شان سمجھاتے حضرت اقدس نے اس کے آخر میں صاف لکھ دیا کہ:-

"نبوت کے بجز اس کے اور کچھ معنی نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔"

(توضیح المرام صفحہ ۱۹)

پس ۱۸۹۱ء میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ کی کیفیت کا نام نبوت ہی رکھتے تھے۔ لیکن اپنے تئیں نبی بمعنی محدّث اس لیے قرار دیتے تھے کہ نبی کے لیے آپ کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری شرط سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو نبی کے ساتھ امتی بھی پاتے تھے۔ لہٰذا گو آپ اپنے نبی ہونے کی تاویل فرماتے تھے لیکن سوائے اُمتی نہ ہونے کی شرط کے نبوت کو اپنے وجود میں متحقق جانتے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کا مذہب یہی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شروع دعویٰ سے ہی سے نبی تھے" (ملاحظہ ہو حقیقۃ النبوت صفحہ ۵۳)

پھر دعویٰ کی کیفیت کے پیش نظر ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض نے صاف

لکھ دیا :

"آپ جیسے نبی پہلے تھے ویسے ہی بعد میں رہے"
(حقیقۃ النبوۃ ص۳۶)

پھر آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"جس دن سے آپ مسیح موعود ہوئے اسی دن سے آپ نبی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی قرار دیا تھا"
(حقیقۃ النبوۃ ص۳۸)

پس اپنی اس تحقیق اور عقیدہ کے موافق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا بیان انکوائری کمیشن کے سامنے بالکل درست تھا کہ :۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے کا دعوےٰ کیا تھا"

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو

اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ (ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء)

فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

"ایسا شخص جو خود اپنی نبوت سمجھ نہیں سکتا، دوسروں کو اپنی نبوت پر ایمان نہ لانے سے کافر کہہ سکتا ہے؟ کیا نبی اس قسم کے ہوا کرتے ہیں جو خود اپنی نبوت نہ سمجھ سکیں؟" (فتح حق ص۵۹)

جواباً عرض ہے کہ ہم تفصیل سے اس کتاب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبی کے لفظ کی تاویل میں ضرور تبدیلی کر لی تھی اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح وحی الٰہی کے ماتحت نہ کہ از خود اور اس وقت جبکہ خدا تعالےٰ کے صریح الہام میں آپ کو یہ بتا دیا گیا کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے (کشتی نوح مطبوعہ ۱۹۰۲ء) پس احمدیوں کے لاہوری فریق کو یا تو حضرت مرزا صاحب کی ماموریت سے سرا سر انکار کر دینا چاہیئے اور یا پھر سیدھے طور پر اس تبدیلی کا قائل ہونا چاہیئے جس کا اعتراف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بیان میں کیا ہے۔ یہ امر تو کسی غیر جانبدار کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ ایک شخص الہام کی بنا پر اپنے آپکو مسیح موسوی سے افضل بھی قرار دے اور یہ کہے کہ وہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہے اور پھر بھی وہ نبی نہ ہو۔

پس جب تک آپ نے اپنی نبوت کی تاویل محدثیت کی اس وقت تک آپ نے اپنے منکرین کو بھی کافر نہیں کہا اور جب یہ تاویل آپ نے انکشاف الٰہیہ سے ترک کر دی تو حقیقۃ الوحی کے ص۱۷۹ میں کفر کی دو قسمیں بیان کر کے مسیح موعود کے انکار کو کفر قسم دوم قرار دیا۔ ہاں آپ نے مسلمانوں میں سے مسیح موعود کا انکار کرنے والوں کو کبھی کافر قسم اوّل نہیں کہا۔ جو آپؑ کے نزدیک اسلام کا انکار اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے جس سے انسان غیر مسلم کہلاتا ہے۔
یہی عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکوائری کمیشن کے سامنے پیش کیا ہے جبکہ آپ پر یہ سوال ہُوا :-

سوال از عدالت : کیا ایک سچے نبی کا انکار کفر نہیں ؟

جواب : ہاں یہ کفر ہے لیکن کفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک وہ جس سے کوئی شخص مِلّت سے خارج ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ جس سے وہ مِلّت سے خارج نہیں ہوتا۔ کلمہ طیبہ کا انکار پہلی قسم سے ہے۔ دوسری قسم کا انکار اس سے کم درجہ کی بدعقیدگیوں سے پیدا ہوتا ہے۔

فاروقی صاحب نے یہ سوال و جواب اپنی کتاب فتح حق کے ص۵۴ پر درج کیا ہے۔اب دیکھو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۱۷۹ کے عین مطابق ہے جہاں کفر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور مسیح موعود کے انکار کو کفر قسم دوم قرار دیا ہے۔

عدالت میں سوال ہوا کہ آپ مرزا صاحب کو اُن ماموریں میں شمار کرتے ہیں جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لیے ضروری ہے ؟

جواب : میں اس کا جواب دے چکا ہوں کہ کوئی شخص جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں لاتا دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس پر فاروقی صاحب کہتے ہیں :

"قارئین کرام اس جگہ آئینہ صداقت ص۳۵ انوار خلافت (ص۹۲) مندرجہ بالا حوالہ جات سے سوال نمبر ۲ کے جواب کا موازنہ کریں یہ میاں محمود احمد صاحب کی تیسری تبدیلی عقیدہ ہے"

پہلی اور دوسری تبدیلی عقیدہ کے الزام کا جواب تو ہم دے چکے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ۱۹۱۱ء سے پہلے نہ حضرت مسیح موعود کے انکار کو کفر قرار دینے سے انکار کیا تھا اور نہ نبی قرار دینے سے بلکہ آپ نے ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ کو نبی لکھا تھا۔ اب جس امر کو آپ تیسری تبدیلی قرار دیتے ہیں اس کی حقیقت سنیئے۔

یہ تیسری تبدیلی قرار دینے میں ایک مغالطہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آئینہ صداقت اور انوار خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے غیر از جماعت مسلمانوں کو اسلام کی ظاہری چار دیواری سے ہرگز خارج قرار نہیں دیا تھا۔

"انوار خلافت" میں ہم "غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں" کے الفاظ سے غیر احمدیوں کے ظاہر میں مسلمان ہونے سے انکار نہیں کیا گیا ویسے تو ایسے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی استعمال فرمائے ہیں دیکھیئے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:-

> "یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے پھر جبکہ قریباً دو سو مولویوں نے مجھے کافر ٹھہرایا اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور انہی کے فتویٰ سے یہ بات ثابت ہے مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے تو اس بات کا سہل علاج ہے کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں تو ان کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر

ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں ان
کو مسلمان سمجھ لونگا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ
نہ پایا جاوے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذّب
نہ ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۶۵)

دیکھ لیجئے کہ اس کے باوجود کہ حضرت مسیح موعود غیر از جماعت مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے پھر بھی جب آپ لوگ اس کی یہ تاویل کر لیتے ہیں۔ اس جگہ رسمی مسلمان ہونے سے انکار نہیں کیا گیا تو یہی مفہوم آپ انوار خلافت کے فقرے کا کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ اس میں بھی غیر از جماعت مسلمانوں کے رسمی مسلمان ہونے سے انکار نہیں کیا گیا۔

اب رہ گیا آئینۂ صداقت میں دائرۂ اسلام سے خروج کا ذکر، سو ایسے الفاظ اسلام میں دو معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ایک مفہوم ان الفاظ کا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص غیر مسلم ہے اور دوسرا مفہوم اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص حقیقتِ اسلام سے بیگانہ اور ایک شدید بدعقیدگی میں مبتلا ہے۔ دیکھئے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ مَشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَهٗ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ
ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: "جو شخص ظالم کے ساتھ اس کو طاقت دینے کے لیے چل پڑا اور وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا"۔ فاروقی صاحب! جب آپ لوگ بھی اس حدیث کے یہی معنی لیتے ہیں کہ ایسا شخص حقیقتِ اسلام سے بیگانہ ہو جاتا ہے تو آئینہ صداقت میں مندرج دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کے الفاظ کا آپ یہی مفہوم کیوں نہیں لیتے کہ غیر از جماعت مسلمان مسیح موعود کے انکار کی وجہ

سے حقیقتِ اسلام سے دُور جا پڑتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ازالہ اوہام ایڈیشن خورد صفحہ ۲۹۵ اور ایڈیشن کلاں صفحہ ۱۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"اب واضح رہے کہ اس زمانہ کے بعض موحدین کا یہ اعتراض کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق اور کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخلوق ہے سراسر فاسدانہ اور مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"

جن مسلمانوں کے متعلق اس عبارت میں "بلاشبہ دائرۂ اسلام سے خارج" کے الفاظ آئے ہیں اُن کے معنی بھی فاروقی صاحب کے نزدیک یہی ہونگے کہ یہ لوگ حقیقتِ اسلام سے بیگانہ ہیں نہ یہ کہ یہ لوگ غیر مسلم ہیں۔ یہی تشریح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضٰ نے آئینہ صداقت کے قول "دائرۂ اسلام سے خارج" کی انکوائری کمیشن کے سامنے کی ہے۔ چنانچہ آپ سے سوال ہوا:

سوال عدالت: "کیا آپ اب بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں جو آپ نے کتاب آئینہ صداقت کے پہلے باب میں صفحہ ۳۵ پر لکھا تھا یعنی یہ کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سُنا ہو وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

جواب از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی: "یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میرے ذہن میں ہیں مسلمان سمجھتا ہوں۔ پس جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں جن کی میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں یعنی وہ ملّت سے خارج نہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار "مفرداتِ راغب" کے

صفحہ ۲۴۰ پر کہا گیا ہے جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں - ایک دُون الایمان اور دوسرے فوق الایمان - دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے - فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوئے ہیں کہ وہ معمولی ایمان سے بلند تر ہوتے ہیں اس لیے جب میں نے کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہوتے ہیں تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں - مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا اور حمایت کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے"

فاروقی صاحب کیا یہ عجیب بات نہ ہوگی کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان بعض مسلمانوں کو جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پرندوں کا خالق مانتے ہیں ایسا ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں تو یہ الفاظ آپ کو میٹھے معلوم ہوتے ہیں اور آپ ان کی جھٹ تاویل کر لیتے ہیں لیکن جب وہی الفاظ انہی معنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعمال فرماتے ہیں تو یہ الفاظ آپ کو کڑوے معلوم ہوتے ہیں کیا یہ سب بغض و عداوت کا کرشمہ تو نہیں ؟

پھر عجیب بات ہے کہ فاروقی صاحب نے انکوائری کمیشن کے سامنے پیش کردہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی دائرہ اسلام سے خارج کی یہ تشریح جسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے اپنی کتاب میں نقل نہیں کی - ع

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"

آگے فاروقی صاحب انکوائری کمیشن کے دو سوال اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان کے جوابات درج کرتے ہیں :-

سوال: "کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں ؟"

جواب: اگر بنیادی کا وہی مفہوم ہے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا ہے تب یہ اختلافات بنیادی نہیں ہیں۔

سوال: اگر لفظ بنیادی عام معنوں میں لیا جائے تو پھر؟

جواب: عام معنوں میں اس کا مطلب اہم ہے۔ لیکن اس مفہوم کے لحاظ سے بھی اختلاف بنیادی نہیں بلکہ فروعی ہیں۔

اس پر فاروقی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مگر میاں محمود احمد صاحب نے ایک دفعہ اس عبارت کے شائع کرنے کی اجازت دی"۔ (دیکھو اخبار الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء ص)

"ورنہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ان (عامۃ المسلمین) کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور۔ اس طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

عجیب بات ہے کہ جو عبارت اس جگہ بصورت اعتراض فاروقی صاحب نے الفضل سے نقل کی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ انکوائری کمیشن کے سامنے خود اس کی تشریح فرما چکے ہیں عدالت میں یہی عبارت آپ کے سامنے پیش کر کے پوچھا گیا کیا یہ صحیح ہے؟ جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

"اس وقت جب یہ عبارت شائع ہوئی تھی میرا کوئی ڈائری نویس نہیں تھا اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میری بات کو صحیح طور پر رپورٹ کیا گیا ہے یا نہیں تاہم اس کا مجازی رنگ میں مطلب لینا چاہئیے میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم زیادہ خلوص سے عمل کرتے ہیں"۔

فاروقی صاحب کی اس ساری بحث سے ظاہر ہے کہ انہوں نے خلافت احمدیہ حقہ سے انکار کر کے نبوت مسیح موعود کے متعلق محض تفریط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور ان کے عقائد کسی ٹھوس بنیاد پر مبنی نہیں۔ اُن کا حال اُس فرقہ کے مشابہ ہے جو امت موسویہ کے مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ازراہِ تفریط نبی نہیں مانتا تھا بلکہ صرف ولی جانتا تھا اور موسوی دین کا ایک مجدد وقت سمجھتا تھا یہ فرقہ عنانیہ کہلاتا تھا اور داؤد بن عنان اس کا بانی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک ہماری جماعت کو غلو کی راہ سے بچایا ہے اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے مطابق آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی یا ظلی نبی ہی مانتی ہے اور حضور کے اپنے فرمان مندرجہ چشمہ معرفت کے مطابق اسے ایک قسم کی نبوت یقین کرتی ہے اور حضور کے ہی فرمان کے مطابق خدا کے حکم اور اصطلاح میں آپ کو نبی یقین کرتی ہے۔ ہاں غیر احمدیوں کی معروف اصطلاح میں جسے آج کل منکرین خلافت بھی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہرگز نبی نہیں قرار دیتے۔ پس اپنی کتاب "فتح حق" میں فاروقی صاحب کا ہماری جماعت کو عیسائیوں کے غالی فرقہ سے تشبیہ دینا جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا صریح بے انصافی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کی آنکھیں کھولے تا یہ اپنے نفع و نقصان کو پہچان سکیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد پر ناپاک حملے کر کے سلسلہ احمدیہ کو بدنام کرنے کی کوشش کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرنے سے باز رہیں۔ اللّٰھم آمین!

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد نذیر لائل پوری